ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ

جو کوئی اسلام کے سوا دوسرا دین اختیار کرے اُس سے وہ ہرگز مقبول نہوگا

دفع التلبیسات

مؤلفہ

حضرت اقدس مظہر فیوضات لم یزلی جناب مولانا مولوی

سید محمد علی صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقایہ

جس میں

پادری عماد الدین مسیحی کے رسالہ تقلیعات کا جواب شافی دیکر

نبوت سرور انبیا محمد مصطفے علیہ الصلوٰۃ والثنا کو قوی دلیل سے

ثابت کیا ہے اور اناجیل مروجہ کا غیر الہامی اور بے سند ہونا

اظہر من الشمس کر دیا ہے

پہلے یہ رسالہ سنہ ۱۲۹۰ھ میں نامی پریس شہر کانپور میں طبع ہوا تھا اب دوبارہ سنہ ۱۳۳۱ھ

میں طبع ہوا

حسب فرمایش حاجی نجیب اللہ صاحب تاجر چرم لوہرچاپور ضلع بھاگلپور

مطبع دہلی پرنٹنگ ورکس چاوڑی بازار دہلی میں چھپا

خیر خواہانہ گذارش

اِس وقت دردمندان اسلام کا فرض ہے کہ جس مضمون میں
یہ رسالہ لکھا گیا ہی ایسے رسالوں کو دیکھیں اور اُسکے مضامین کو محفوظ
رکھیں اور اُسکی اشاعت میں ہر طرح کوشش کریں۔ایک دوسری
کتاب جسکا نام پیغام محمدی ہی بعض سچے بہی خواہان اسلام کی
ہمت سے عنقریب طبع ہوکر شائع ہونیوالی ہی۔یہ کتاب پادریوں
کے جواب میں بے نظیر ہی اِس میں نہایت محققانہ اور مُسکت
جواب دیے ہیں۔ہر ایک مسلمان کو چاہیے کہ اِن دونوں رسالوں کو
دیکھکر اپنے ایمان کو تازہ کرے تاکہ دشمنان اسلام کے حملوں
سے محفوظ رہے۔

راقم

مسلمانوں کا بہی خواہ

رسالہ کا اشاعت کرنے والا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی لَم یَتَّخِذ وَلَدًا وَّلَم یَکُن لَّہٗ شَرِیکٌ فِی المُلکِ وَلَم یَکُن لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرہُ تَکبِیرًا * وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُولِہٖ مُحَمَّدِ نِ الَّذِی اُرسِلَ اِلَی النَّاسِ کَآفَّۃً بِالبَیِّنَاتِ بَشِیرًا وَّنَذِیرًا * وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحَابِہِ الَّذِینَ ھُم نُجُومُ سَمَاءِ الھِدَایَۃِ وَسَلِّم عَلَیہِ تَسلِیمًا کَثِیرًا * بے نہایت تعریف اُسی وحدہ لاشریک کو زیبا ہے جس نے خلقت کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام کو بھیجا اور سلسلۂ نبوت کو اشرف الانبیا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والثنا پر ختم کیا اور بھلائی اور بُرائی سمجھنے کے لئے عقل و شعور دیا اور انصاف و تمیز کا مادہ ہر ایک انسان کو عنایت کیا مبارک وہ جو ہر ایک کام میں عقل و شعور کے ساتھ انصاف کو کام میں لاتے ہیں اور حق و باطل میں تمیز فرماتے ہیں اور واویلا اُن پر جو بے انصافی کے ساتھ عقل کا برتاؤ کرتے ہیں اور اس نعمتِ خداداد کو اپنے محل پر صرف نہیں کرتے۔ طالبانِ حق پر پوشیدہ نہ رہے کہ میں ۱۲۹۷ھ ہجری میں نیاز نامہ کا جواب لکھ رہا تھا کہ میرے ایک معزز دوست نے پادری عماد الدین پانی پتی کا رسالہ تقلیعات التعلیقات اِس غرض سے دیا کہ اِسکا جواب لکھا جائے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اُسکے جواب کیطرف توجہ کیجائے کیونکہ تعلیقات کی حسن اور خوبی ایسی نہیں کہ کسی عاقل منصف مزاج پر پوشیدہ رہ سکے اُسکے مصنف کے عالی خیالات فلسفی

دلائل حکیمانہ رائیں ایسی منور اور روشن نہیں ہیں کہ پادری عماد الدین کی پست خیالیوں اور سوفسطائی
باتوں اور متعصبانہ رایوں کی تاریکیوں سے اُس کی روشنی چھپ جائے بلکہ وہ اہل بصیرت کی
نظروں میں ویسا ہی روشن ہے جیسا کہ تھا مگر بعض احباب نے اصرار کیا کہ اِس تعلیقات کی قلعی
کھول دینا اور ہر خاص و عام کو اُسکے مصنف کی ابلہ فریبی پر مطلع کرنا ضرور ہے اِسلئے میں
اُس کے جواب کی طرف متوجہ ہوا۔

واضح ہو کہ مولف تعلیقات نے تاریخ محمدی کے ہفوات کیطرف توجہ نہیں کی اور اُسکا تفصیلی
جواب نہیں لکھا بلکہ صرف اُسکے ماخذ اور منشا پر بحث کی ہے اور تین طریقوں سے نبوت حضرت
محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والثنا کو ثابت کیا ہے اول حالات سے یعنی آنحضرتؐ کے
حالات ایسے ہیں کہ جو کوئی منصف مزاج بنظر غور اُنھیں ملاحظہ کریگا وہ بالیقین جان لیگا کہ
آپ نبی بلکہ افضل الانبیا ہیں دوسرے تعلیمات سے یعنی باوجود اس بات کے کہ آنحضرتؐ
نے کسی انسان سے تعلیم نہیں پائی مگر علم الٰہی کے وہ دقائق اور معارف بیان کئے کہ پیشتر کسی
نے نہیں بیان کئے تھے اور ایسے احکامات ناسخہ تعلیم فرمائے جن سے پہلی شریعتوں کی پوری
تکمیل ہوگئی تیسرے معجزات سے میں اس کتاب میں ان تینوں طریقوں کی کسیقدر
تفصیل کرنے کے بعد پادری صاحب کے توہمات کو دفع کرونگا اور پھر تاریخ محمدی کی بھی قلعی
کھولونگا تاکہ طالبین حق پر ظاہر ہو جائے کہ پادری صاحب نے اُس میں کسقدر راستی و دیانت کو صرف
کیا ہے اور کیسی کیسی تلبیسیں اور افترا پردازیاں کی ہیں کہ اگر کوئی حق شناس اُنھیں دیکھے تو خوفِ
خدا سے تھرا جائے اور تمام بدن پر اُسکے رعشہ آجائے اور وہ بد تہذیبیاں کی ہیں کہ کوئی
مہذب شخص اُنکو دیکھ نہیں سکتا مگر مجبوری کی حالت میں اسی وجہ سے میں نے اِس کتاب کے
دو حصے کئے پہلے حصہ میں تعلیقات کا جواب ہے اور دوسرے حصہ میں تاریخ محمدی کا اور نام
اِس کا دفع التلبیسات رکھا۔ اس کتاب میں تعلیقات کی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے
بلکہ نبوت کی بحث جو کہ نہایت ضروری اور اہم تھی اِسلئے اُسے مقدم رکھا اور اثبات نبوت

میں بھی اُن طریقوں کو پہلے بیان کیا ہے جنکو اہل مذہب کے سوا فلاسفہ اور حکما بھی تسلیم کرتے ہیں اور آخر میں وہ طریقہ لکھا ہے جو خاص یہود اور عیسائیوں پر حجت ہے اِس کتاب میں جہاں تعلیقات کی عبارت نقل کی ہے وہاں لفظ تعلیق اور جہاں تقلیبات کی عبارت منقول ہے وہاں تقلیب لکھدیا ہے اور بعض مقام پر قولہ کرکے اُسکی عبارت لکھی ہے۔ اب میں خدا سے مدد مانگ کر اصلی مدعا کی طرف رجوع کرتا ہوں واللہ الموفق والمعین وبہ نستعین۔

پہلا طریقہ اثبات نبوت آنحضرتؐ کا حالات اور واقعات کے ذریعہ سے

صفحہ ۳۸ تعلیق ۱۲۔ پادری عماد الدین صاحب نے اِس کتاب میں کہیں اس امر پر بحث نہیں کی کہ آنحضرت کی سیرت عام اور مجاری احوال پر نظر کرنے سے اور زمان نبوت کے قبل اور بعد بعثت کے تقلب احوال اور صفات اور عادات پر غور کرنے سے آنحضرتؐ کے طریق عمل اور کردار عام سے کیا بات پائی جاتی ہے اور انکو ایسے بہت بڑے جھوٹ اور ایسی سخت تزویر سے (جیساکہ مخالفین سمجھتے ہیں) کیا غرض تھی کیونکہ جس شخص کی زندگی کے حالات لکھے جاتے ہیں تو تاریخ نویس اور کردار گزار کو ضروری ہے کہ ایسے ایسے معظم امور میں جو ایسے شخص کی نیت دلی اور کردار ظاہری اور شب و روز کے احوال اور تمام عمر کے کردار سے پایا جاتا ہو اس میں فکر اور تفتیش کرے یہ بحث تو بڑی عظمت اور ضرورت کی اسوجہ سے تھی کہ جو کوئی ذی عقل اور صاحب بصیرت آنحضرتؐ کے معاملات میں نظر کرے وہ ان کو دیوانہ اور سفیہ تو نہ سمجھیگا تو پھر ان کو اس تمام جھوٹ کے کارخانے اور فریب کے سلسلے اور دغابازی کے نظام سے کیا مقصود اور مطلب تھا۔ پادری صاحب نے ایسی بڑی عمدہ اور عالی قدر بحث سے کنارہ کرکے عامیانہ مزخرفات اور معاندانہ اعتراضات اور بے سر و پا تقریریں جو اس کے عجز اور کمال ضعف پر دلالت کرتی ہیں لکھے ہیں۔ لہذا ہم اِن باتوں پر بالاختصار نظر کیا چاہتے ہیں انمیں سے اسکے جواب ہیں پادری صاحب لکھتے ہیں۔ تقلیب صفحہ ۱ تواریخ محمدی کے صفحہ ۳۰۹ میں رائے مؤلف لکھی ہے (الے قولہ) بادشاہ بننے کا حضرت کو شوق تھا اور کوئی صورت بادشاہ ہونے کی نہ تھی تب نبوت کا دعویٰ کرکے امت پیدا کی

اور امت کو فوج بنایا اور بادشاہت حاصل کی۔

جواب اہل انصاف پر روشن ہے کہ تعلیقات سے اس دعوے کا بطلان بخوبی ہوگیا ہی مگر تعصب کی وجہ سے پادری صاحب ہرگز توجہ نہیں کرتے اسلئے میں اسکی کچھ اور تفصیل کیا چاہتا ہوں گرچہ مجھے اُن کے عناد سے ہرگز امید نہیں ہے کہ اسپر بھی وہ توجہ کرینگے مگر دنیا میں بہت منصف مزاج بھی ہیں وہ تو ملاحظہ کر کے انصاف فرمائینگے اور اگر ہوسکے تو پادری صاحب بھی ذرا تعصب کا پردہ آنکھوں سے اُٹھا کر کتب تواریخ کو دیکھیں کہ جب قریش نے ہر طرح پر آنحضرتؐ کو تکلیف دی اور کوئی دقیقہ ایذارسانی کا اُٹھا نہ رکھا اور کئی مرتبہ ابوطالب سے یہ کہا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے باپ دادوں اور بتوں کو بُرا کہتا ہے اسے منع کرو اور ابوطالب نے بھی حضرت سے کہا مگر حضرت نے فرمایا کہ کچھ ہوجائے میں اس سے باز نہیں آئیگا کیونکہ میں حکم خدا سے مجبور ہوں غرضکہ حضرت بدستور اسلام کا وعظ کرتے رہے اور دن پر دن اسلام کا شیوع ہونے لگا تو قریش نے ایک روز پنچایت کر کے آنحضرتؐ کو بلوایا اور کہا کہ جیسا تمنے اپنی قوم کے ساتھ کیا ہم نہیں جانتے کہ کسی نے ایسا کیا ہو تمنے ہمارے باپ دادوں کو بُرا کہا ہمارے دین کو معیوب بتایا ہمارے معبودوں کو سخت کہا ہمارے عقلمندوں کو بیوقوف بنایا ہماری جماعت کو توڑ دیا فان کنت انما جئت بهذا الحديث تطلب به مالا جمعنا لك من اموالنا حتى تكون اكثرنا مالا وان كنت انما تطلب به الشرف فينا فنحن نسودك علينا وان كنت تريد به ملكا ملكناك علينا وان كان هذا الذى يأتيك رئيا تراه قد غلب عليك وكانوا يسمون التابع من الجن رئيا فربما كان ذلك بذلنا اموالنا فى طلب الطب لك حتى نبرئك منه او نعذر فيك فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ما بى ما تقولون ما جئت بما جئتكم به اطلب اموالكم ولا الشرف فيكم ولا الملك عليكم ولكن الله بعثنى اليكم رسولا وانزل على كتابا وامرنى ان اكون لكم بشيرا ونذيرا فبلغتكم رسٰلٰتِ رَبِّى وَ نصحتُ لكمُ فان تقبلوا منى ما جئتكم به فهو حظكم فى الدنيا والاخرة وان تردوه على اصبر لامر الله

حتی یحکم اللہ بیننی و بینکم۔ سیرت ابن ہشام ہزار اس کا حاصل یہ ہے کہ قریش نے بعد شکایت کے
یہ کہا کہ اس دعوے سے اور ان باتوں سے تمہاری کیا غرض ہے اگر مال چاہتے ہو تو ہم سب
ملکر مال جمع کر دیں کہ تم ہم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ اور اگر تم کو شرف اور جاہ مطلوب ہے
تو ہم تمکو اپنا سردار بنالیں اور اگر تم بادشاہت چاہتے ہو تو ہم تمکو اپنا بادشاہ بنالیں اور اگر تمہارے
پاس یہ آنیوالا کوئی جن ہے کہ تمپر غالب ہو گیا ہے تو ہم اُسکے علاج میں اپنا مال صرف کریں
تاکہ تم اچھے ہو جاؤ حضرت نے اُنکے جواب میں فرمایا کہ میں نہ تمہارا مال طلب کروں نہ تمپر بڑائی چاہوں
نہ تمپر بادشاہت کروں بلکہ خدا نے مجھکو بھیجا ہے اور مجھپر کتاب نازل کی ہے اور مجھکو حکم کیا ہے کہ میں
خوشخبری دوں (جو ایمان لاوے) اور ڈراؤں (جو منکر ہووے) سو اللہ کا پیغام میں نے پہنچایا اگر تم
قبول کروگے تو تمہارے لئے دنیا و آخرت میں بہتر ہے اور اگر قبول نہ کروگے تو صبر کرونگا بسبب
حکم خدا کے یہانتک کہ خدا فیصلہ کرے ہمارے اور تمہارے درمیان۔ انتہے۔)

کہیے پانی پتی صاحب یہ تو ایشیا والوں کی روایت ہے یہ تو آپکے نزدیک معتبر ہے اب کہیے کہ حضرت
کو بادشاہت مطلوب تھی یا ترک بادشاہت جسکے دماغ میں ذرا بھی انصاف کی بو ہوگی وہ یہ
کہیگا کہ اگر حضرت کو جاہ و مال کی خواہش ہوتی تو اسکے مثل اور کون طریقہ اسکے حصول کا تھا کہ
قریش سے صلح کر لیتے ورنہ کچھ تو اپنے دعوے سے ڈھیلے ہوتے مگر وہاں تو کچھ اور ہی جوش تھا
ایک نہ سنی اور اُسی طرح امر حق پر جمے رہے۔ کچھ تو غور کرو جس غرض کا حصول پانی پتی بیان کرتے
ہیں وہ کن کے اتباع سے ہوا انہیں بعض قریش کے اور وہ بھی کس دشواری سے کہ تیرہ برس
تک ان مصیبتوں میں رہے کہ عافیت تنگ تھی آخر کار خانماں چھوڑنا پڑا نہایت مصیبت کے ساتھ
جلاوطنی اختیار کرنا پڑی اور اسپر بھی چین نہ ملی آخر کو اُنھیں قریش سے لڑنا پڑا اور یہانتک کہ حضرت
کی عمر آخر ہونے کو آئی۔ اگر آپ اُن قریش کا کہا مان لیتے تو تمام قریش آپکے ساتھ ہوتے اور
اس خانہ جنگی اور اس مصیبت کی نوبت ہی نہ آتی جو حضرت پر اور اُنکے ہمراہیوں پر آئی اگر اُنہیں کی
بادشاہت پر قناعت کرتے تو بھی ممکن تھا اور اگر زیادہ خواہش ہوتی تو سب کے اتفاق سے اور ملک پر بھی

فتحیابی نہایت آسان تھی اِس صورت میں تو حضرت کی حالت حیات ہی میں ایسی ترقی ہوتی اور بادشاہت جمکتی کہ باید وشاید مگر وہاں تو یہ منظور ہی نہ تھا لہذا اظہرمن الشمس ہو گیا کہ آپکو لوٹ دنیا ہرگز ہرگز نہ تھا۔ علاوہ اسکے اور امور بھی ایسے پیش آئے کہ اگر سرور انبیا کو بادشاہت منظور ہوتی تو آپ اُنھیں قبول کرتے چنانچہ قبیلۂ بنی عامر میں آنحضرت وعظ کرنے تشریف لیگئے اور وہاں جاکر راہ حق کیطرف لوگوں کو بلایا اتنے میں ایک شخص بحیرہ نام کہنے لگا کہ قسم خدا کی اگر قریش میں سے میں اس جوان کو لے لوں تو تمام عرب کو کھا جاؤں پھر وہی شخص حضرت کیطرف خطاب کر کے کہنے لگا کہ یہ تو کہیے کہ اگر ہم تمہاری بات پر بیعت کریں پھر خدا تمھیں دشمنوں پر غالب کر دے تو تمہارے بعد ہمارے لیئے سرداری اور حکومت ہوگی حضرت نے جواب دیا کہ سرداری اللہ کے قبضہ میں ہے جسکو چاہتا ہے اُسے دیتا ہے یہ سنکر اُنھوں نے بیعت سے انکار کیا۔ یہ قصہ ابن اسحٰق نے زہری سے روایت کیا ہے چنانچہ تاریخ ابن ہشام کے صفحہ ۲۸۳ میں مذکور ہے۔

اب مقام غور ہے کہ اگر بادشاہت دنیاوی منظور ہوتی تو ایسے لوگوں کو کیوں نہ ملاتے بلکہ جب یہ جانا کہ ان کی بیعت اللہ کیواسطے نہیں ہے بلکہ دنیا کے واسطے ہی تو بالکل بے توجہی کی اور کہدیا کہ حکومت اور سرداری اللہ کے اختیار میں ہے بھلا کہیں مکار اور طالب جاہ کی ایسی باتیں ہوا کرتی ہیں ذرا خدا کے لیئے کہیں تو انصاف کرو۔

اسی دعوے کا ثبوت مصنف تعلیقات نے ایک معتبر مسیحی کے قول سے دیا تھا مگر پادری صاحب کو کچھ جواب تو نہ آیا صرف یہ کہکر ٹالا کہ اہل یورپ کا اِس باب میں اعتبار نہیں بلکہ ایشیا کے لوگونکے قول بہت زیادہ معتبر ہیں مگر کوئی وجہ اعتبار اور عدم اعتبار کی بیان نہیں کی کیا اتنا بھی وہ نہیں سمجھتے کہ اہل یورپ نے جو کچھ رائے لکھی ہے وہ ایشیا ہی کے لوگونکے اقوال و روایات پر مبنی ہی مگر بات یہ ہے کہ وہ انصاف پسند اور نیک نہاد تھے تعصب اور عناد اُن میں نہ تھا اگرچہ پادری صاحب محققین یورپ کی رائے کو بسبب کمال تعصب کے قبول نہ کریں مگر کوئی شک نہیں ہے کہ جو وقعت اِس امر خاص میں مخالف کے روبرو ان محققین کی رائے کو ہے وہ کسی کو نہیں ہے کیونکہ ایک غیر قوم کا شخص جو نہ حضرت پر ایمان

لایا ہی نہ کچھ اُن سے واسطہ رکھتا ہے نہ کوئی دنیاوی طمع ہے محض آزادانہ طور پر کتب معتبرہ دیکھکر اپنی رائے بیان کرتا ہے جس سے کمال مدح حضرت کی ثابت ہوتی ہے بلاشک یہ مدح ہر مخالف مذہب کے روبرو کمال حجت ہے خصوصاً عیسائیوں کے روبرو اس سے زیادہ کیا شہادت ہوگی کہ مخالفین جو اس بات کے درپے ہیں کہ حضرت کی نبوت ثابت نہو گواہی دے رہے ہیں کسی مخالف کا زہرہ ہے کہ اپنے پیغمبر کی مدح اُسکے مخالفین کے اقوال سے ثابت کرے ہرگز نہیں پھر کیا مسلمان مورخوں کی مدح آنحضرتؐ کے بارے میں مخالف کے روبرو وہ وقعت رکھ سکتی ہے جو علمائے عیسائیہ کی مدح رکھتی ہے ہرگز نہیں۔ پھر ایسے اقوال کیطرف توجہ نہ کرنا اور لاشے محض سمجھنا تعصب نہیں تو کیا ہے۔ مگر ہم اُن کی اس متعصبانہ اور معاندانہ گفتگو سے اُن محققین کی رائے نقل کرنے سے باز نہ آئینگے اور پادری صاحب کے دعوے کے رد میں مسیحیوں کے اقوال اہل حق کو سنائیں گے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ پادری صاحب کا دعوے ایسا ظاہر البطلان ہے کہ اُن کے ہم مشرب بھی اُسکے بطلان کی گواہی دیتے ہیں اب چند اقوال علمائے مسیحیہ کے نقل کیے جاتے ہیں

قول اوّل واشنگٹن اِرونگ اپنی انگریزی کتاب موسومہ لائف آف محمدؐ کے صفحہ ۹۴ میں لکھتے ہیں کہ اُنکے اوائل زمانہ سے وسط حیات تک کے حالات سے تو ہمیں کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ انکو ایسے نارَوا اور عجیب افترا سے جسکا انپر الزام لگایا گیا ہی کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا۔ کیا حصول مال مقصود تھا خدیجہ کے ازدواج سے تو فی الحال وہ صاحب ثروت ہو چکے تھے اور اپنے وحی ادعائی کے اظہار سے تو سالہا سال پیشتر اُنھوں نے صاف کہدیا تھا کہ مجھے اپنے سرمایہ کے اضافہ کی خواہش نہیں۔ تو کیا حصول جاہ مراد تھی حالانکہ وہ پہلے ہی اپنے وطن میں عقل و راستی میں رفیع المرتبہ اور قریش کے عالیشان قبیلہ اور اسکے معزز و ممتاز شعبہ میں سے تھے تو کیا حصول منصب مطلوب تھا مگر کلید برداری تو تولیت کعبہ اور امارت حرم خاص انھیں کے قبیلہ میں تھی اور انکو اپنی وقعت اور حالات سے اور بھی عالی مرتبہ ہونیکا یقین تھا۔ لیکن جس دین میں اُنھوں نے نشو و نما کی تھی اسکے استیصال کرنے میں تو اُنھوں نے ان سب منافع کی بیخ کنی کر دی حالانکہ اسی مذہب پر تو اُنکے قبیلہ کی جاہ و عزت کا دار و مدار تھا اِسکی بیخ کنی کرنے

سے ضرور ہوا کہ اِن کے اقربا کی عداوت اور اہل شہر کے غیظ و غضب او تمامی اہل ممالک عابدین
کعبہ کی دشمنی و عناد پیدا ہو گیا ان کی تمشیت خدمات نبوت میں کوئی شے ایسی روشن اور صریح
تھی جو ان کے ان مصائب کے اجر جزیل ہوتی اور جس کی طمع کے دھوکے میں پڑتے بلکہ برخلاف
اسکے اسکی ابتدا تو اشتباہ و اختفا میں ہوئی۔ برسوں تک تو اس میں کوئی معتد بہ کامیابی نہوئی
جیسے جیسے اُنہوں نے اپنی تعلیمات کا اظہار اور وحیوں کو آشکار کیا ویسے ہی اور اُسیقدر لوگوں نے
اُنسے ہنسی اور ٹھٹھا اور بُرا کہنا شروع کیا اور آخر کو بُری بُری طرحسے اذیتیں دیں جس سے انکی اور اُنکے
رفقا کی ریاستیں برباد ہو گئیں اور چند اُنکے اقربا اور اصحاب غیر ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اور
اُنہیں خود بھی اپنے شہر میں چھپا رہنا پڑا اور بالآخر گھر ڈھونڈھنے کیلئے ہجرت کرنی پڑی پس
کس غرض سے وہ برسوں تک اسی تذویر کی صورت میں اصرار کرتے جس سے اِس طرحسے
اِن کی سب دنیوی دولتیں ان کی زندگی کے ایسے وقت میں کہ ان کو پھر مجدداً حاصل کرنیکا
بھی زمانہ نہیں رہا تھا خاک میں مل جائیں اِنتہے۔

مقام غور ہے کہ یہ مورّخ آنحضرت صلعم کو لوث دنیا سے کیسا بری ثابت کر رہا ہے افسوس ہے
اُن معاندین کے حال پر کہ ایسی شہادت پر بھی توجہ نہیں کرتے کہ بقول گاڈفری سگینس اُس شخص
کی گواہی جو گواہی دینا نہیں چاہتا مگر اُسکی عقل و انصاف اُسے مجبور کر رہا ہے۔

قول دوم۔ طامس کارلیل اپنے دوسرے لکچر کے صفحہ ۵۰ مطبوعہ ۱۸۷۲ء میں لکھتے ہیں
محمدؐ کا تمام حوصلہ یہی تھا کہ راستبازی سے دنیا میں گزران کریں۔ انکا شہرۂ جمیل یعنی انکے
جان پہچان والوں کا حسن ظن اُنکے حق میں کافی تھا۔ ابھی وہ کہولت کے سن تک نہ پہنچنے پائے
تھے کہ اُن کی تمام خواہشیں بجھ گئیں تھیں اور جو کچھ اِس دنیا میں اُنکا حصہ تھا وہ یہی تھا کہ روز بروز
اُن میں صلح اور آشتی بڑھتی جاتی تھی۔ تو کیا اُنہوں نے اب طریقہ ہوسناکی شروع کیا اور سب
گذشتہ نیکنامی کو چھوڑ کے جس چیز سے متمتع نہو سکتے تھے اُسکے حاصل کرنیکو دغاباز اور مزور
بن گئے۔ حاشا میں اِس کو ہرگز باور نہ کروں گا۔

قول سوم - سرآمد مورخین انگلستان اڈورڈ گبن تاریخ رومۃ الکبری کی جلد ۶ باب ۵۰ میں
لکھتے ہیں - ہر ایک مذہب میں بانی مذہب کی سیرت سے اُسکے تحریری مکاشفات کی تکمیل
ہوتی ہے چنانچہ محمدؐ کی حدیثیں بہت سے امر حق کی نصیحتیں اور اُنکے افعال بہت سے نیکی کے نمونے
ہیں اور اُنکے ازواج و صحاب نے اُنکے بہت سی خلوت اور جلوت کے آثار جمیلہ محفوظ کر رکھے ہیں۔

قول چہارم - ریورینڈ جے ایم راڈویل دیباچہ ترجمہ قرآن شریف کے صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۱۸۹۶ء
میں لکھتے ہیں - بلکہ دلیلوں سے ثابت ہے کہ محمدؐ کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے
ہوتے تھے کہ اپنے ملک کے لوگوں کو جہالت اور ذلت کی بت پرستی سے چھوڑا دیں اور یہ
نہایت مرتبہ کی خواہش اُن کی یہ تھی کہ سب سے بڑے امر حق یعنی توحید الٰہی کا جو اُن کی روح
پر بدرجۂ غایت مستولی ہو رہی تھی اشتہار کریں چنانچہ اسی مطلب کے حصول کیلئے قرآنی سورتوں
کی تصنیف کا سامان اُنھیں ناگزیر ہوا - اور مقتضائے حوادث اور بتدریج فوز مرام اس امر کا
باعث ہوا کہ اُنھوں نے اپنے آپ کو خدا کا رسول امین باور کر لیا تاہم محمدؐ کی سیرت ایک
عجیب نمونہ ہی اُس قوت اور حیات کا جو ایسے شخص میں ہوتی ہے جسکو خدا اور قیامت پر اعتقاد
کامل ہوتا ہے اسمیں سے جو کچھ نتیجے نکالے جاویں (اور وہ بہت اور اہم ہیں) انکی ذات کریم
اور سیرت صداقت مشحون سے ہمیشہ اُن کو اُن لوگوں میں تصور کیا جاوے جنکو ایمان اور اخلاق
اور اپنے ابنائے جنس کے تمام حیات دنیوی پر ایسا اختیار حاصل ہی جو بجز کسی حقیقت میں بڑے
الوالعزم کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا اور اُن لوگوں میں آپ کو سمجھا جاوے جنکی کوششیں باوجود
خطاؤں اور تقصیروں کے کسی بڑے امر حق کی اشاعت کیلئے کامیاب ہوں گی۔

قول پنجم - ابرہام ریس انسائکلوپیڈیا کی جلد ۲۲ مطبوعہ ۱۸۱۹ء میں لکھتے ہیں مسلمان
مورخوں نے نبی عربی کے صفات بدنی و عقلی کی ستایش میں بہت کچھ لکھا ہے اور گو ہم
ہر ایک صفات خارق عادات کو تسلیم نہیں کرتے مگر تاہم اس امر کا اعتراف پر ضرور ہے
کہ اُن میں بہت سی قابلیتیں جن میں سے بعض کا تذکرہ ابھی ہوا ہے - اور اکثر کمالات اور

خواص ایسے جمع تھے جنسے وہ اپنے معاصروں سے رتبۂ عالی پر پہنچ گئے اور جس امر کا اُنھوں نے عزم کیا تھا اُسکے لائق ہو گئے۔

قول ششم ڈاکٹر اے اسپرنگر اپنی کتاب سیرت محمدی کے صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں۔ محمدؐ تیز فہم اور نہایت مرتبہ کے عالی نظر تھے۔ صاحب رائے صائب اور عالی مذاق تھے گو وہ شاعر کے نام کو ناپسند کرتے تھے مگر بہت کرکے تو شاعر تھے۔ اور قرآن کی عبارت باہم متشابہ اور مضامین عالی اسکے عمدہ فضائل ہیں اُنکے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا تھا۔ اُنکو نکلتے ہوئے آفتاب۔ برستے ہوئے پانی اور اُگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا ید قدرت نظر آتا تھا اور بجلی کی کڑک اور آواز آب اور پرندوں کے نغمہ حمد الٰہی میں خدا ہی کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اور سنسان جنگلوں اور پرانے شہروں کے خرابات میں خدا ہی کے قہر کے آثار دکھلائی دیتے تھے۔ ناظرین اِس قول کو بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ یہ منصف کیسی تعریف حضرت سرور انبیا کی کرتا ہے۔

قول ہفتم آنریبل سر ولیم میور لائف آف محمدؐ کی جلد ۴ باب ۳۷ مطبوعہ ۱۸۶۱ء میں لکھتے ہیں۔ چونکہ محمدؐ کو اپنی رسالت کا نہایت قوی اور مضبوط اعتقاد تھا اسلئے اُنکے طرف سے اُس دین کی نصیحتوں میں بڑی قوت اور شدت ظاہر ہوتی تھی اور چونکہ فصاحت میں بھی آپ کو کمال تھا لہٰذا آپکا کلام عربی زبان میں نہایت خالص اور بغایت ناصحانہ تھا اُنکے بلیغ زبان آوری نے روحانی حقیقتوں کو عالم تصویر بنا دیا اور اُن کے زندہ خیالات نے قیامت اور روز جزا اور نعمائے بہشت اور عذاب جہنم کو سامعین کے نہایت قریب تر بلکہ پیش نظر کر دکھلایا معمولی گفتگو میں تو آپکا کلام آہستہ مفصل اور قوی تھا مگر ہنگام وعظ آپکی آنکھیں سرخ اور آواز بھاری اور بلند ہو جاتی تھی اور تمام جسم آپ کا ایک ایسی حالت جوش وخروش میں ہو جاتا تھا گویا کہ آپ لوگوں کو کسی غنیم کے آنے کی خبر دیتے ہیں کہ وہ غنیم دوسرے روز یا اُسی شب ہی کو آ پڑیگا۔

اور ہم اسکو بمستعدی تسلیم کرتے ہیں کہ پہلے محمدؐ کو اعتقاد تھا یا باور کر لیا تھا کہ اُن کے مکاشفات
خدا کی جانب سے ہوتے ہیں۔ آپکے مکہ میں رہنے کے زمانہ میں تو یقیناً کوئی ذاتی اغراض
یا نالائق اسباب اس نتیجہ کے بطلان میں پائے نہیں جاتے وہاں پر تو آپ جیسا کہ
خود بھی کہتے تھے محض بشیر و نذیر تھے۔ اور بظاہر تو بجز اُن لوگوں کی اصلاح کے آپکا
اور کوئی مقصد نہ تھا۔ محمدؐ نے گو اپنے اس ارادہ کو صحیح ذریعوں سے انجام پذیر کرنے
میں خطا کی ہو۔ مگر اس میں شبہ کرنے کی کوئی کافی وجہ نہیں کہ وہ ان ذریعوں کو نیک
نیتی اور دیانت داری سے عمل میں لاتے تھے۔

قول ہشتم۔ مسٹر جان ڈیون پورٹ صاحب اپنی کتاب اپالوجی کے صفحہ ۱۲۸ مطبوعہ
لندن سنہ ۱۸۶۹ء میں لکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ کو فقط اخلاق حمیدہ کی تعلیم اور تاکید ہی نہیں کرنی
پڑی بلکہ عبادت خدائے یکتا بھی قایم کرنی پڑی اسواسطے کہ تقدیرات الٰہی سے جن لوگوں
میں آپ مبعوث ہوئے تھے وہ ان دونوں باتوں میں یعنی عبادت خدائے یکتا اور اخلاق حمیدہ
میں گمراہ تھے پس آنحضرتؐ کا یہ مقصود تھا کہ مذہب اسمٰعیلؑ بانی قوم عرب از سر نو رواج
دیں اور وہ یہ تھا کہ خدائے یکتا کی عبادت کرو پس یہی وجہ اس بات کے ثبوت کیلئے کافی ہے
کہ آنحضرتؐ اس قول میں بیشک صادق تھے کہ میں عرب کو مذہب جدید نہیں تعلیم کرتا ہوں
بلکہ وہی دین سکھاتا ہوں جو اُنکے جد حضرت اسمٰعیلؑ نے بہت مدت پیشتر رواج دیا تھا۔
پس اب راقم کہتا ہے کہ آیا ممکن ہے کہ جس شخص نے اپنے ملک کے لوگوں کے عقائد و رسوم
ابدالآباد کے لئے درست اور شائستہ کئے ہوں اور بعوض طریقہ باطلہ بت پرستی جس میں
سالہا سال سے اُسکے ملک کے لوگ غرق تھے عبادت خدائے یکتا و برحق رواج دی ہو اور
جس شخص نے قتل اطفال موقوف کر دیا ہو اور استعمال مسکرات اور وہ لہو و لعب ممنوع کر دئے
ہوں جنمیں بازی ہوتی ہے اور جو منشا تخریب اخلاق ہیں اور جس شخص نے رسم تعدد ازدواج
جو اُسکے زمانہ میں مروج تھا اور جس کی کوئی حد نہ تھی محدود کر دیا ہو ہم پھر پوچھتے ہیں کہ آیا ممکن ہے

کہ ہم گمان کریں کہ ایسا مصلح اور مہذب جلیل الشان جسنے ترویج احکام حقہ میں ایسی سرگرمی
اور جانفشانی کی صرف ایک جعلساز اور مکار تھا اور اُسکے تمام افعال اور اقوال میں محض کذب و
ریا تھا آیا ہم یہ وہم کرسکتے ہیں کہ اُسکی رسالت منجانب اللہ نہ تھی بلکہ اُسکا ایجاد تھا اور تمام
عمر وہ شخص خود اپنے کذب پر متنبہ اور معترف رہا استغفر اللہ یہ گمان آپ کی نسبت نہیں
ہوسکتا یہ یقین کرنا چاہیے کہ آپ یعنی آنحضرت بخوبی آگاہ تھے کہ میں حق پر ہوں اور اسیوجہ
سے اظہار حق میں ایسے مستقل اور ثابت قدم رہے کہ کبھی آپکا قدم ثبات پیچھے نہیں ہٹا اور پائے
استقلال کو لغزش نہیں ہوئی بلکہ جس وقت سے آپ نے اپنی رسالت کا اظہار اپنی زوجہ
خدیجہ سے کیا جب تک کہ آغوش عائشہ میں وفات پائی اُن اعزا اور رفقا کے کہنے میں بھی
نہ آئے جو آپ کی حالت سے بخوبی واقف تھے۔ واقع میں ایسے شخص صادق اور صالح کو جو
اپنے خالق پر اعتماد و وثوق کامل رکھتا تھا اور جس نے عقائد و اعمال عباد کو ایسا مہذب اور
درست کیا یہ کہنا چاہیے کہ ید اللہ الصادق اور مرسل من اللہ تھا اور اس امر کا کون مانع ہے
کہ اگر اُس شخص کو عباد کاملین میں نہ سمجھیں تو عباد صالحین میں تو تصور کریں اور یہ کیوں نہ یقین
کریں کہ اُنھوں نے اپنے زمانہ میں اپنی قوم کو صدق و راستی کی تعلیم کی تھی اور اُن کو خدا نے
اسواسطے مبعوث کیا تھا کہ اپنی امت کو اُسکی توحید اور صداقت سکھائیں اور اُنہیں ایسے
احکام انتظام ملک اور اخلاق حمیدہ تعلیم کریں جو اُن کے مناسب حال ہوں پس اس بیان سے
ثابت ہوا کہ بیشک آنحضرت صلعم کو اپنی رسالت کا ایسا یقین واثق تھا کہ ہرچند کفار نے تمسخر یہ اور
مضحکہ اور ظلم و تعدی آپ پر بہت کی لیکن آپکا قدم ثبات پیچھے نہ ہٹا اور ہرچند بہت
تخویف کی اور تکلیف دی لیکن آپ اُنہیں توحید اور حقیت خدا تعلیم کرنے سے باز نہ آئے
اور ایسے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ کی اُنہیں ترغیب دی کہ آپ کے عہد تک
کسی شخص نے کبھی ایسے افعال اُنھیں نہ تعلیم کئے تھے اور آنحضرت صلعم نے نہ تو ریاست دنیا
طلب کی اور نہ حکومت عقبے بلکہ فقط عفو و رحم خدا سے طلب کیا اور اس امر کی توفیق مانگی

کہ بندوں کو بوعظ و نصیحت راہ راست پر لائیں وحقیقت آپکا یہ مقصود تھا کہ بندگان خدا انصاف کریں اور رحم کو دوست رکھیں اور بخضوع وخشوع اپنے خالق کے سامنے حاضر ہوں اور یہ عقیدہ بھی آپ نے تعلیم کیا ہے کہ ایک روز سب عادل اور ظالم پھر زندہ کئے جائینگے اور خدا اُن میں انصاف کریگا۔

قول نہم۔ گاڈفری ہگنس نے اپنی کتاب اپالوجی مطبوعہ ۱۸۲۹ء میں حضرت سرور انبیا کے اوصاف میں ایک طویل تقریر کی ہے میں اُسکے منتخب فقرے نقل کرتا ہوں۔

ڈین آف نارچ کے تسلیم سے ظاہر ہے کہ پیمبر نے اپنے ہم وطنوں کی طعن تشنیع کو حلم اور نہایت دلچسپ گفتگو اور اطوار سے گوارا کیا ادنے اور اعلی سے بامروت اور خوش خلق اور غریبوں پر مہربان اور سخی تھے (دفعہ ۲۰) محمدؐ کے رویہ کے جانچنے میں جیسا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ آپکے شریر اور مکار اور جھوٹے تھے ویسا ہی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ سقراط زمانہ تھے جب ہم آپکو قبائح صدر کے ساتھ متصف سنتے ہیں تو فوراً آپکے اُس عام رویہ کیطرف نظر کرتے ہیں جو کہ فریقین کے قول کے بموجب ابتدائے عمر اور ایام شباب میں رہا ہے تو آپکو سزا اور ملامت نہیں پاتے تو کیا دفعۃً یقین کر لیا جائے کہ یہ صرف مکر تھا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اِس عجیب رویہ سے آپنے کیا مقصد سوچا تھا اِسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ آپکا مقصد دو حظ نفسانی تھے اوّل عورتوں سے عشرت کرنا دوم استیعاب بلند حوصلگی جس سے یہ غرض ہے کہ ایک شہر کے تاجر بنکر اپنے آپ کو بادشاہ دنیا بناویں اسکی تیاری کیلئے آپنے چودہ برس خلق سے کنارہ کیا اور اپنا طور بے عیب رکھا۔ اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں کوئی بات اسکے مثل اور بھی پائی جاتی ہے اگر عورتوں سے عشرت مقصود تھی تو یہ عجیب و غریب معاملہ ہے کہ آپنے ۲۵ برس کی عمر میں جو وقت کہ خاص جوش جوانی کا خیال کیا جاتا ہے صرف خدیجہ ہی سے نکاح کیا جو آپ سے پندرہ برس بڑی تھیں اور گو بموجب قواعد اپنے ملک کے آپ بہت سے نکاح کر سکتے تھے مگر آپ اس قاعدے

سے متمتع نہوئے اور تاحین حیات اُس بیوی کے اُسی کے ساتھ ۲۲ برس مع عیال کثیر کے نباہ کیا۔ اگر محمدؐ کا مقصد صرف بلند حوصلگی ہی تھی تو بذریعہ سازش کے کوشش کرکے اپنے آپ کو محافظ کعبہ کیوں نہ کرا لیا اُس عہدے پر پہلے سے آپکے آباؤ اجداد مامور تھے اور جس شخص کے نام یہ عہدہ ہوتا تھا وہ کل ریاست بلکہ واقع میں تمام عرب کے اندر اوّل درجہ کا رئیس گنا جاتا تھا۔ اگر صرف بلند حوصلگی مقصود تھی تو یہ امر کہ آپنے آپ کو یہودیوں کا مسیح بیان کرتے بہتر تھا بہ نسبت اُس طریق کے جو آپ نے اختیار کیا یعنی آپ کو مسیح کا پیرو ظاہر کیا اس میں شک نہیں کہ اگر آپ اور آپکے جانشین اس رویہ کو اختیار کرتے اور بیت المقدس کو اپنا مسکن بناتے تو کل کمبخت یہودی آپ کے زمرہ میں داخل ہوجاتے اور عیسائیوں میں سے بھی کم سے کم اِسقدر آملتے جسقدر کہ دوسری صورت کے اختیار کرنے میں شامل ہوئے محمدؐ کا رویہ دریافت کرنے میں جو کوششیں کیجائیں تو میری رائے میں اِس بات کا دریافت کرنا نہایت اہم ہے کہ وہ مسائل کس قسم کے ہیں جنکو بالاتفاق آپنے سکھلایا یہ مان لیا گیا ہے کہ آپکا خلق نہایت عمدہ تھا عیسائی مذہب میں اخلاق کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم میں نپایا جاتا ہو بلکہ بعض صورتوں میں عرب کے شاعروں کی ذہانت سے اُنکو خوب جلا ہوگئی ہے (دیکھو دفعہ ۴۴۔۴۵) اب اہل انصاف اِن اقوال کو ملاحظہ فرمائیں اور پادری عماد الدین کے تعصب اور عناد کو دیکھیں کہ اُنھوں نے کیسی مقدس ذات کی شان میں کیا کیا بے ادبیاں کی ہیں اور کیسے کیسے سخت الفاظ لکھے ہیں۔

اِن اقوال کے نقل کرنے سے میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ اثبات نبوت محمدی اِن پر موقوف ہے جیساکہ پادری صاحب فریب کی راہ سے عوام پر ظاہر کرتے ہیں استغفر اللہ بلکہ یہ مدعا ہے کہ پادری صاحب جو تقلید مذکور میں یہ لکھتے ہیں کہ بادشاہ بننے کی غرض سے آنحضرت نے نبوت کا دعوے کیا محض غلط اور ایسا ظاہر البطلان ہے کہ اُن کے ہم مشرب عیسائی پکار پکار کر اُسکے غلط ہونے پر شہادت دے رہے ہیں۔ اِن علمائے مسیحیہ نے صرف اسی احتمال

کو باطل نہیں کیا کہ دعوی نبوت سے آنحضرت کا مقصد بادشاہت تھا بلکہ جتنے بداحتمال تھے سب کو باطل کر دیا ہے جس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ بجز داعیہ الٰہی کے اور کوئی وجہ اِس دعوے کی نہ تھی مگر سچ ہے ع تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل ✤ باوجود اِس تحقیق کے بھی انکو ایمان نصیب نہوا مقصد کے قریب تک پہنچکر رہ گئے۔

صفحہ ۹۳ تعلیق ۱۲۷ - اِس امر کی بحث کہ یا تو محمدؐ اپنی قوم اور قبیلہ میں اپنی راستبازی اور امانت میں مشہور اور مقبول تھے اور یا دفعتہً ایک ایسا جھوٹ بولے اور مکاری اختیار کی کہ انکی عزت اور آبرو مال و دولت خاک میں مل گئی اور وہ اسی تزویر اور جھوٹ پر اصرار کرتے رہے اِس میں اُنھیں کیا حاصل تھا جس سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ وہ داعیۂ الٰہی کے بیان اور دعوئے نبوت میں سچے تھے) حسب ذیل لکھی جاتی ہے اور اِس میں اپنے عندیہ اور عقیدے کے گمان اور تعصب سے قطع نظر کرکے صریح واقعات اور عقلی شہادت سے بحث ہے اظہار نبوت کے وقت تک آنحضرتؐ کی عمر چالیس ۴۰ برس کی تھی اور اِس عرصے میں آنحضرتؐ اپنی ذاتی شرافت اور امارت میں ممتاز اور معزز اور عقل و دیانت اور صدق و امانت میں اپنی قوم میں معزز اور مقدمات اور مہمات میں مرجع انام تھے جب انکو اِس طرح پر زندگی کرتے ہوئے زمانہ کثیر اور مدت مدید گزر گئی اُسوقت اُنہوں نے اپنے آپ کو مورد وحی الٰہی اور رسول خدا بیان کیا اور اپنے زمانہ کے تمام لوگوں کے دین کو محض ضلالت و بطالت و حماقت و سفاہت بتلایا اور جمیع قوم سے مخالفت ظاہر کی اور اِس حرکت سے اُن کی ساری امارت اور دولت و جاہ و ثروت برباد ہوگئی سب لوگوں نے انسے راہ و رسم ترک کی اور تمام اہل شہر و دیہات انکے دشمن ہو گئے اور سیکڑوں طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پیش آئیں اور برسوں اسی ذلت اور مصیبت میں گُزری مگر آنحضرتؐ نے یہ سب سختیاں اور مصیبتیں برداشت کیں اور اسی داعیۂ الٰہی اور امر حق پر قایم اور دائم رہے اور اسی نہج اوّل پر آخر عمر تک مستمر اور مضبوط رہے اور انکے عزم اور اصرار میں کچھ قصور اور تغیر و تبدل نہ پایا گیا اور جبکہ اس ضابطہ

فطرت اور قاعدۂ قدرت کے مطابق جس میں ہر ایک شخص کو اپنے دفع ضرر اور رفع ایذا کا
حق اور اختیار ہے انکو اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوا تب بھی وہ اسی[1] منوال پر باقی اور قایم رہے
اور نفسانی آرزوؤں اور دنیاوی خواہشوں نے انہیں اثر نہ کیا اور وہ اس نہج قویم اور صراط مستقیم
سے منحرف نہیں ہوئے تو ہم صریحاً بہ بداہت عقل یہ دیکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ بیشک اپنے
دعوے میں سچے تھے ورنہ اگر یہ سب کچھ تزویر ہوتی اور وحی اور تنزیل محض افترا اور فریب ہوتا
تو ممکن نہ تھا کہ یہ جھوٹ کا کارخانہ اور فریب کا سلسلہ ایسی مصیبتوں اور نقصانوں اور خوف تلف
جان کے موقعوں میں ایسی مدت دراز تک چل سکتا جب اِن کی وہ عظمت و ثروت جو پہلے
تھی اس مکاری و تزویر سے جاتی رہی اور انھیں جان کے لالے پڑگئے اور بے خانماں ہو کر
شہر چھوڑدینا پڑا اور اسی دعوے کی بدولت کثیر المال تاجر سے ایک مفتقر مہاجر ہوگئے تو ضرور
اِس جھوٹی بات اور زوری کے دعوے سے باز آتے اور اس عزم پر مستمر نہ رہتے کیونکہ
نقصانات تو ایسے صریح اور ظاہر تھے کہ جن کا روز بروز تجربہ ہوتا جاتا تھا پھر انھیں اور
کس بات کی امید تھی۔ دنیاوی عظمت اور جاہ و ثروت اپنی قوم میں جو پہلے سے تھی
(اور اِس مکاری سے بھی یہی ملتا) وہ تو اس بات کی بدولت کھو بیٹھے۔ اب اور کیا ملتا تھا۔

---

[1] اسکے ثبوت میں مولوی صاحب نے واشنگٹن ارونگ کا قول صفحہ ۳۵ میں نقل کیا ہے واشنگٹن ارونگ نے اِس شبہ کی بحث میں (کہ ہجرت کے بعد آنحضرتؐ کے افعال میں تغیر آگیا تھا) لکھا ہے کہ معارک جنگ میں فیروزمندی حاصل کرنے سے ایکی (محمدؐ میں) غرور یا جھوٹی شان وشوکت نہیں آئی جیسا کہ اگر یہ فیروزمندی ذاتی اغراض سے ہوتی تو آجاتی۔

جب ان کو بڑے سے بڑا تسلط حاصل ہوا جب بھی اُنکی سادگی اطوار و اوضاع ویسے ہی رہے جیسی کہ تکلیف کے زمانہ میں تھے۔ تکلفات بادشاہی سے تو وہ ایسے دور رہتے کہ اگر کسی مکان میں آتے وقت کوئی غیر معمولی رسم تعظیم کی ادا کیجاتی تو وہ ناخوش ہوتے۔ اگر انہیں تمام عالم پر سلطنت کی خواہش تھی تو وہی دینی سلطنت تھی اور جیسی کہ دنیاوی حکومت جو انھیں سے نکلی تھی اُسے بغیر خودنمائی کے برتتے تھے ایسا ہی اُنھوں نے اُسے اپنے ہی گھر میں مستمر رکھنے کی کوئی تدبیر نہیں کی جو دولت کہ انکو خراج اور غنیمت میں ملتی تھی وہ سب فتوح دینی کی ترقی اور فقرا و صحابہ کے رفع تکلیف میں صرف ہوتی تھی یہانتک کہ ہمیشہ انکا خزانہ خالی ہوجاتا تھا۔ عمر بن الحارث کا قول ہے کہ محمدؐ اپنی وفات کے وقت بجز ایک دلدل اور آلات حرب ایک قطعہ زمین جو اپنی ازواج و اولاد و فقرا کیلئے ہبہ کر گئے تھے اور نہ کوئی درہم چھوڑ گئے نہ دینار نہ غلام نہ کنیز نہ کچھ اور ایک مؤرخ کہتا ہے کہ خدا نے تمام روئے زمین کی چابیاں انکو دیں مگر اُنھوں نے نہ لیں۔ انتہیٰ ۱۲۔

یہ باتیں تو تبھی برقرار بلکہ روز افزوں اور متزائد رہتیں جبکہ وہ اپنی قوم سے مخالفت اور معاندت نکرتے اُسی دین یعنی عبادت اصنام و پرستش اوثان میں انکے جاہ و منصب کا مدار تھا جب اسی کے درپے بیخ کنی ہوئی تو پھر انھیں کس بات کے حصول کی توقع تھی اور وہ بڑھاپے کا زمانہ جس میں آیندہ کے حصول مطالب و منافع سے قطع امید و مایوسی ہوتی ہی اور جس میں سابق کے اندوختہ و اندوختہ اور زمان پیشین کی عزت و توقیر حاصل کی ہوئی پر قناعت کرنیکا زمانہ ہوتا ہی۔ پس ان باتوں پر نظر کرنے سے ہر ایک ذی بصیرت کو معلوم اور یقین ہو جائیگا کہ آنحضرتؐ بیشک اپنے دعوے میں سچے تھے اور نبوت کا اظہار جھوٹ نہ تھا جس میں اُنھیں کوئی غرض دنیوی اور مفاد نہ تھا یہ تو ایسی صریح اور بدیہی باتیں ہیں کہ کسی ذی شعور اور صاحب تمیز کو اس میں شک و شبہہ کا مقام نہیں اور ان کی صداقت ہر ایک کے دل میں یقینی ہو جاتی ہے۔ خصوصاً جس نے حالات نبوی کو بغور دیکھا ہو اور اُنکے مجاری احوال و طریق زندگی پر تامل اور انصاف سے نظر کی ہو چنانچہ عیسائی مورخوں نے بھی جنکو ایسے مشنریوں (یعنی پادری صاحبوں) کیطرح امر حق سے بغض و عداوت اور قساوت قلبی نہیں گو انکار نبوت میں راسخ قدم ہیں آنحضرتؐ کی تاریخ نویسی میں امر حق کے نہایت ظاہر ہونیکی وجہہ سے واقعی امر سے صریحاً چشم پوشی اختیار نہیں کر سکتے۔ مگر تعصب اور عندیہ اور اپنے مذہب کی طرفداری یا نبوت سے بے اعتقادی کی وجہہ سے صاف صاف نبوت الٰہیہ کا اقرار بھی نہیں کر سکتے انتہے چنانچہ چند شواہد ابھی مذکور ہوئے۔ ناظرین انصاف پسند مولوی صاحب کی اس عمدہ تقریر کو ملاحظہ فرمائیں پادری صاحب نے اس تقریر کا ایک مہمل خلاصہ کرکے پانچ باتیں اس میں قرار دی ہیں اور پھر ہر ایک کا جواب لکھا ہی میں ہر ایک بات کے جواب کو نقل کرکے اُس کی غلطی کھولتا ہوں۔

پہلی بات

تقلیع صفحہ ١٩ منشی صاحب کہتے ہیں کہ اُنھوں نے چالیس برس کی عمر میں دعوئے نبوت کیا یہ بات

سچ ہے لیکن اِس سن و سال میں دعویٰ کرنے سے کیا خوبی نکلتی ہے ہاں اِس عمر میں آدمی ذرا تجربہ کار ہو جاتا ہے۔ الخ۔

جواب۔ سبحان اللہ کیا فہم عالی ہے کہ اُردو عبارت کا مطلب بھی سمجھنا دشوار ہے مولوی صاحب صرف اس سن میں دعویٰ کرنیکو باعث عمدگی اور خوبی نہیں قرار دیتے بلکہ اُنکا مقصد یہ ہے کہ اس مدت عمر تک اپنی قوم میں معزز و ممتاز رہے اور صادق و امین کہلاتے رہے مہمات میں مرجع انام تھے جب اِس مدت تک ایک شخص اسقدر لوگوں کی نظروں میں معزز و ممتاز رہے اور اس قسم کی اُسکو وجاہت حاصل ہو اور مال کی طرف سے بھی حسب حالت اُس قوم اور ملک کے غنی ہو تو پھر اُسکو ایسا دعویٰ کرنا نہایت دشوار ہے جس سے اُسکی عزت اور امتیاز میں فرق آجائے اور جنکی نظروں میں وہ عزیز تھا اُنھیں کی نگاہوں میں حقیر ہو جائے اور نہایت مرتبہ کی مصیبت و تکلیف اُٹھائے علاوہ اسکے یہ سن منتہا ہے جوش جوانی کا وہ حوصلہ اور وہ اُمنگ جائز و ناجائز جو بیس ۲۰ برس کی عمر سے لیکر چالیس ۴۰ کے اندر تک رہتی ہے وہ اسکے بعد نہیں رہتی سن کہولت میں آدمی اُسی اندوختہ پر قناعت کرتا ہے جو پہلے اُس نے کر لیا ہے اور اگر بالفرض کچھ حوصلہ ضعیف سا باقی بھی رہا تو اسکے پورا کرنے میں اِس طرح سعی کرتا ہے کہ پہلا اندوختہ ہاتھ سے نہ جائے اُسی پر کچھ اور زیادتی ہو جائے نہ یہ بات کہ اِس مدت عمر کے اندوختہ کو بالکل ہاتھ سے کھو دے اور آیندہ کی امید رکھے اور اُسپر طرہ یہ ہے کہ تیرہ برس تک اُس قوم میں سخت مصیبت اور ذلت کے ساتھ رہے جس میں معزز و ممتاز تھے پھر کیا ممکن ہے کہ اس عمر کا حوصلہ اِس مدت تک ان سختیوں میں قایم رہے ہرگز نہیں۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اہل تجربہ کو اسکا خوب یقین ہوگا مگر افسوس کہ پادری صاحب کو کچھ خوف خدا نہیں ہے ہر جگہ فریب دیتے ہیں۔

دوسری بات

تقلیع صفحہ ۷۔ محمد صاحب موت تک اپنے دعوے پر ثابت قدم رہے۔ جواب جناب منشی صاحب مطلق ثابت قدمی کوئی عمدہ وصف نہیں ہے کہ جس شخص میں جس قسم کی ثابت قدمی پائی جائے

تو وہ ضرور سچا ہے ہزاروں شریر اور جاہل اور فریب خوردہ اپنی بُری حالت میں ثابت قدم رہ کر مر گئے۔ انتہے۔

جواب۔ پانی پتی صاحب کی دھوکے بازی تو دیکھو مولوی صاحب تو ایک تقریر مسلسل بیان کر کے مدعا ثابت کیا چاہتے ہیں جو ماقبل اور مابعد سے ملکر ایک پوری دلیل ہوگی پادری صاحب ایک فقرہ لیکر اُسے پوری دلیل قرار دیکر رد کرنے بیٹھتے ہیں۔ اس ثابت قدمی کو اُن امور کے ساتھ ملائیے جو میں پہلی بات کے جواب میں لکھ آیا ہوں کہ ابتدائے سن کہولت تک ایک وجاہت اور امتیاز کیساتھ رہنا اور مہمات امور میں مرجع انام ہونا اور پھر حالت کہولت میں ان سب کو ترک کر کے بلائیں پھنسنا اور ثابت قدم رہنا بیشک کمال خوبی ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ مصیبتیں جس غرض سے پادری صاحب کے نزدیک اُٹھائیں وہ تو بلا ان تکلیفوں کے باحسن وجوہ حاصل ہوسکتی تھی جسکا ذکر تقلیج ۱۲ کے جواب میں گزرا پھر اُسے چھوڑ کر ثابت قدمی دکھانا سوائے سچائی دعوی کے اور کیا ہوسکتا ہے۔ مولوی صاحب نے صفحہ ۸۵ میں ثابت قدمی کے بیان میں ایک حاشیہ لکھا ہے اُسمیں ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کی یہ ثابت قدمی بجز حقیقت دعوی کے اور کسی وجہ سے نہیں ہوسکتی پادری صاحب نے اُسکے جواب سے بالکل سکوت کیا۔

قولہ صفحہ ۱۷۔ ثابت قدمی اگر محمد صاحب کی نبوت پر دلیل کافی ہے تو اُن بیچارے لوگوں نے کیا قصور کیا ہے۔

اقول۔ اوّل تو کسی شریر اور جاہل اور فریب خوردہ کی اس طرح کی ثابت قدمی دکھایئے دوسرے اُن کا قصور خود تمھاری زبان سے ظاہر ہے اور۔ اُن کی شرارت اور جہالت تو فریب خوردہ ہونا اُنکے قصور کو بخوبی ثابت کرتا ہے حضرت ان سب عیوب سے مُبرا تھے۔ چنانچہ مخالفین نے بھی اسکو نہایت کشادہ پیشانی سے قبول کرلیا ہے اور انکی نیک چلنی اور دانائی اور ہشیاری کو بہت سے مسیحی اور لامذہب پکار پکار کر کہہ رہے ہیں بلکہ اُس سرور انبیا کی دانائی سے تو شاید کوئی اہل یورپ واقف کار منکر نہوگا اگر ایک متعصب اور بے انصاف دشمن نہ مانے تو نہ مانے

قولہ ۔ ثابت قدمی اُسی کی محمود ہی جسکی تعلیم اور خُلق اور پاکدامنی نے جہان کو مجبور کردیا وہ مسیح ہے ۔

اقول ۔ مگر یہ کہنا ہرگز زیبا نہیں ذرا انصاف کرو جو بندے سے خدا بنجائے اور ایک خدا کے تین بنائے اور اپنی عاجزی اور مجبوری کو خدا کیطرف منسوب کرے اور ایسے قبیح امر پر لوگوں کی نجات منحصر رکھے اس سے بدتر اور کیا تعلیم ہوگی ایسا معلّم اگر کیسی ہی نیک چلنی اختیار کرے مگر اُسکی نیک چلنی ہرگز قابل اعتبار نہیں ہوسکتی اور ظاہر ہے کہ جب دعوئے خدائی کیا تو نیک چلنی اختیار نہ کرتے تو کیا کرتے اگر بدچلنی کرتے تو لوگ کیسے معتقد ہوتے ایسے دعوی او تعلیم کے بعد کوئی نیک چلنی لایق مدح نہیں ہوسکتی البتہ یہ کلمہ حضرت محمد مصطفےٰ کی نسبت کہنا نہایت زیبا ہی کیونکہ تعلیم محمدی او خُلق محمدی نے ایک عالم کو ایسا مجبور کردیا کہ باوجود مخالفت اور غیر معتقد ہونے کے بہت سے عیسائی اور لامذہب بے اختیار تعریف کررہے ہیں جسکا ذکر کچھ تقلیع ۱۲ کے جواب میں گزرا اور کچھ آیندہ آئیگا ۔

قولہ ۔ صفحہ ۱۷ ۔ محمد صاحب کی نسبت ان امور ضروری کو دکھانا چاہیئے ۔

اقول ۔ جسکی آنکھیں ہوں دیکھے تمام قرآن اور احادیث اور علاوہ اُسکے مخالفوں کے اقوال موجود ہیں اگر کوئی آنکھ بند کرلے تو وہ آفتاب تاباں بھی نہیں دیکھ سکتا ہے اور نہ کوئی دکھا سکتا ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم * چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ۔

قولہ صلہ ۔ مدینہ میں بیٹھا کر دس برس تک ثابت قدمی دکھلاکے مرنا تو اُنھیں نہایت ہی ضرور تھا کیونکہ جس دعوے کے وسیلہ سے یہ شوکت ہاتھ آئی تھی اُس دعوے میں اور بھی گرمجوشی آویگی

اقول اے صاحب کہیں تو سیدھی راہ چلیئے یہ تو کہئے کہ اُنھیں مدینہ میں آکر ثابت قدمی دکھانا کیا ضرور تھا اگر اُنکی غرض حصول شوکت تھی تو اُنکے گھر ہی میں موجود تھی تمام قریش اُنھیں بادشاہ بناتے تھے جس سے چندروز میں سب کچھ ہوجاتا اور ان مصائب کی نوبت ہی نہ آتی اور یہ جو آپ کہہ رہے ہیں کہ جس دعوے کے وسیلے سے یہ شوکت ہاتھ آئی تھی ۔ یہ فرمائیے وہ کیا شوکت تھی اور کس طرح حضرت مدینہ میں بسر اوقات کرتے تھے کیا حضرت کو مدینہ میں راحت اُس سے زائد تھی جو بعد عقد خدیجہ رض تا دعوئے نبوت آپکو حاصل تھی کیا وہ شان و شوکت جو قریش

سے اتفاق میں حاصل ہوسکتی تھی اور جسکا ہونا نہایت بدیہی اور ظاہر امر تھا وہ شوکت بلکہ اُسکا دسواں حصہ آنحضرتؐ کو حاصل ہوا ذرا دل میں انصاف کرکے جواب دیجئے کوئی اِسکا جواب نہیں بجز اسکے کہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

قولہ صـــ۲ یا اُس سے کنارہ کشی ہوگی جو ساری کمائی کی بربادی کا باعث ہے۔

اقول۔ صاحبو یہ تو کہو جسوقت کنارہ کشی تمام کمائی کا باعث تھی مفت میں مال ملتا تھا جاہ میسر آتی تھی آیندہ بہت کچھ امید تھی اُسوقت کنارہ کشی کیوں نہ کی کہیں تو انصاف کرو اصل یہ ہے کہ پادری صاحب نے عقل وانصاف کو طاق میں رکھدیا ہے تعصب اور عناد کو اپنا رہنما بنایا ہے اسوجہ سے ایسی بے اصل ملحدانہ گفتگو کر رہے ہیں مدینہ کی ثابت قدمی کی وجہ تو یہ بیان ہوئی جسکو ناظرین نے ملاحظہ کیا اب مکہ کی ثابت قدمی کو بیان کرنا چاہتے ہیں مگر وہاں اُن کے طائر عقل کے پر کٹ گئے کچھ اگر مگر نہ چلی لکھتے ہیں صـــ۲ کہ ہاں دعوئے نبوت سے ہجرت کے وقت تک نہ لڑنا ممکن تھا پر کوئی سبب سخت زلزلہ کا بھی نہ تھا ایک دو یا زیادہ کم آدمی کبھی کبھی ضرور مرید ہوتے رہتے تھے انھیں امید نظر آتی تھی الخ۔ میں کہتا ہوں کہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ ایک دو کے مرید ہونے میں تو امید نظر آتی تھی اور جب سارے قریش یکبارگی مرید ہونا چاہتے تھے اُسوقت امید نظر نہ آتی ہوگی اگر ایسی امیدوں کے لئے ان مصیبتوں کا جھیلنا گوارہ کرتے تھے تو وہ امیدیں تو بغیر مصائب جھیلے مفت میں حاصل ہوتی تھیں چنانچہ ۱۲ تقلیع کے جواب سے ظاہر ہوا پھر کیوں ان مصائب کو اختیار کیا اِس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت کا مقصود یہ ہرگز نہ تھا بلکہ وہاں مطلوب صرف حکم الٰہی کا بجالانا تھا۔ اِس کے بعد پانی پتی صاحب تقریر کرتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ حضرت کا بت پرستی مٹانا اپنی ناموری اور مرشد بننے کیلئے تھا چنانچہ لکھتے ہیں۔ جو کوئی عرب ذرا بھی فکر کریگا وہ ضرور میری مجرد وحدت کی نسبت بُت پرستی کو بُرا جانیگا اور میں پیر و مرشد بن جاؤنگا اور اگر میں مر بھی گیا تو کیا مضائقہ ہے آخر سب کو مرنا ہے میرا نام تو عرب میں مشہور رہیگا۔ انتہیٰ۔ ناظرین ملاحظہ کریں کہ پادری صاحب کیسی بیہودہ ملحدانہ تقریر کرتے ہیں بھلا ایسے واہی اعتراضوں

اور بے اصل بدگمانیوں سے کون اولوالعزم نبی یا ولی بچ سکتا ہے کیا یہود نے حضرت مسیحؑ پر اس سے زیادہ بدگمانیاں نہیں کیں۔ پادری صاحب یہ تو بتائیں کہ وہ کونسا نبی ہے جو ملحدوں کی بدگمانیوں سے بچا ہوا ہے مگر ایسی بدگمانیوں سے ہرگز کسی مقدس کی شان میں بٹہ نہیں لگتا بلکہ وہ بدگمانی کرنے والا اپنی بدطینتی کو ظاہر کرتا ہے پادری صاحب نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ پہلے تو ہم کہہ آئے ہیں کہ حضرتؐ کو بادشاہ بننے کی آرزو تھی اسلئے ایسا دعویٰ کیا اور یہاں اُس دعوے کی غرض صرف ناموری اور شہرت بتاتے ہیں ظاہر ہے کہ جسے بادشاہت کی تمنا ہوگی وہ ایسے خیالات کب پسند کریگا کہ موت تک حصول مقصود نہوا اور پیچھے ناموری ہو وہ تو یہی کہیگا کہ ع

بس انکہ من نہ مانم بہ چہ کار خواہی آمد ✠ اے بھائیو جو ذرا بھی انصاف سے غور کریگا وہ بالیقین جانیگا کہ حضرت کو مقصود نہ بادشاہت تھی نہ ناموری اگر ان دونوں میں کوئی امر بھی مطلوب ہوتا تو قریش نے جسوقت اتفاق کی تمنا کی تھی بے تردد آپ اتفاق کر لیتے کیونکہ اسمیں دونوں باتوں کا حصول ممکن تھا۔

تیسری بات

قولہ صفحہ ۲۵ منشی صاحب کا یہ کہنا کہ محمدؐ صاحب اس دعوے کے سبب ایک امیر آدمی سے غریب بن گئے اُن کا بہت سا دنیاوی نقصان ہوا یہ بات درست نہیں ہے وہ ہرگز ایسے امیر اور دولتمند نہ تھے جیسے منشی صاحب بتلاتے ہیں۔

اقول تعجب ہے تو ایسا ہو کہ اگر آفتاب کو منور کہا جائے تو اُس سے بھی انکار ہو۔ ناظرین منشی صاحب کے قول کو ملاحظہ کریں وہ لکھتے ہیں کہ اس حرکت سے (یعنی دعوئے نبوت کرنے اور عرب کو گمراہ بتانے سے) انکی ساری امارت اور دولت وجاہ و ثروت برباد ہوگئی سب لوگوں نے راہ رسم ترک کر دی اور تمام خاص و عام شہری اور دہقانی سب کے سب دشمن ہو گئے ان باتوں میں سے پادری صاحب صرف ایک بات کی نفی کرتے ہیں مگر جس شخص نے تواریخ کا ملاحظہ کیا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یہ نفی محض فریب و دھوکا ہے کیا اس میں شک ہے کہ بی بی خدیجہؓ کے مال سے آنحضرتؐ غنی ہو گئے تھے دیکھو عیسائی مورخ واشنگٹن ارونگ کیا لکھتا ہے جسکی نقل اوپر کی گئی اور دیکھو

سیرت ابن ہشام کا صفحہ ۱۱۹ و ۱۲۰۔ اُس میں لکھا ہے۔ وکانت خدیجۃ ابنۃ خویلد امراۃ تاجرۃ ذات شرف ومال وکانت خدیجۃ یومئذ اوسط نساء قریش نسباً واعظمہن شرفاً واکثرہن مالا یعنی خدیجہؓ ایک عورت تاجرہ اور شریف اور مال والی تھیں اور اُسوقت میں خدیجہؓ نسب کی رو سے تو اوسط مرتبہ کی تھیں اور باعتبار شرافت کے بہت بڑی تھیں اور باعتبار مال کے سب قریش سے زیادہ تھیں اور لطف یہ ہے کہ تاریخ محمدی کے صفحہ ۶۶ میں پادری صاحب خود ہی تحریر کرتے ہیں۔ وہ عورت (یعنی خدیجہؓ) حسین اور ادھیڑ تھی اور رانڈ اور مال بھی جو نفسانی آدمی کی شہوت کو برانگیختہ کرتا ہے کثرت سے تھا انتہے۔ اب کہئے کہ جب مال اُنکے پاس کثرت سے تھا اور پھر اُنھوں نے حضرت سے نکاح کیا تو وہ مال کہاں گیا کیا اس مال سے حضرت کو ثروت حاصل نہوئی کیا زبردستی کا انکار صفحہ ۴۷ میں پانی پتی صاحب اُسکا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ "یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانے کی سوداگری کے مانند اُسوقت عرب کی سوداگری نہ تھی" اہل انصاف اس جواب کو ملاحظہ کریں بھلا منشی صاحب نے یہ کب کہا تھا کہ اُسوقت کی سوداگری اسوقت کے مانند تھی اسکو جواب سے کیا تعلق ہے منشی صاحب کی غرض تو یہی ہے کہ حسب حال اُسوقت کے حضرت کو کامل ثروت حاصل تھی کیونکہ تاریخ ابن ہشام سے ابھی نقل کیا گیا کہ خدیجہؓ آپکی بیوی قریش میں سب سے زیادہ مالدار تھیں لہذا اُسوقت کے لحاظ سے آنحضرتؐ اتنے بڑے امیروں میں ہوگئے تھے کہ قریش میں دوسرا آپ کا مقابل نہ تھا اور یہ امر نہایت ظاہر ہے کہ ہر شخص ذی ثروت اُسیوقت اور اُنھیں لوگوں کے اعتبار سے کہا جاتا ہے جس زمانے اور جن لوگوں میں وہ ہوتا ہے جس شخص کو آجکل صاحب ثروت اور صاحب جاہ کہیں گے وہ اسی زمانہ کے لحاظ سے کہیں گے اگر آئندہ کوئی وقت ایسا آئے کہ نہایت ترقی دنیاوی ہو جائے اور بدرجہا اسوقت سے زائد لوگوں کو ثروت ہو تو کیا اسوقت کے صاحب ثروت کو صاحب ثروت کہنا غلط ہو جائیگا ہرگز نہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو شخص جسوقت میں صاحب ثروت کہا جاتا ہے اُسکو باعتبار اُسی زمانے اور اُسی قوم کے جسمیں وہ ہے اپنی ثروت عزیز ہوتی ہے جسے اُسکا دل ہرگز چھوڑنے کو نہیں چاہتا

جبتک کہ کوئی امر اُسے مجبور نہ کردے جیسے آنحضرت کو جوش محبت الہی اور اتباع فرمان ایزدی نے مجبور کردیا تھا۔ غور کا مقام ہے کہ جب قریش نے آپکے چچا ابوطالب سے آکر شکایت کی اور یہ ظاہر کیا کہ یا تو تم اپنے بھتیجے کو اس دعوے سے باز رکھو یا ہمارے حوالے کردو یا لڑائی کا سامان کرو ابوطالب تمام قوم کا اتفاق دیکھکر مجبور ہوئے اور آنحضرت ؐ سے کہا کہ یہ لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں اب تمکو چاہیئے کہ اس دعوے کو چھوڑدو آنحضرت اوّل تو اس کلام کو سنکر غمگین ہوئے اور سمجھے کہ ہمارے چچا اب ہمارا ساتھ نہیں دیا چاہتے مگر پھر بھی یہی فرمایا۔ واللہ یا عم لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی شمالی ما ترکت ہذا الامر (ابو الفدا و ابن ہشام) یعنی اے چچا قسم خدا کی ہے اگر اہل عرب آفتاب کو میری داہنی طرف اور مہتاب کو بائیں طرف رکھدیں تو بھی میں اس امر کو نہ چھوڑونگا یعنی سرداری اور مال و دولت تو کیا چیز ہے اگر بالفرض وہ جاہ و منصب میرے لئے مہیا کردیں جسکا مہیا ہونا انسان کے لئے غیر ممکن ہے تو بھی مجھے منظور نہیں ہے میں جس امر کے لئے مامور ہوں اُسے بغیر پورا کئے نہ رہونگا۔ پھر اب کہیے کہ یہ جوش حقانیت نہیں تو کیا ہے۔

قولہ ص۵۔ مگر بعد دعوے نبوت کے چند برس کی تکلیف مناسب کے پیچھے ہم اُنھیں اتنا بڑا بادشاہ عرب کا دیکھتے ہیں کہ اُنکے آبا و اجداد میں کبھی کوئی نہیں ہوا پس ہم پوچھتے ہیں کہ اس دعوے نبوت کے سبب سے نقصان اُٹھایا یا فائدہ۔

اقول۔ ہم اہل انصاف سے خواستگار ہیں کہ اس معترض سے دریافت کریں کہ اُس بڑی بادشاہت میں اُنھوں نے کونسا محل بنوایا اور کونسے کھانے پینے کا عیش برتا اور کیا جائداد اور مال و متاع اپنے وارثوں کو چھوڑ گئے صاحبو محل کا یہ حال ہے کہ ایک ٹوٹے حجرے میں آپ رہا کرتے تھے پیوند لگائے کپڑے پہنتے تھے کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھاتے تھے گھر میں چراغ کیلئے تیل تک نہیں ہوتا تھا صاحبو حضرت نے مدینہ جاکر یہ بادشاہت کی اور یہ فائدہ اُٹھایا کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جب خدیجہ رض سے آنحضرت ؐ کا نکاح ہوگیا ہے تو آپکو ان تکالیف اور تنگی معاش کا وہم و گمان تھا جو مدینہ میں ہوئی ہرگز نہیں اور سُنیئے اسکے علاوہ طرہ یہ ہوا کہ جب انتقال فرمانے لگے تو کھدیا

کہ ہم انبیا کے گروہ میں سے ہیں نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کسی کو وارث چھوڑتے ہیں لیجیئے وہ تمام بادشاہت ختم ہوگئی اب کہیے کہ وہ ملک وسلطنت کسکے لئے تھی بھلا کوئی شخص تمام عالم میں ایک بھی ایسی نظیر بتا سکتا ہے جسنے ایسی دشواریوں سے سلطنت حاصل کی ہو اور باوجود محبت اولاد اور اہل وعیال کے کسیکو وارث نہ قرار دیا ہو۔ اور بالفرض اگر حضرت مدینہ میں آکر بادشاہ ہوگئے اور عیش بھی کئے تو بھی سراسر نقصان اُٹھایا کیونکہ اگر قریش کی اُس پنچاینت کی رائے منظور کرلیتے جسکا ذکر تقلیع ۱۲ کے جواب میں گزرا تو بلا تردّد اور بغیر کلفت عرب کے علاوہ دور دور کے بادشاہ ہوگئے ہوتے پھر آپنے یہ کلفت اور سخت مصیبتیں کیوں اُٹھائیں اور وہ بڑی بادشاہت جو عرب کے اتفاق سے حاصل ہوسکتی تھی کیوں آپنے اختیار نہ کی اب کہیے کہ دعوئے نبوت سے فائدہ ہوا یا نقصان ناظرین انصاف کریں کہ پادری صاحب کیسے مغالطے دیتے ہیں۔

چوتھی بات

قولہ صفحہ ۷۵ پھر منشی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت نے یہ تکلیف کیوں اُٹھائی نقد فائدہ تو اُسوقت نظر نہ آتا تھا **جواب** اوّل تو اس میں کلام ہے کہ کونسی بیحد تکلیف اُٹھائی ہاں شروع میں کچھ تکلیف اُٹھائی کہ شہر کے لوگ دشمن ہوگئے تھے جیسے اسوقت نئے عیسائیوں کے ہوجاتے ہیں **اقول** معلوم نہیں کہ پادری صاحب نے بیحد تکلیف کس چیز کا نام رکھا ہے کیا جان جانے کا نام بیحد تکلیف ہے مگر ظاہر ہے کہ بعض وقت روحانی تکالیف جان جانے سے زیادہ صدمہ دہ ہوتی ہیں پھر تیرہ برس کے عرصہ میں کیا کچھ نہ صدمات روحانی آپنے اُٹھائے تھے۔ مگر چونکہ اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ وَاللہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ یعنی اللہ تجھے بچالیگا لوگوں سے اسلئے آپ کی جان محفوظ رہی اور بعض بیدین کسیقدر حمایت بھی کرتے رہے اب ناظرین مجملاً تکالیف کا بھی حال سن لیں اور تفصیل منظور ہو تو کتب تواریخ وغیرہ ملاحظہ کریں۔

(۱) مدارج النبوۃ میں ہے کہ کفار قریش کا یہ حال تھا کہ کوئی تو حضرت کے سر پر مٹی ڈالتا تھا

کوئی راہ میں کانٹے رکھ دیتا تھا اور جب باہر نکلتے تو پتھر مارتا تھا دروازے میں خون ڈال جایا کرتے تھے۔ یہ کیفیت برسوں تک رہی خیال کرنے کا مقام ہے کہ کیسی عافیت تنگ ہوگی۔

(۲) ایک مرتبہ آنحضرت سجدہ میں خدا کی عظمت بیان کر رہے تھے کہ ایک کافر نے آکر ایسا گلا دبایا کہ قریب تھا کہ آپ کی آنکھیں نکل پڑیں۔

(۳) ایک بار حضرت کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی مُعَیط نے آنحضرتؐ ہی کا کپڑا لیکر آپ کی گردن میں ڈالکر اس زور سے گل پھندا دیا اور گلا گھونٹا کہ آنحضرتؐ کا دم بالکل رک گیا اور قریب تھا کہ دم نکل جائے مگر حضرت ابوبکرؓ نے آکر اُس شقی کے بازو پکڑے اور اُسکو دفع کیا اور کہا کہ کیا تم ایسے شخص کو مارتے ہو جو اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے۔

مقام غور ہے کہ جب قریش کی عداوت کا یہ حال تھا کہ جان کے خواہاں تھے (دیکھو اِسی واقعہ میں اگر حفاظت خدا نہوتی اور ابوبکرؓ نہ آجاتے تو اُس شقی نے مار ڈالنے میں کیا کسر رکھی تھی) تو ایسی حالت میں مخالفت کر کے کیا امید ترقی کی ہوسکتی ہے یہ امور تو اس بات کی کامل شہادت دیتے ہیں کہ آنحضرتؐ کو اپنے دعوے سے دنیاوی ترقی منظور نہ تھی ورنہ قریش سے ایسی مخالفت ہرگز نہ کرتے۔

(۴) ایک مرتبہ رسول اللہؐ سجدہ میں خدا کی تسبیح کر رہے تھے اور آپکے گرد چند آدمی قریش کے بیٹھے تھے اُن میں سے عقبہ بن مُعَیط اُٹھا اور اوجھڑی بچہ دانی لیکر حضرت کی پشت پر رکھدی حضرت سجدے میں پڑے رہے یہاں تک کہ آپکی صاحبزادی تشریف لائیں اور اُنھوں نے پیٹھ پر سے اُتارا

(۵) ابوالفداؔ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ جب حضرت خدیجہ اور ابو طالب کا انتقال ہوگیا تو حضرت پر پے درپے مصیبتیں پڑنے لگیں اور قریش نے آپکو سخت تکلیفیں دیں خصوصاً ابُولہب اور حکم بن العاص اور عقبہ نے کیونکہ یہ حضرت کے پڑوسی تھے اکثر نماز پڑھنے کی حالت میں اور کھانے میں غلاظت ڈال دیا کرتے تھے۔

(۶) ابن ہشام روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے

راہ میں جو قریش ملا اُسنے حضرت کو جھٹلایا اور بہت کچھ تکلیف پہنچائی یہاں تک کہ مجبور ہو کر
حضرت گھر لوٹ آئے اور ایذا رسانی کی تکلیف سے آپ نے کمبل اوڑھ لیا (ظاہر ہے کہ جب
انسان کے جسم پر نہایت صدمہ پہنچتا ہے اور چوٹ کی وجہ سے بیتاب ہو جاتا ہے تو اسکا دل
لرزنے لگتا ہے۔ اور ایک قسم کی سردی معلوم ہونے لگتی ہے ۔) اس سے معلوم ہوا کہ اُسوقت
حضرت کو نہایت ہی تکلیف پہنچائی گئی تھی کہ آپ نے آکر کمبل اوڑھ لیا۔

(۷) ابن ہشام وغیرہ لکھتے ہیں کہ موسم حج میں جہاں لوگوں کا مجمع ہوتا تھا حضرت تشریف لیجاتے
تھے اور وعظ و پند کر کے لوگوں کو خدا کی راہ کی طرف بلاتے تھے اور ابو لہب کو چونکہ سخت
عداوت تھی وہ اکثر ایسے موقع میں موجود ہوتا تھا اور آنحضرت کے پیچھے سے پتھر مارا کرتا تھا
یہاں تک کہ بعض مرتبہ آپکے ٹخنے اور قدم زخمی ہو گئے اور اُنسے خون بہنے لگا یہ قصہ روضۃ الاحباب میں بھی ہے ۔

(۸) ایک روز قریش کعبہ کے گوشہ میں بیٹھے تھے اتنے میں حضرت کا ذکر آیا کہنے لگے کہ ہمنے اسکی باتوں
پر بہت صبر کیا یہ ہمارے باپ دادونکو بُرا کہتا ہے ہمارے دین کو عیب لگاتا ہے ہمارے عقلمندونکو
بیوقوف بتاتا ہے اتنے میں حضرت بھی تشریف لائے اور بیت اللہ کے طواف میں مشغول ہوئے
جب طواف کرتے ہوئے حضرت قریش کی طرف جاتے تھے تو قریش سخت کلمات کہتے تھے
حضرت نے ایک بار جواب دیا کہ قسم خدا کی میں تمہیں ذبح کرنے آیا ہوں یعنی اگر تم میری بات کو
نہ مانوگے تو خدا تمھیں ہلاکت ابدی نصیب کریگا اُسوقت کچھ ہیبت اُنکو ایسی سمائی کہ حضرت
کی خوشامد سی کرنے لگے حضرت طواف خانہ کعبہ یعنی نماز ابراہیمی پوری کر کے گھر تشریف لائے
دوسرے روز وہ قریش پھر جمع ہوئے اور روز گذشتہ کے سکوت پر پچتائے اتنے میں حضرت
بھی تشریف لائے قریش دیکھتے ہی سب کے سب یکبارگی حضرت کے سر پر آچڑھے اور کہنے لگے
کہ تو ہی ہمکو ایسا ایسا کہتا ہے حضرت نے کہا ہاں میں نے کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں ایک شخص
نے حضرت کی چادر کا کونا لیکر حضرت کے گل پھندا دے دیا یہانتک کہ حضرت کا دم گھٹنے لگا
حضرت ابوبکرؓ فریاد کرنے لگے اور کہتے تھے کہ کیا تم قتل کرتے ہو ایسے شخص کو جو اللہ کو اپنا پروردگا

کہتا ہی اور تمھارے پاس معجزات لایا ہے۔ قریش رسول اللہ کو چھوڑ کر اُنکے پیچھے پڑ گئے اور ڈاڑھی پکڑ کر اُنکو مارنے لگے پادری صاحب تاریخ محمدی کے صفحہ ۷۱ میں لکھتے ہیں کہ قریش نے ابوبکر کو ایسا جوتیوں سے مارا کہ بیہوش کر دیا اب میں دریافت کرتا ہوں کہ پادری صاحب جو کہتے ہیں کہ کچھ ایسی تکلیف نہیں اُٹھائی تھوڑی سی تکلیف اُٹھائی جیسی اسوقت کے نئے عیسائیوں کو ہوتی ہی اب وہ فرمائیں کہ وہ بھی نئے عیسائی ہیں کتنی مرتبہ اُنکے پیرو سے خون بہا ہے اور کب اُنکے مخالفین نے مارے جوتوں کے اُنھیں بیہوش کر دیا ہے اور کے مرتبہ اُنکے گرجا اور کھانے میں غلاظت ڈالی گئی ہی الحاصل برسوں انواع انواع کی تکالیف کفار عرب دیتے رہے جب دیکھا کہ ان باتوں سے باز نہیں آتے تو سب نے ملکر مشورہ کیا کہ ان سے اور جسقدر انکے ساتھی اور معاون و مددگار ہیں سب سے راہ و رسم قطع کر دو اور کسی طرح کی صلہ رحمی اُن سے نہ کرو نہ باہم لین دین کیا جائے نہ بیاہ نکاح ہو یہاں تک کہ بول چال بھی بند کر دی جائے اِس مضمون کا ایک عہد نامہ لکھا گیا اور اُسے اطلس میں لپیٹ کر اُسپر موم لگا دیا گیا اور سب کی مہریں اُسپر ہو گئیں اور عہد کی مضبوطی کے لئے خانۂ کعبہ میں لٹکا دیا گیا جب ابو طالب نے یہ سنا تو اپنے قبیلہ کو لیکر ایک گھاٹی میں جا بیٹھے تاکہ ان کے شر سے محفوظ رہیں تین برس تک حضرت مع تمام اپنے ہمراہیوں کے اِس گھاٹی میں قید رہے اِس عرصے میں ہر طرح کی ایذا اُٹھائی کسی کی مجال نہ تھی کہ برسر اعلان دانہ پانی اُس گھاٹی میں لیجائے یا اُسکے اندر سے باہر آئے اگر اتفاقاً کسی ضرورت سے کوئی باہر نکل آیا اور اُنھوں نے دیکھ لیا تو اُس بیچارے کی کمبختی آجاتی تھی موسم حج میں جو وہ باہر نکلتے تو اہل مکہ صبح تڑکے اُن کی خبر لینے کو پہنچتے پھر اُنھیں کی تاک میں رہتے یہاں تک کہ کھانا بھی بازار ہی میں کھاتے اور جسوقت اُنھیں کوئی ملجاتا اُسے خوب ہی ایذا دیتے جب اِس قیدخانہ میں اہل اسلام وغیرہ کا تنگ حال ہو گیا اور نہایت کو تکلیف پہنچ گئی اُسوقت قدرت خدا نے اپنے نبیؐ کی حمایت

ف۱ دین کے کام میں اہل اللہ کو بیدین اسی قسم کی تکلیفیں و ذلتیں پہنچایا کرتے ہیں اور ملحدین ایسی باتوں پر ٹھٹھا کیا کرتے ہیں چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وقت صلیب دینے کے کفار نے بہت کچھ ذلتیں دی تھیں یہاں تک کہ کوڑے مارے تھپڑ لگائے اور منہ پر تھوکا وغیرہ دیکھو یوحنا ۱۹ باب ۱۲

اِس طرح فرمائی کہ اُس عہدنامے کو کیڑا کھا گیا اور بجز نام خدا کے کہ اُسکے شروع میں لکھا ہوا تھا اور کوئی حرف باقی نہ رہا اور آنحضرت صلعم کو الہام ربانی سے اُسکی خبر ہوئی حضرت نے ابو طالب سے کہا ابو طالب اپنے تمام قبیلے کو لیکر قریش کے پاس آئے اور کہا کہ ہم تمھارے پاس ایک کام کو آئے ہیں تمھیں چاہیئے کہ عدل وانصاف سے پیش آؤ اس بات پر اُسوقت قریش راضی ہوئے ابو طالب نے اُن سے کہا کہ محمدؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایک کیڑا بھیجا کہ اُس نے تمھارے عہدنامے کو سوائے نام خدا کے بالکل کھا لیا ہی اور اے قریش میں نے آجتک اُن سے کبھی جھوٹ نہیں سنا ہے (مقام انصاف ہے کہ ابو طالب کے اِس قول سے کیسی سچّائی آنحضرت کی ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ حضرت بچپن سے اُن کے سامنے پچاس برس کے قریب ہونے آئے مگر ایک جھوٹ بھی اُنھوں نے حضرت کا نہیں سنا) اب تم اُس عہدنامے کو منگاؤ اور دیکھو اگر محمدؐ کا کہنا سچ ہے تو خدا سے ڈرو اور اپنے اِس بُرے عہد سے باز آؤ اور اگر جھوٹ ہے تو میں اُن کو تمھارے حوالے کردونگا پھر تمھیں اختیار ہی جو چاہنا سو کرنا سب نے اِس بات کو پسند کیا اور اُس عہدنامے کو منگوایا اور کھولکر دیکھا تو واقع میں ویسا ہی پایا جیسا آنحضرت نے فرمایا تھا جب تو ابو طالب نے اُنھیں ملامت کی اور وہ سب کے سب منہ ہوکر چپ ہو رہے (مگر شقاوت ازلی اور عناد قلبی کی وجہہ سے ایمان نہ لائے) اسکے بعد آنحضرت اُس قید خانہ سے باہر آئے اور کچھ کم نو ۹ مہینے تک آپ عافیت سے رہے اسکے بعد ابو طالب کا انتقال ہو گیا پھر تو قریش نے نہایت ہی تکلیف دینا شروع کی یہانتک کہ ابو لہب جو بہت بڑا دشمن تھا اُسکو بھی رحم آگیا اور حضرت کی حمایت کرنے لگا مگر بہت تھوڑے روز اُسنے حمایت کی پھر ابو جہل اور عقبہ نے اُسے بہکا دیا اور بدستور وہ بھی دشمن ہو گیا یہ مختصر کیفیت آنحضرت کے تکلیف کی بیان کی گئی اور جو کچھ تکالیف آپکے تابعداروں کو ہوئی ہیں اُس کے سُننے سے تو کلیجہ منہ کو آتا ہے خدا کی پناہ قریش نے کیسا کیسا ظلم کیا ہی اُس کوہستان اور ریگستان میں دوپہر کے وقت گرمی میں پتھروں پر دھوپ میں لٹانا اور وہ

گرم گرم پتھر اُن کے سینے پر رکھنا اور تیل گرم کرکے عورتوں کے مقام خاص میں ڈالنا کیا کیا بیان کروں دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ بایںہمہ پادری صاحب فرماتے ہیں کہ کونسی بیجد تکلیف اُٹھائی اِس حق پوشی کا کچھ ٹھکانا ہے۔

قولہ صفحہ پھر دیکھو کہ باعث تکلیف اُٹھانے کا کیا تھا یہ کہ بُت پرستی سے منع کرتے تھے اور بُت پرستی سے منع کرنا نبوت ہی پر منحصر نہیں ہے۔

اقول الحمدللہ یہاں تو حق بات زبان سے نکل گئی شاید بھول گئے واقعی سچ یہی ہی کہ حضرت کے تکلیف اُٹھانے کا باعث یہی تھا کہ بُت پرستی سے منع کرتے تھے اور اُس وحدہٗ لاشریک کی خالص توحید پھیلایا چاہتے تھے اگر اسید تھی تو یہی تھی کہ دین حق شائع ہو بُت پرستی کی جڑ کٹ جائے تثلیث کا نام مٹ جائے نہ بادشاہت کا خیال تھا نہ جاہ کی خواہش تھی اگر کوئی عناد کے رو سے دل کے جلے پھپھولے توڑے اور اپنے خیالی پُلاؤ پکائے تو اُس سے امر حق باطل نہیں ہوتا باقی یہ کہنا کہ بُت پرستی سے منع کرنا نبوت ہی پر منحصر نہیں ہی بالفرض مانا مگر یہ فرمائیے کہ نبوت پر کیا امر منحصر ہے جنکو آپ نبی مانتے ہیں اُنمیں کوئی ایسی بات بتائیے جو نبوت پر منحصر ہو کیا کرشمہ دکھانا نبوت پر منحصر ہی پھر کیا انجیل میں نہیں لکھا ہی کہ بہت سے جھوٹے نبی آئینگے اور بڑے بڑے معجزے دکھائینگے کیا بھوت پلیت کو نکالنا یا بیمار و نکو اچھا کرنا نبوت پر منحصر ہے دیکھو اسوقت تک بہت تعویذ اور گنڈے والے بھوتونکو نکالتے ہیں بہت فقیر دُکان لگاکر بیٹھتے ہیں اور بیمار آتے ہیں اور جہاں اُنھوں نے خاک کی چٹکی دی یا دم کیا اور وہ چنگے ہوئے کوئی کہتا ہے کہ میرا بیس برس کا دمہ ایک ذراسی خاک کی چٹکی سے جاتا رہا کوئی کہتا ہے کہ میرا بدن بگڑ گیا تھا فقیر صاحب نے اپنا جھوٹا پانی دیا وہ بدن پر لگاتے ہی بدن صاف ہو گیا اُنکے مریدوں سے سنیئے کیسی لمبی چوڑی ہانکتے ہیں جسکی نہایت نہیں پھر کیا تعلیم عمدہ نبوت پر منحصر ہے ہم دریافت کرتے ہیں کہ وہ کونسی تعلیم عمدہ انجیل میں ہے جو اور کتابوں میں نہیں ہی البتہ اگر خدا کو ایک کہکر تین ماننا اور تین کو ایک کہنا عمدہ تعلیم ہے اور خدا کو ایک جسم میں مقید

خیال کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ ذات پاک اپنے بندوں کو کسی طرح نجات نہ دے سکی بغیر اسکے کہ خود اُن کے گناہوں کے عوض جہنم میں جائے اور طرح طرح کی ذلتیں اور تکلیفیں اُٹھائے اگر پادری صاحب کے نزدیک یہی تعلیم نبوت پر منحصر ہے تو بیشک آپ کی کتاب اور آپکے نبی (جنکا وجود پادری صاحب کے خیال سے باہر نہیں ہے) بے نظیر ہیں مگر ہم ایسی کتاب اور ایسے نبی کو نہیں ماننا چاہتے ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ راہ سیدھی جہنم کو گئی ہے جہاں ہمیشہ رونا اور دانت پیسنا ہے۔ نہیں معلوم کہ یہ تثلیث کے ماننے والے اور خدا کو جہنم میں ڈالنے والے ہنود کا کیا قصور بتاتے ہیں وہ بھی کرشن جی کو اور رام جی کو اوتار کہتے ہیں اور جو کچھ اُنھوں نے کام کئے ہیں اوّل تو ذی علم اُن میں اُن روایتوں کو تسلیم نہیں کرتے اور جو تسلیم کرتے ہیں وہ اُن افعال کو از قبیل اسرار بتاتے ہیں جیسے آپ تثلیث اور کفارے کو اسرار کہتے ہیں کوئی فرق بتائیے اسکے بعد جو آپ نے صفحہ ۲ میں اپنے عندیے جمائے ہیں اور خیالی پلاؤ پکائے ہیں اُن کا جواب بھی سن لیجئے۔

قولہ۔ دنیا کی طرف سے بھی روزگار کی تنگی ہے۔

اقول۔ یہ محض جھوٹ ہی حضرت خدیجہ کے مال سے آنحضرت کو خوب فارغ البالی تھی۔

قولہ۔ بہتر ہے کہ خدا کی وحدت کو خوب پکڑوں۔

اقول۔ یہ صحیح ہے اور ہر نبی کو اوّل یہ خیال لازم ہے نہ تثلیث یا تربیع کا اعتقاد۔

قولہ۔ اور عبادت بھی اپنی مرضی کے موافق کروں۔

اقول۔ عقل سلیم بے تردد یہ کہتی ہے کہ جب ایسی ظلمت کے وقت میں نبی مبعوث ہو کہ چاروں طرف گمراہی کی گھٹا محیط ہو اور ادنے سے لیکر اعلےٰ تک سچی راہ سے بھٹک گئے ہوں تو ضرور ہے کہ وہ نہایت سچائی اور جوش دلی سے خدا کی عبادت کا وہی طریقہ اختیار کریگا جو اُسکے پاک دل میں جوش مارتا ہوگا جبتک پیغام الٰہی اسکے پاس نہیں آیا اور عالم میں تاریکی چھائی ہوئی ہے کوئی ہادی نہیں ہے تو بجز اسکے اور کوئی طریقہ نہیں ہے کہ بے لوث

ہو کر اُسی رہبر کا اتباع کرے جو اللہ نے ہر ایک انسان میں رکھا ہے ایسی حالت میں نہایت نیک نیتی اور کمال خوبی یہی ہے اور بس۔

قولہ - جب اس مرتبہ خیال آگیا تو اُس روح نے جو سب کے درپے ہی اپنی تاثیر کیلئے اچھا موقع پایا الخ۔

اقول - چنانچہ اُسی روح نے پولوس وغیرہ میں خوب ہی اپنا اثر دکھایا اور انکو دعوئے نبوت پر جمایا۔ صاحبو کہیں ایسے خیالات اور توہمات سے کسی کی شان میں دھبہ لگ سکتا ہے۔ انصاف کرو کہ کون ایسا شخص مقدس گزرا ہے جسکی نسبت یہ توہمات نہیں ہو سکتے ہر ملحد بیدین انبیا کی شان میں ایسی باتیں بنا سکتا ہے جیسی پادری صاحب نے صفحہ ۷ میں کی ہیں پادری صاحب کے بقول جنھوں نے خدائی کا دعوے کیا باوجودیکہ سر ٹیکنے کو جگہ نہ تھی اُن کی نسبت ایسے کلمات کہنے کو کون امر مانع ہے ذرا پادری صاحب گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں اور اپنا الحادین ظاہر نہ کریں اسکے بعد پادری صاحب غیرت مندی کی تقسیم کرتے ہیں مگر وہ اُسوقت قابل لحاظ ہوتی کہ ہر ایک قسم کی شناخت بیان کرتے صرف دعوے کرنا کہ فلاں میں اس طرح کی غیرت مندی ہے اور فلاں میں اس طرح کی محض فضول ہے۔

قولہ ص۸ محمد صاحب میں اگرچہ خدا کیلئے ایک غیرت مندی ہم دیکھتے ہیں مگر انمیں پاکیزگی اور دین کی روشنی ہم نہیں دیکھتے۔

اقول - حضرت کے دل کی پاکیزگی اور دین کی روشنی تو ایسی آفتاب کے مانند چمکتی ہے کہ اسوقت جو بڑے بڑے روشن دماغ عیسائی ہیں اُن کی آنکھیں اُسکی جگمگاہٹ سے چوندھیائی جاتی ہیں مگر جس کا دل و دماغ طمع اور تعصب کی سخت بدبو سے فاسد ہو گیا ہو اور عناد کی وجہہ سے چشم انصاف ہیں نہ رکھتا ہو وہ کسی مقدس ذات کی پاکیزگی اور نورانی شئے کی روشنی کو کیونکر دریافت کر سکیگا۔ مگر اس فاسد دماغ اور کور باطن کے دریافت نہ کرنے سے اُس کی پاکیزگی اور روشنی چھپ نہیں سکتی ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم * چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ جب اس ضابطۂ فطرت اور قاعدۂ قدرت کے مطابق جس میں

ہر ایک شخص کو اپنے دفع ضرر اور رفع ایذا کا اختیار ہے آنحضرت کو اپنے دشمنوں پر غلبہ ہوا تب بھی وہ اسی منوال پر قایم رہے اور نفسانی آرزوؤں اور دنیاوی خواہشوں نے اُن میں اثر نہ کیا۔ پادری صاحب اسکے جواب میں صفحہ ۷۹ و ۸۰ میں لکھتے ہیں کہ بیشک ان باتوں سے الگ رہے تاکہ لوگ معتقد ہیں اور سلطنت قایم رہے مگر دینداری کے پیرایہ میں آیتیں اوتار کر نفسانی خواہشوں کو خوب پورا کیا اور جہاں تک قابو چلا ایک بھی دشمن نہ چھوڑا اور لوگوں کی عورتیں پکڑ پکڑ کر استعمال میں لائے انتہے محصّلہ۔ میں کہتا ہوں صاحب ایسی آنکھ بند نہ کیجیے اور وں کی شومی کے لئے اپنی ناک کٹ تا اچھا نہیں۔ جو حضرت مسیح پر ایمان نہیں رکھتے وہ عورتوں کی محبت کرنے اور بیش قیمت عطر سر پر بہانے اور کمال محبت میں مال کے ضایع کرنے کی نسبت ایسا ہی کچھ کہتے ہیں۔ کیا آپنے انجیل میں عورتوں کا فریفتہ ہونا حضرت مسیح پر اور حضرت مسیح کا انھیں عطر ملنے کی اور اپنے بالوں سے پوچھنے کی اجازت دینا ملاحظہ نہیں کیا (دیکھو متی کا باب ۲۶ وغیرہ) کیا آپنے یوحنا کا باب ۱۱ ورس ۵ نہیں دیکھا کہ حضرت مسیح مرتھہ کو اور اُس کی بہن اور العذر کو پیار کرتا تھا کیا آپ کو نہیں معلوم کہ بہت سی عورتیں مسیح کے ہمراہ رہتی تھیں اور اپنا مال اُنپر خرچ کرتی تھیں لوقا کا باب ۸ ورس ۱ سے ۳ تک اور متی کے باب ۲۷ ورس ۵۵ و ۵۶ دیکھئے۔ اب ذرا گریبان میں مُنہ ڈالکر غور کیجیئے کہ اِس مقام پر آپ کی سی طینت والا کسقدر بدگمانیاں کرسکتا ہے۔ پھر کیا آپنے توریت نہیں دیکھی (جسکے حضرت مسیح بھی پابند تھے) کہ حضرت موسیٰ نے کسقدر دشمنوں کو تباہ کیا کہ بال بچے تک نہ چھوڑے اور یہ حکم دیا کہ خوبصورت اور باکرہ عورتیں اور کنواری لڑکیاں استعمال کے لئے رہنے دیجائیں اور باقی عورتیں قتل کیجائیں (دیکھو استثنا کا باب ۲۱ ورس ۱۰ وغیرہ اور گنتی کا باب ۳۱) اگر ایسا حکم خواہش نفسانی کے لئے آیتیں اُتارنا ہے تو حضرت موسیٰ وغیرہ نے بہت زیادہ اُتاری ہیں پہلے اُن کی نبوت کو سلام کر لیجیئے۔ حضرت مسیح چونکہ توریت کے پابند تھے جیسا کہ اُن کے قول اور فعل دونوں سے ثابت ہے حکم مذکورہ کے بھی پابند ہوں گے مگر اسوجہہ سے کہ سامان مہیّا نہ ہوا تھا سکوت

کرتے تھے اور صبر و تحمل کی تعلیم دیتے تھے وہ جانتے تھے کہ ہمارے معتقد ضعیف الاعتقاد اور لالچی ہیں انسے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ تمام معتقدین میں بارہ منتخب تھے اُن کا حال سنیئے کہ ایک تو صرف تیس روپیہ کے لالچ سے مرتد ہو گیا اس سے بڑھکر اور کیا لالچ ہوگا اور جب مسیح پکڑے گئے تو سب رفوچکر ہو گئے ایک کا بھی پتہ نہ لگا بڑے خاص الخاص حواری مقرب بارگاہ پطرس علیہ السلام کا حال دیکھیے کہ ذرا سے خوف میں مسیح کا انکار کر دیا پھر ایک مرتبہ نہیں مکرر اور پھر انکار ہی پر کفایت نہ کی آخر میں اُن پر لعنت بھی کر ہی دی (دیکھو متی باب ۲۶ درس ۶۹-۷۴ پھر جب خواص کا یہ حال تھا تو ور معتقدین کا کیا ذکر ہے بھلا ایسی صورت میں کیونکر جہاد کا حکم دیتے اور کس طرح صبر و تحمل کا امر نہ کرتے یہ تو پادری صاحب کے بیہودہ الزام کا الزامی جواب تھا اب جواب تحقیقی بھی سُن لیجئے۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ حضرت نے دینداری کے پیرایہ میں کوئی آیت موافق خواہش نفسانی کے نہیں اُتاری اور نہ اُمت کے لئے دروازہ کشادہ کیا یہ محض ناعاقبت اندیشوں اور معاندوں کی گھڑت ہے کیونکہ جسطرف پادری صاحب اشارہ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت نے امت کیلئے چار نکاح جائز رکھے اور اپنے لئے یہ حد بھی قایم نہ رکھی بلکہ اس سے تجاوز کر کے نو نکاح یا زائد کئے اب اسکی حقیقت سنیئے عرب میں کثرت ازدواج کا بہت رواج تھا اور اسکے لئے کوئی حد اور کوئی قید نہ تھی اور یہ کثرت ازدواج کچھ عرب ہی سے مخصوص نہ تھی بلکہ اور قوموں میں بھی تھی یہانتک کہ انبیاء بنی اسرائیل نے بھی کوئی بندش اسکی نہیں کی بلکہ اکثر انبیاء نے متعدد بیبیاں کیں یہانتک کہ حضرت سلیمانؑ کے سات سو بیبیاں اور تین سو حرم تھیں (دیکھو اول سلاطین باب ۱۱ درس ۳) البتہ یہ خرابی عرب میں زائد ہو گئی تھی کہ عورتوں کو نہایت تکلیف دیا کرتے تھے نہ اُن کی خبر لیتے تھے نہ چھوڑ ہی دیتے تھے عرب کے اُس ناخدا نے جسنے ایک عالم کا بیڑا پار لگایا اور ورطۂ ضلالت سے نکالکر ساحل نجات پر لایا عورتوں کی حالت پر رحم کر کے وہ عمدہ قوانین جاری کئے جو کسی نبی نے نہیں کئے تھے

اوّل تو اُس کثرت میں قلت کی اور ایک غیر محدود امر کو چار میں محدود کیا مگر اس حد کو بھی ایسی سخت قید سے مقید کر دیا کہ اس کثرت کا وجود بہت ہی کم پایا جائے اور جسقدر رہا پایا جائے اُس میں کوئی امر خلاف انصاف نہو یعنی یوں فرمایا کہ اگر تم عدل کر سکو اور ہر بی بی کو یکساں رکھو تب تو چار تک کی اجازت ہے ورنہ ایک سے زیادہ جائز نہیں حاصل یہ ہوا کہ وہ کشادہ دروازہ جو اُس جاہل قوم میں جاری تھا بلکہ انبیاء سابق کے عہد میں بھی جاری رہا اور خود انبیاء نے بھی ہزار ہزار عورتیں کیں اور کسی نے اس باب کو بند نہ کیا اُس ختم المرسلین نے آکر بند کر دیا خدا نے اِس حکم کی تکمیل بھی شریعت محمدیہ کے حصے میں رکھی تھی ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ اگرچہ اُس بیحد کثرت میں کمی کر دی اور اُس کمی کے ساتھ بھی شرطیں اور قیدیں لگا دیں مگر پھر بھی کسیقدر اِس ناجائز امر کو جائز رکھا اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ مطلقاً تعدد ازواج عقلاً و نقلاً کسی طرح منع نہیں ہے اللہ تعالےٰ نے مرد میں قوت بہ نسبت عورت کے زیادہ رکھی ہے یہ فطرتی امر بھی اسی کا مقتضی ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دیجائے زیادہ تفصیل اِسکی ہمنے نیاز نامہ کے جواب میں کی ہے یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب رہا یہ امر کہ آنحضرتؐ اِس حکم کے پابند کیوں نہ رہے اُنھوں نے اپنے لئے دروازہ کیوں وسیع کر لیا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ خیال بالکل غلط ہی کہ آنحضرتؐ نے اپنے لئے دروازہ وسیع کر لیا بلکہ جو شخص نظر انصاف اور غور سے دیکھیگا وہ کہدیگا کہ یہ نسبت امت کے آنحضرتؐ کے لئے زیادہ تنگی ہوگئی کیونکہ بعد اُن ازواج کے جو بدستور عرب کے آپ کے نکاح میں آگئی تھیں یہ آیت نازل ہوئی لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَکَ حُسْنُهُنَّ یعنی اب جائز نہیں ہے تیرے لئے کوئی عورت اور نہ یہ جائز ہی کہ انکی جگہ دوسری عورتوں کو بدل لے اگرچہ پسند آئے تجھے خوبی اُنکی۔ مطلب یہ ہوا کہ جو عورتیں تمھارے نکاح میں آچکیں وہ تو آچکیں اب علاوہ اُن کے اور کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ انمیں سے کسی کو چھوڑ کر اُسکے

عوض دوسری سے نکاح کرو۔ اب ناظرین اس حکم کو ملاحظہ کریں کہ آنحضرتؐ نے اپنے اوپر تنگی کی یا فراخی امت کو گرچہ چار کی اجازت دی گئی مگر وہاں یہ قید نہیں کہ بعد ان کے مرجانے کے یا بضرورت طلاق دیدینے کے اور کرلینا جائز نہیں بلکہ وہاں صرف چار عورتوں سے زیادہ کا ایک وقت میں جمع کرنا منع ہے اور آنحضرتؐ کیلئے وہی عورتیں مخصوص ہوگئیں جو پہلے سے تھیں بعد انکے کسی حالت میں دوسری عورت سے نکاح جائز نہ رہا غور کرنیکا مقام ہے کہ جو لوگ پابند خواہش نفسانی ہیں اُنکے نفس کے یہ حکم کیسا خلاف ہے خواہش نفس کے مطابق یہ امر ہے کہ نئی نئی عورتیں بدلتا رہے جو صاحب آنحضرتؐ کی نسبت شہوت پرستی کا الزام دیتے ہیں اسوجہ سے کہ کئی بیبیاں آپکی تھیں وہ اگر انصاف کیا چاہتے ہیں تو دو امر ومیں اُنھیں غور کرنا ضرور ہے اول تو یہ کہ آنحضرتؐ نے پچیس برس کے سن میں حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا اُسوقت اُنکا سن چالیس برس کا تھا اور جب تک کہ آنحضرتؐ کا سن پچاس برس کا ہوا اُسوقت تک صرف اُسی ایک نکاح پر کفایت کی اور پھر وہ بھی ایسی عورت سے جو بخوبی سن رسیدہ تھیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ آنحضرتؐ نے عالم جوش جوانی میں جسمیں ہر ایک شخص کی جسمانی قوتیں حسب حیثیت زور وشور پر ہوتی ہیں اور ہر خواہش کو ایک اُمنگ ہوتی ہے صرف ایک بی بی سن رسیدہ پر قناعت کی او رکسی طرح کی خواہش ظاہر نہ کی حالانکہ عرب میں ایک سے زیادہ عورتیں کرنا کسی طرح معیوب نہ تھا اور جب آنحضرتؐ کا سن کہولت کو پہنچ گیا اور وہ جوش جوانی جاتا رہا اور وہ زمانہ آگیا جسمیں ہر ایک قوت جسمانی کو ضعف ہوجاتا ہے یعنی پچاس سے آپکا سن تجاوز کرگیا اُسوقت آپنے یہ چند نکاح کئے پھر اب یہ کیسی منصف مزاج کی عقل میں آسکتا ہے کہ ایسی حالت میں کئی بیبیاں کرنا خواہش نفسانی اور شہوت پرستی کا باعث ہے بالفرض اگر اس سن میں کسی طرح کی خواہش تھی تو عالم جوانی میں بہت زیادہ ہونی چاہیئے پھر ہم جب اُس جوش کے عالم میں کسی طرح کا شائبۂ شہوت پرستی کا نہیں پاتے تو اس سن میں کیونکر ہم ایسی بدگمانی کرسکتے ہیں بلکہ ہر عاقل اس حالت کو دیکھکر یہی کہیگا کہ آنحضرت کا کئی بیبیاں

کرنا خواہش نفسانی کے سبب ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ کسی دوسری غرض سے تھا وہ غرض یہ ہے
کہ جب اسلام خوب پھیلنے لگا اور بہت سے مرد و عورتیں مسلمان ہوگئیں تو ضرور ہوا کہ اسلام کی
باتیں سکھانے والے بھی زائد ہوں مردوں کیلئے مرد اور عورتوں کے لئے عورتیں تا کہ تبلیغ احکام
الٰہی اچھی طرح انجام پاوے ظاہر ہے کہ جسطرح عورت عورت سے ہر ایک امر کہہ سکتی ہے اور دریافت
کر سکتی ہے مرد سے ہرگز نہیں کر سکتی اسلئے ضرور تھا کہ آپکی ہم صحبت عورتیں بھی ہو جائیں تا کہ
وہ عورتونکو احکام شرعی پہنچائیں اور یہ امر ممکن نہ تھا بغیر اسکے کہ آنحضرتؐ متعدد نکاح کریں
کیونکہ شریعت محمدیہؐ میں غیر عورت کا ہم صحبت رہنا جائز نہیں ہے البتہ شریعت عیسوی میں
اسکا جواز معلوم ہوتا ہے چنانچہ متی کے باب ۲۷ ورس ۵۵ و ۵۶ میں ہے وہاں بہتیری عورتیں
جو جلیل سے یسوع کی پیرو ہوکے اُسکی خدمت کرنے آئی تھیں دور سے دیکھتی تھیں مریم مجدلیہ
اور یعقوب اور یوشی کی ماں مریم زبدی کے بیٹوں کی ماں اُنھیں میں تھیں انتہے۔ اور لوقا کے
باب ۸ ورس ۲ و ۳ میں ہے اور کتنی عورتیں جو بد روحوں اور بیماریوں سے چنگی ہوئی تھیں مریم
جو مجدلیہ کہلاتی تھی جسمیں سے سات دیو نکل گئے تھے اور یوحنّا ہیرودیس کے دیوان کوزے کی
جورو اور سوسنہ اور بہتیری اور جو اپنے مال سے اُسکی خدمت کرتی تھیں اُسکے ساتھ تھیں انتہے
اور یوحنا باب ۱۱ ورس ۵ یسوع مرتھا کو اُسکی بہن اور العاذر کو پیار کرتا تھا انتہے۔ اور متی کے
باب ۲۶ ورس ۶۔۷ جب وقت یسوع بیت عنیا میں کوڑھی شمعون کے گھر میں تھا ایک عورت
مرمر کے ڈبّے میں بیش قیمت عطر اُسکے پاس لائی اور جس وقت وہ بیٹھا تھا اُسکے سر پر ڈالا تب اُسکے
مرید دیکھکر خفا ہوئے اور بولے یہ بیجا خرچ کس لئے ہے یہ عطر بہت قیمت کو بیچا جاتا انتہے۔ ان
مقاموں سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ غیر عورتوں سے شریعت عیسوی میں خلا ملا درست ہے اور
شاید اسی وجہہ سے عیسائیوں کے یہاں پردہ نہیں ہے اور عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ عیسائیوں
کی عورتیں بے تکلف اور بے روک ٹوک غیر مرد کے پاس خلوت اور جلوت میں جاتی ہیں
جب شریعت عیسوی میں اس طرح کا خلط ملط غیر عورتوں سے جائز ہے تو وہاں متعدد نکاح کرنیکی

کیا حاجت ہے ہر ایک عورت تخلیہ میں آکر ہر ایک امر دریافت کرسکتی ہے مگر اسکی وجہ سے جو کچھ فتنہ متصور ہے وہ ظاہر ہے دوسرے یہ کہ فی نفسہ بیوی نہ کرنا کوئی عمدہ اور پارسائی کی بات نہیں ہے دیکھو بہت سے مہنت اور گوشائیں نکاح نہیں کرتے اور اکثر دریا کنارے بیٹھے چین کرتے ہیں ہزاروں مرد اور بہ جبین عورتیں اُنکی خدمت میں حاضر رہتی ہیں پھر کیا پادری صاحب انھیں اُن انبیاء کرام پر ترجیح دینگے جنھوں نے کئی کئی بیویاں کی تھیں اور گشائیوں کو جانے دیجئے اپنے گھر کا حال سُنیئے پولوس مقدس کی ترغیب سے عیسائیوں کے مقدس فادروں اور پادریوں نے بھی گشائیوں کی روش اختیار کی تھی مگر جب جرجلیس اکبر نے اپنا تالاب صاف کرایا تو انھیں بزرگ پادریوں کے مجرد رہنے کی کرامت یہ ظاہر ہوئی کہ چھ ہزار حرامی بچوں کی کھوپریاں اُس میں سے نکلیں جو اُنھوں نے بغرض اخفائے زنا اُس تالاب میں ڈالدی تھیں اور معلوم نہیں کہ زیر زمین کتنے ایسے بیگناہ دفن ہوئے ہونگے۔ اور رومن کاتھلک کے یہاں پادریوں کے مجرد رہنے اور عورتوں کے نن ہونے کا دستور اب تک جاری ہے جب عورت نن ہو جاتی ہے تو پھر اُسکا نکاح نہیں ہوتا اور کوئی اُسکے پاس ظاہرا جانے نہیں پاتا بجز اُن فادروں کے جو مجرد رہتے ہیں اور نکاح نہ کرنے کی وجہہ سے مقدس گنے جاتے ہیں ان پارسا عورتوں کی کیفیت رسالہ مسٹریز آف اے کانونٹ مولفہ میریا مانک مطبوعہ فلاڈلفیہ میں دیکھنا چاہیئے کہ کیا کیا پوشیدہ کارروائیاں یہ پارسا عورتیں کرتی تھیں اسطرح مجرد رہنا یا صرف ایک بیوی کرنا پارسائی یا عالی مرتبہ ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی اسیطرح زیادہ بیویاں کرنا قابل الزام نہیں ہوسکتا دیکھو حضرت داؤدؑ کے سو بیویاں تھیں اور پھر بھی بہت سے اُن پیغمبروں سے افضل تھے جنکے ایک یا دو بیویاں تھیں چنانچہ پادری صاحب بھی ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۷۸ء کے صفحہ ۱۰۷ میں لکھتے ہیں "داؤد اُن سب لوگوں میں انوار الٰہی کا مہبط اور دائرہ عباد کا مرکز اور سلطنت اسرائیل کا پہلا مسیح ہے اور وہ اُس تاریکی کے عہد کا قمر بھی ہے الخ" اب میں اہل انصاف کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ذرا پادری صاحب کے تعصب کو ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت سرور انبیا محمد مصطفےٰ تو نو بیبیاں کر لیسے (نعوذ باللہ منہ)

شہوت پرست ہو جائیں اور حضرت داؤدؑ باوجود سو بیویاں کرنے کے مہبطِ انوار الٰہی اور دائرۂ عباد کے مرکز ٹھہریں افسوس ان کے عناد پر اب پادری صاحب کے تعصب اور عناد کی اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی اور لطف یہ ہے کہ تعدد ازواج کی نہی نہ توریت میں ہے نہ انجیل میں۔ (چنانچہ پیغام محمدی میں اس کی تفصیل بخوبی کی گئی ہے) پھر زیادہ بیوی کرنیکو پادری صاحب شہوت پرستی کس وجہہ سے کہتے ہیں کیا خدا نے شہوت پرستی کو جائز رکھا اور کسی نبی کی معرفت اسکی برائی ظاہر نہ کی غرض جو کچھ الزام پادری صاحب حضرت سرور انبیا پر لگاتے ہیں وہ الزام حقیقت میں خدا پر ہے آنحضرتؐ نے وہی کام کیا جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ اور حضرت جدعون اور حضرت داؤدؑ نے کیا تھا اور دشمن پر تلوار چلانے کا حال یہ ہے کہ جب عرب کے اُن بیرحموں اور ظالموں نے تیرہ برس تک مکہ میں ناک میں دم کیا اور ایذا رسانی کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا جب بمجبوری گھر بار چھوڑ کر وہاں سے نکل گئے تب بھی وہ ظالم باز نہ آئے اور یہ پیش بندی کی کہ اگر یہ لوگ مدینہ میں آرام و راحت سے رہینگے تو انجام کار ہمسے بدلہ لینگے اسلئے وہاں بھی ان کو نہ بیٹھنے دو سوا اسکے جو مسلمان مدینہ نہ جاسکے مکہ ہی میں رہ گئے اُن پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے اُسوقت بمجبوری مدافعت کا حکم آیا کہ اِن بیرحموں کو یا روا اور جو فتنہ انھوں نے مچا رکھا ہے کہ مسلمانوں کو کسی طرح چین نہیں لینے دیتے نہ اُنھیں جان و مال کا امن ہے نہ اپنے دین کے فرائض پورے کر سکتے ہیں دفع کرو قطع نظر اسکے کہ یہ لڑائی کفار عرب کیلئے عذاب الٰہی تھی اگر کوئی منصف مزاج اس میں غور کرے تو کسی طرح کا اُس میں عیب نہیں بیان کر سکتا خدا نے انسان کو اسی طرح پیدا کیا ہے کہ وہ ایک حد تک صبر کرے اور پھر اپنے جان و مال اور اپنے اقربا وغیرہ کے جان و مال کی حفاظت کرے تعلیم خدا بھی اسکے مطابق ہونا چاہیے اگر ایسا نہو تو عالم میں فساد پھیل جائے اور امن و امان بالکل اُٹھ جائے دیکھو جو قومیں آجکل بڑی مہذب کہلاتی ہیں اور پھر اُس انجیل کی بھی مطیع ہیں جسمیں یہ لکھا ہے کہ اپنے دشمن سے بدلہ نہ چاہو اور اگر کوئی داہنے گال پر تھپڑ مارے تو بایاں گال اُسکی طرف

کردو وہ بھی بمجبوری اس تعلیم انجیل کو چھوڑ کر اسی تعلیم محمدی کو اخذ کرتے ہیں اور کیونکر نہ اخذ کریں بغیر
اُسکے تو گزر ہی نہیں ہو سکتی اگر انجیل پر عمل کرتے تو اب تک اُنکی صورت بھی نہ دکھائی دیتی اسکو
بھی جانے دیجئے خود پادری صاحب اپنے قول کو بلا اعتنا کیسے ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۶۸ء کے
صفحہ ۱۵۶ و ۱۵۷ میں لکھا ہے ہر حالت میں دردمندی کا موقع نہیں ہے لاچاری عاجزی
مسکنت دردمندی کا وقت ہے مگر بغاوت و سرکشی میں پوری سزا چاہیئے ورنہ خدائی کی
شان برباد ہوتی ہے اور انتظام جہان بھی جاتا ہے انتہےٰ۔ پس آنحضرتؐ کا تلوار چلانا سرکشوں
کی سزا اور خدا کی شان قایم رکھنے کے لئے ہے اور یہ بھی مقصود تھا کہ جہان میں امن و امان
رہے اور خدا پرستوں کو تکلیف کوئی نہ پہنچا سکے یہ سب باتیں پادری صاحب کے اقرار سے
ضروری اور عمدہ ہیں پھر اسلام کے تلوار چلانے پر کیا اعتراض ہے۔ ناظرین کو یہاں سے
ظاہر ہو گیا ہوگا کہ پادری صاحب کا مقصود محض عوام کو دھوکا دیکر سچے مذہب اسلام
سے بہکانا ہے کیونکہ جس بات کو وہ خود ایک موقع پر عمدہ قرار دے آئے ہیں اُسی امر
کو اس مقام پر بُرے پیرایہ سے بیان کرکے اُسپر اعتراض کرتے ہیں۔

دوسرا طریقہ اثبات نبوت آنحضرتؐ کا عمدہ تعلیمات سے

تعلیق ۱۴۔ اور اس امر پر بھی نظر نہیں ہوئی کہ جس قبیلے میں جناب سرور کائنات نے نشو و نما پائی
اور جس شہر میں عرصۂ بعید اور زمان ممتد تک بود و باش کی اور جس عہد میں ظہور و خروج ہوا
ان میں علوم عقلیہ و نقلیہ کا رواج نہ تھا معرفت الٰہی اور حقائق ربانی کا کچھ ذکر نہ تھا اور نہ
وہ ملک حکما اور علما کا مرجع و ملتجا بلکہ جہالت اور ضلالت اور رسوم قبیحہ اور عجیب قسم
کے اوہام و وساوس اُنمیں رائج تھے اور سب پر ظلمت جہالت چھائی ہوئی تھی اور خدا اور
احکام و صفات الٰہی سے سب لوگ جاہل و ناواقف تھے اور محمدؐ کی بعثت کے زمانے اور
اظہار رسالت کیوقت تک لکھنے پڑھنے اور تعلیم و تعلم میں مشغول نہیں ہوئے تھے اور نہ مشاہیر علما سے
مصاحبت کی یا غیر ملکوں میں جہاں علوم اور فنون کا رواج ہو سفر و سیاحت یا سیر و اقامت بھی

نہیں کی پس اس زمانہ کی ایسی جہالت اور ظلمت اور آنحضرتؐ کی امیّت اور پھر ایسی معرفت ذات وصفات واحکام الٰہی اور ثبوت معارف ربّانی اور دلائل بعث ونشر وبراہین توحید وتنزیہ باریتعالےٰ ایں مبلغ عظیم اور مرتبہ علیا اور غایۃ قصوی میں پہنچ جانا کہ جمیع عقلا اسمیں متحیر اور عاجز ہو جائیں اور جسکی ادنیٰ درجہ پر بھی حکمت فلاسفہ اولین اور معرفت عقلاء آخرین نہ پہنچ سکے اور ایسے اصول توحید اور تنزیہ کی باتیں جنکو فلسفۂ فیلسوفان سابق اور عقل عاقلان لاحق نہ پا سکی بکثرت وشدت بیان فرمانا صریح عقل انسان اسکو باور کرتی ہے کہ ایسی باتیں بلا تعلیم الٰہی اور ہدایت ربّانی اور بغیر وحی وتنزیل حاصل ومیسر نہیں ہو سکتیں انتہیٰ۔

اس تعلیق میں منشی صاحب نے اثبات نبوت کا دوسرا طریقہ بیان کیا ہے یعنی باوجود اس امر کے کہ آنحضرتؐ نے ایسی جاہل قوم میں نشو ونما پائی جو علوم الٰہیہ اور اخلاق پسندیدہ سے بالکل ناواقف بقول شخصے جاہل کے لٹھ تھے اور بسبب جہالت کے ایسے توہّمات باطلہ میں گرفتار تھے جسکی کچھ انتہا نہیں پھر یہ کہ حسب دستور زمانہ جسقدر تعلیم وتعلّم اسوقت رائج تھا اس سے بھی آپ بہرہ یاب نہیں ہوئے اور اہل علم سے صحبت بھی ایسی نہیں ہوئی جس سے یہ گمان ہو کہ یہ علوم اُنسے حاصل کئے گرچہ وہ علوم الٰہیہ جو اُس سرور انبیا نے بیان کئے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں جو کوئی بے پڑھا صرف صحبت سے سیکھکر بیان کر سکے مگر اس عمدگی اور خوبی کو عالی فہم سمجھ سکتے ہیں اسلئے خداتعالےٰ نے آنحضرتؐ کو صحبت ہی سے علیحدہ رکھا تاکہ کسی نادان کو یہ وہم نہو کہ آپنے صحبت سے یہ علوم اخذ کئے اس بات کے ثبوت کیلئے کہ آنحضرتؐ نے کسی سے علم نہیں سیکھا منشی صاحب نے تعلیق ۵ میں عمدہ تقریر کی ہی اور اسکا ثبوت بھی آئندہ مذکور ہے کہ آپ نے اہل کتاب وغیرہ کی صحبت سے یہ علوم اخذ نہیں کئے اور اس امر کا ثبوت کہ عرب علوم الٰہیہ سے برکنار اور توہّمات فاسدہ میں گرفتار تھے ہر ایک ذی علم تاریخ داں پر اظہر من الشمس ہی میں اُنکے چند توہّمات اور وساوس نمونے کے طور پر بیان کرتا ہوں جنسے اُنکی سخت جہالت ثابت ہوتی ہے۔

۱۔ جب کبھی قحط پڑتا تھا تو عرب کے لوگ ببول کا گٹھا کا ٹکر گائے کی دُم میں باندھتے اور اُسمیں آگ لگا کر پہاڑ کے اوپر اُس گائے کو لیجاتے تھے اور پچھاں کی طرف اُسے بھگاتے تا کہ پانی برسے

۲۔ جب اُنھیں کسی شہر یا گاؤں میں جانے سے وبا کا یا جنوں کے آسیب کا خوف ہوتا تو اُسکے دفع کی یہ تدبیر کیا کرتے تھے کہ جب اُس شہر یا گاؤں کے قریب پہنچتے تو گدھے کی بولی بولتے اور خرگوش کی ہڈی وہیں کسی مقام پر لٹکا دیتے اس کام کا نام اُنکے یہاں تعشیر تھا۔

۳۔ جب کوئی شخص سفر کا عزم کرتا اور اُسے یہ خیال ہوتا کہ دیکھئے میری بیوی میرے بعد ایمانداری سے رہتی ہے یا نہیں تو اسکے معلوم کرنے کیلئے درخت میں تاگا باندھ جاتا اور جب پھر لوٹکر آتا تو اُسے دیکھتا اگر بدستور اُسے بندھا ہوا پاتا تو سمجھتا کہ میری بیوی ایمانداری سے رہی اور اگر اُسے بدستور بندھا ہوا نہ پاتا تو گمان کرتا کہ ضرور اسنے خیانت کی۔ یہ توہمات اور مہملات قابل ملاحظہ ہیں۔

۴۔ یہ بھی اُنکا گمان تھا کہ جس عورت کی اولاد زندہ نہ رہتی ہو وہ کسی شریف کی نعش کو روندے تو اُسکی اولاد جئے گی۔ اور یہ بھی اُنکا معمول تھا کہ دفع بلیات کے لئے حیض کا لتہ اور مردوں کی ہڈیاں گلے میں ڈالا کرتے تھے جب کسی مرد و عورت میں باہم محبت ہو جاتی تو محبت کے قایم رکھنے کے لئے مرد عورت کا برقعہ پھاڑ دیتا اور عورت مرد کی چادر پھاڑ دیتی اور سمجھتے تھے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو محبت باہم قایم نہ رہیگی۔

۵۔ جب کوئی شخص ایسے گھوڑے پر سوار ہوتا جسکے بھونری ہوتی ہے اور اتفاقاً اُسکے نیچے کے دھڑ پر پسینہ نکل آتا تو وہ شخص یہ گمان کرتا کہ میری بیوی کسی دوسرے مرد کی طرف مائل ہو گئی۔

۶۔ جب کسی عورت کے نکاح میں دیر ہو جاتی اور کوئی طالب اُسکا نہ آتا تو وہ عورت رات کیوقت ایک طرف کے بال بکھیر کر اور اُسکے دوسری طرف کی آنکھ میں سرمہ لگا کر ایک پیر سے اُچھلتی اور یہ الفاظ کہتی یا لکاح ابغی النکاح قبل الصباح۔

۷۔ سیاہی (ایک جانور ہے جسکے بازو میں کانٹے ہوتے ہیں) اور خرگوش اور ہرن اور چھچھوندر اور شترمرغ کو جنوں کی سواریاں خیال کرتے تھے اور ان کے مارنے سے بہت ڈرتے تھے اور

اگر کسی نے مار ڈالا اور اتفاقاً کسی طرح کا صدمہ اُسے پہنچا تو خیال کرتا تھا کہ یہ اسی سبب سے ہے
اسی طرح بعض کوّے اور قمری اور کبوتر اور سانپ کو جنوں کی قسم قرار دیتے تھے اور بعض کہتے
تھے کہ ان کو جنوں سے ایک طرح کا علاقہ ہے اور جب کبھی اژدہے کو مارتے تھے تو کہتے تھے
کہ جن ضرور بدلا لیں گے اسکے دفع کے لئے وہ یہ تدبیر کرتے تھے کہ اُس مرے ہوئے اژدہے کے
سر پر لید کو ریزہ ریزہ کرکے ڈال دیتے تھے اس قبیل کے خرافات جن سے عرب کی کمال
جہالت اور نادانی ثابت ہوتی ہے شرح نہج البلاغت مین لکھی ہیں یہ نمونے کے طور پر
یہاں بیان کردئے جنکو تفصیل منظور ہو اُس کتاب کی اُنیسویں جلد مین دیکھیں۔ عرب کی گمراہی
اور بیدینی کا یہ حال تھا کہ بعض دہریہ تھے موت وزندگی کا ہونا محض زمانے کے تغیر سے
اعتقاد کرتے تھے خداتعالےٰ کے بالکل قائل نہ تھے بعض قیامت کے منکر تھے مگر سب سے زیادہ
گروہ بُت پرستونکا تھا پھر کوئی پتھر کو پوجتا تھا کوئی درخت کو کوئی کسی چیز کو کوئی کسی کو یہ اُنکے
بتوں کے نام تھے وَدّ۔ سواع۔ یغوث۔ نسر۔ یعوق۔ لات۔ عزّے۔ منات۔ ہُبل۔ اساف
نائلہ۔ ان میں سے ہر ایک قبیلہ اور ہر ایک مقام کے لئے ایک بُت خاص تھا جس کی
تفصیل تاریخ ابوالفدا وغیرہ میں مذکور ہے فرشتونکو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے پھر اِس
سے زیادہ اور کیا گمراہی ہوگی۔

عرب کی جہالت کا یہ نمونہ ہے ناظرین ملاحظہ کریں اسپر بھی پادری صاحب کہتے ہیں
کہ عرب ایسے جاہل نہ تھے اس حق پوشی کا کیا ٹھکانا ہے اب عرب کی اس جہالت پر تعلیم
محمدی کی عمدگی لائق ملاحظہ ہی جس سے انصاف دلی بے اختیار پکار اُٹھتا ہی کہ بیشک یہ خدای
کی تعلیم ہے اسکی تفصیل چونکہ نہایت طویل تھی اسلئے منشی صاحب نے اُسکو اہل سلم کے انصاف
پر چھوڑا ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کو ملاحظہ کرکے بخوبی اسکی تصدیق کرسکتے ہیں مگر میں کسیقدر
بعض امور پر تنبیہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ واضح ہو کہ قرآن مجید میں کئی طور کے علوم بیان ہوئے
ہیں اوّل علم الٰہی یعنی خدا کی ذات وصفات کا بیان اور اُسکے وجود اور اُسکی قدرت اور

اُسکی عظمت اور اُسکی توحید کے دلائل اس عمدہ اور عجیب طرز سے مذکور ہوئے ہیں کہ اُس ریگستان کے جاہل اُنھیں اپنے طور پر سمجھکر عارف باللہ ہوگئے اور اگر کوئی بڑے سے بڑا حکیم اور افلاطون وقت ہے وہ بھی اُس بیان سے خدا کے وجود اور صفات کا سراغ اپنی کامل سمجھ کے موافق اُسیطرح پاتا ہی جسطرح ایک جاہل اَن پڑھا مثلاً خدا کے وجود کے دلائل سورۂ انعام کی آیت ۹۵ سے ۹۹ تک مذکور ہے۔ اس مقام پر بظاہر کوئی دلیل منطقی بطور حکما یا متکلمین کے نہیں بیان کی گئی بلکہ جن اشیا کا وجود اور تغیر ہر ایک ادنے واعلی پر ظاہر ہے اور وہ اشیا تمام فوائد دنیوی کا سرچشمہ اور زندگی کا مدار ہیں اُنکے وجود اور تغیر کو دکھا کر اُن کے پیدا کرنے والے کا وجود ثابت کیا ہے گنوار سے گنوار بھی یہ سمجھتے ہیں کہ دانے کو چیر کر درخت کا نکالنے والا اور مردہ چیز سے زندہ اور زندہ سے مردہ کو پیدا کرنے والا اور آفتاب اور مہتاب اور ستاروں کو ایک حساب اور ہدایت اور دیگر فوائد کے لئے بنانے والا اور پانی کا برسانیوالا اور زمین سے سبزہ کا اُگانیوالا اور درختوں پر میووں کے گُچھے کا لگانیوالا وہی قادر مطلق ہے جو ہمارا اسکا خدا ہی اور افلاطون وقت بھی یہی سمجھتا ہی کہ بیشک ان اشیا کا وجود اور تغیر اُس قادر مطلق کے وجود کی کافی دلیل ہی کیونکہ یہ سب ممکنات کے سلسلے میں داخل ہیں اور ضرور ہی کہ ممکنات کا سلسلہ واجب پر ختم ہو اور وہی واجب خاص خدا تعالیٰ کی ذات ہی غرضکہ دونوں کے فہم کا مآل ایک ہی گرچہ سمجھنے کے طریق میں فرق ہی یا مثلاً سورۂ انبیا کی آیت ۲۲ میں خدا کے واحد ہونیکی دلیل اسطرح ارشاد ہوئی لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا یعنی اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو یہ دونوں تباہ ہوجاتے اب اس دلیل کو ملاحظہ کیجیے کہ بیان سابق کیطرح اس سے بھی ہر عام و خاص اپنی تسلی کرسکتا ہی عوام کے ذہن میں یہ امر راسخ ہی کہ ایک ملک یا ایک شہر میں دو بادشاہ نہیں رہ سکتے اسی وجہ سے یہ مقولہ مشہور ہی کہ دہ درویش در گلیمی بخسپند و دو بادشاہ در اقلیمی نگنجند اِس نظر سے عوام کی اِس آیت سے پوری تسلی ہوجاتی ہی اور سمجھ لیتے ہیں کہ بیشک ایک ہی خدا ہے اور خواص جو ماہر علوم ہیں وہ یہاں سے وہ دلیل قطعی توحید کی نکالتے ہیں جسے ہمارے علمائے متکلمین اور

مفسرین نے بیان کی ہی جو صاحب لیاقت ہیں وہ تفسیر کبیر میں آیت مذکور کی تفسیر ملاحظہ
کریں اِس رسالہ میں اُسکے بیان کا موقع نہیں ہے۔ اسی طرح جابجا قرآن مجید میں نہایت کثرت
کیساتھ نئے نئے طرز سے خدا کی ذات وصفات کو بیان اور ثابت کیا ہے کہ کسی کتاب آسمانی
میں اُنکا نشان نہیں ملتا۔ پھر یہ اُس علام الغیوب کیطرف سے الہام نہیں کیا ہے کیا ممکن ہے
کہ ایک امی شخص اُس قوم میں رہنے والا جنمیں سینکڑوں برس سے بُت پرستی رائج تھی خدا کی
ایسی تنزیہ اور توصیف کرے عرب کے سوا نصارے جو اُسوقت تھے وہ بھی اُن بُت پرستوں
سے کچھ کم نہ تھے اگر وہ لات ومنات کو خدا جانتے تھے تو یہ مسیح ومریم یا روح القدس کو
اسی طرح مانتے تھے اور میرے کہنے کی حاجت نہیں اسوقت فرقہ پروٹسٹنٹ صاف صاف
اُسوقت کے عیسائیوں کو بت پرست کہتے ہیں پھر جب ایسے لوگوں میں ہکر ایک ان پڑھا
شخص خدا کے ایسے اوصاف اور اِس طرز پر بیان کرے جیسے قرآن مجید میں بیان کئے گئے
تو بیشک وہ خدا کا سچا رسول ہے۔ دوم علم احکام یعنی وہ امور جو تہذیب نفس اور تدبیر منزل و
سیاست مدن میں نافع ہیں قرآنمجید نے وہ اخلاق پسندیدہ اور احکام نافعہ تعلیم فرمائے ہیں
جنمیں بنظر انصاف غور کرنیسے یقین ہو جاتا ہے کہ بلاشبہہ خدا کی کامل اور آخری شریعت
یہی ہے جس کسی کو اسکی تفصیل دیکھنا منظور ہو وہ رسالہ پیغام محمدی ملاحظہ کرے جنے اُسمیں
تعلیم محمدی کا تعلیم موسوی اور عیسوی سے مقابلہ کرکے یہ بات بخوبی ثابت کردی ہے کہ
شریعت محمدیہ خدا کی کامل شریعت ہے ممکن نہیں کہ بے تائید ربانی اُس تاریکی اور ظلمت
کے زمانے میں عرب کے ریگستان میں ایک بے پڑھا شخص ایسی تعلیم کرے جس سے پہلی شریعتوں کی
پوری تکمیل ہو جائے۔ سوم علم مناظرہ قرآنمجید میں زیادہ تر چار فرقوں سے بحث کی ہے یہود
اور نصاری اور مشرکین اور منافقین کسی مقام پر تو ان کے عقائد باطلہ کو نقل کرکے اُنکی برائی
بیان کی ہے اور کسی مقام پر اُنکے شبہات ذکر کرکے اُنکا جواب دیا ہے مگر طرز استدلال اُسوقت
کے منطقیوں کا سا نہیں ہی بلکہ وہی نادر طرز ہے جسکا اوپر ذکر کیا گیا کہ عوام وخواص دونوں کیلئے

کافی ہو مثلاً مشرکین عرب قیامت کے منکر تھے اور کہتے تھے کیا جب ہم مرگئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا پھر اُٹھائے جائینگے (صٰفّٰت آیت ۱۶) کبھی اس طرح کہتے تھے کہ جب ہڈیاں بوسیدہ اور کھوکری ہوگئیں تو اُنھیں کون زندہ کریگا (یٰسین آیت ۷۸) اسکے جواب ہیں کہیں اسطرح ارشاد ہوتا ہے کہ کہدے اُن ہڈیوں کو وہ زندہ کریگا جسنے پہلی مرتبہ اُنھیں بنایا ہے اور کہیں اسطرح ارشاد ہوا یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ الخ اے لوگو اگر تمکو جی اُٹھنے میں کچھ شک ہے تو (غور کرو) کہ ہمنے تمکو بنایا مٹی سے (یعنی تمہارے باپ آدم کی پیدائش مٹی سے کی) پھر ایک قطرہ منی سے پھر ایک خون کی پھٹکی سے پھر نقشہ بنی اور بے نقشہ بنی بوٹی سے یہ بیان کرنا ہمارا اس غرض سے ہے کہ تمھیں واضح کر کے بیان کردیں الخ (حج آیت ۴) یعنی جب ہمنے تمکو ایسی ادنے چیز سے پیدا کردیا اور تمھاری اصل میں اتنے تغیر ہوئے کہ پہلے تو صرف مٹی ہی تھی پھر مٹی سے کھانے کی اشیا پیدا ہوئیں اور اُنھیں کھا کر انسان کے منی پیدا ہوئی اور جب وہ منی عورت کے رحم میں گئی تو خون کی پھٹک بنی پھر اُس پھٹک سے بوٹی بن گئی پھر اُس میں نقشہ بنا پھر ایک مدت معین کے بعد بچہ پیدا ہوا جسنے یہ سب کچھ کردیا اُسے قیامت کو پھر اُٹھانا کیا دشوار ہے پھر اِسکے بعد دوسری دلیل قیامت کی بیان ہوتی ہے وَتَرَی الْاَرْضَ ھَامِدَۃً الخ (حج آیت ۵) تو دیکھتا ہے زمین کو سوکھی ہوئی پھر جہاں ہم نے اُسپر پانی برسایا تو تر و تازہ ہوگئی اور اُبھری اور قسم قسم کی رونق دار چیزیں اُسنے اُگائیں یہ سب اسلئے کہ اللہ ہی کی ذات سچّی ہے اور وہی مردے جلاتا ہے اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے یعنی ہر سال قیامت کا نمونہ خدا تعالے انھیں دکھاتا ہے کہ زمین کیسی سوکھی ہوئی مردہ پڑی ہوئی ہے اور جسوقت بارش ہوئی تو کیسی سرسبز اور شاداب ہوجاتی ہے اور انواع انواع کی بوٹیاں اور اقسام اقسام کی گھاس جو دھوپ کی وجہہ سے جلکر خاک سیاہ ہوگئی تھیں اور بہت سے جانور جو مرکر مٹی میں ملگئے تھے یکبارگی کیسے زندہ ہو جاتے ہیں پھر اگر خدا تعالیٰ انسان کو بھی اسی طرح قیامت کے دن بعد خاک میں ملجانے کے زندہ کردے تو کیا بعید ہے اب ناظرین

ملاحظہ فرمائیں کہ اس بیان سے اُن منکرین کے شبہات کا کیسا قلع اور قمع ہو گیا پھر ان دلائل کے علاوہ اُسکی حالت اور کیفیت کو ایسی ہولناک تعبیروں سے بیان کیا ہے کہ خدا ترسوں کا دل اُسے دیکھکر پانی پانی ہوتا ہے پھر اب کوئی صاحب بیان تو کریں کہ کس کتاب میں قیامت کے وجود کو اس طرح ثابت کیا ہے اور اُسکی کیفیت کو اس خوبی سے دکھایا ہے توریت میں تو قیامت کا نام و نشان بھی نہیں ہے اور دوسرے صحیفوں میں کہیں کہیں اشارہ اور کنایہ بیان کیا ہے انجیل میں بہ نسبت صحف سابقہ کے کسیقدر زیادہ ذکر ہے مگر اُسکے وجود کے دلائل کا تو کسی مقام پر پتہ بھی نہیں ہے باوجودیکہ یہود کا ایک فرقہ صدوقی قیامت کا منکر تھا اُسکے لئے قیامت کو ثابت کرنا ضرور تھا مگر نہیں کیا غرضکہ اس بیان سے تمام کتب سابقہ خالی تھیں اور اہل عرب بھی اسکے منکر تھے تو اب فرمائیے کہ یہ باتیں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والثنا کے دل میں کہاں سے سمئیں یہ الہام ربّانی نہیں ہے تو کیا ہے۔ چہارم علم تذکیر یعنی وعظ و نصیحت اسکو تین طور پر قرآن مجید میں بیان کیا ہے اوّل خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور اُسکے احسانات اور انعامات بیان کرکے انسان کو اُسکے خالق اور منعم حقیقی کیطرف متوجہ کیا ہے دوسرے ہولناک واقعات اور خوش آیند حالات سے خدا کی عظمت و شان اور اُسکے قہر و رحم کی صورت کو گویا سامنے کر دکھایا ہے قرآن مجید میں کوئی واقعہ اور کوئی حادثہ قصّہ کے طور سے بیان نہیں کیا گیا بلکہ محض خدا کا رحم اور قہر کا نمونہ دکھانے کیلئے اسیواسطے جہاں کوئی واقعہ بیان کیا ہے وہاں بار بار خدا کی عظمت و شان کیطرف اشارہ ہوتا جاتا ہے اگر کوئی دردناک واقعہ ہے تو مکرر خدا کے غضب کیطرف تنبیہ ہوتی ہے اور اگر کسی کی عمدہ حالت کا ذکر ہے تو تھوڑی تھوڑی دور پر خدا کی رحمت اور عنایت کی وسعت بیان ہو رہی ہے غرضکہ کوئی قصّہ قرآن میں اس طرح مذکور نہیں کہ اسکے پڑھنے والے کو خدا کی رحمت یا غضب کا خیال نہ دلایا گیا ہو بخلاف بیبل کے کہ اسمیں جہاں قصّے مذکور ہیں وہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مقصود صرف ایک واقعہ کا بیان ہے جیسے قصّے کی کتابوں میں ہوا کرتا ہے تیسرے دنیا کی بے ثباتی اور موت کا اور اُسکے مابعد کے

حالات کا ذکر کرکے انسان کو آخرت کیطرف متوجہ کیا ہے یہ سب امور اس خوش اسلوبی اور
تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں کہ توریت وانجیل میں ہرگز نہیں ہیں ہر ایک بیان میں ہمارے
علمائے علیحدہ علیحدہ تفسیریں لکھی ہیں پھر اس قسم کی باتیں کوئی بے پڑھا شخص بغیر تائید خدا
کیونکر بیان کرسکتا ہے خدا کے لئے ذرا تو انصاف کرو یہی وجہ ہے کہ بہت سے عیسائی بھی
تعلیم محمدی کی بہت کچھ تعریف کرتے ہیں میں چند شواہد یہاں نقل کرتا ہوں۔

پہلا شاہد۔ لندن کے کوارٹرلی ریویو نمبر ۲۵۴ بابت ماہ اکتوبر ۱۸۶۹ء میں ایک آرٹکل
جو اسلام کے نام سے معنون ہے قابل دیکھنے کے ہے میں اُسکے چند فقرے یہاں نقل کرتا ہوں
اِدھر تو گیٹا اور کارلیئل اور اُسطرف جماعت محققین جدید مثل اسپرنگر اور امّاری اور
نولڈیک اور میور اور دوزی نے تمام جہان پر یہ بات ثابت کی ہے کہ اسلام ایک
زندگی بخشنے والی چیز ہے" ہزاروں فائدہ مند جوہروں سے بھرا ہوا ہے اور یہ کہ محمدؐ (کی
سیرت کی نسبت جو کچھ رائے ہو مگر اُنھوں) نے مروت کی سنہری کتاب میں اپنے لئے جگہ
حاصل کی (جلد ۱۲۷ صفحہ ۲۹) یہ منصف مزاج اسی آرٹکل میں دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ۔
ہماری رائے میں مرگی سے کوئی شخص کبھی اپنے آپ کو نبی نہیں تصور کرلیتا اور نہ مشرق کے
لوگوں میں ایسا کبھی ہوا اور نہ کبھی مرگی کی وجہ سے دل کی ہلانے والی باتیں اور عمدہ نقش و
نگار مرگی والے کے دل پر القا ہوئے انتہٰے۔ اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ ہمارے اس گواہ
نے کیسے بلیغ جملوں میں اسلام کی تعریف کی ہے جس سے کمال خوبی تعلیم محمدی کی ثابت ہوتی
ہے اور پھر فقط اتنا ہی نہیں کیا کہ اسلام کی کمال عمدگی پر گواہی دی ہو بلکہ آٹھ گواہوں کا نام
اور بھی بتایا جنھوں نے ہمارے دعوے کی تصدیق کی ہے باوجودیکہ اُنکو اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

دوسرا شاہد۔ چمبرس انسائیکلوپیڈیا کی جلد ۶ میں ہے۔ اسلام کا وہ حصہ بھی جس سے اُسکے
بانی کی رائے کا انکشاف ہوتا ہے نہایت کامل اور غایت درجہ میں موثر ہے یعنی قرآن کے
نصائح کسی ایک دو یا تین سورتوں میں مجتمع نہیں ہیں بلکہ اسلام کی عالیشان عمارت میں

سلسلۃ الذہب کے مانند مخلوط اور ممزوج ہیں۔ ناانصافی ۔جھوٹ ۔غرور۔ کینہ کشی تہمت سخریہ ۔عداوت ۔فضول خرچی ۔طمع ۔حرامکاری ۔خیانت ۔اور نفاق کی سخت ملامت کیگئی ہی اور اُن کو قبیح اور بدیہی بتلایا ہے اور بمقابلہ اُن کے خیراندیشی ۔فیضرسانی عفت ۔بردباری صبروتحمل ۔کفایت شعاری ۔ راستبازی ۔عالی ہمتی ۔حیا ۔صلح پسندی ۔حق دوستی ۔اور اِن سب پر بالا توکل برخدا اور انقیاد امر الٰہی کو عماد پرہیز گاری حقہ اور مومن صادق کی اصلی نشانی قرار دی ہے۔

تیسرا شاہد ۔گاڈفری ہگینس اپنی کتاب اپالوجی میں لکھتے ہیں۔ دفعہ ۴۶ ۔جب بہت سے طول طویل اور عسیر الفہم عیسائی مذہبوں پر خیال کیا جاتا ہے تو شاید ایک حکیم دین اسلام کی خوبی اور سادگی اور سریع الفہم ہونے اور بے تکلفی پر آہ کرکے پچتاوے کہ میرا مذہب ایسا کیوں نہوا انتہےٰ ۔اور دفعہ ۴۵ میں یہ لکھا ہے عیسائی مذہب میں اخلاق کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہی کہ مسلمانوں کی تعلیم میں نہ پایا جاتا ہو الخ۔

دفعہ ۲۲۶ مجھکو کوئی تعصب یا مذہب ایسا یاد نہیں جو سخت خرافات یا نہایت پیچ سے خواہ دونوں سے پر نہو مگر کل مذاہب مقررہ سے جنکا بیان مینے پڑھا ہے محمدؐ کا مذہب نہایت سادہ اور حکیمانہ ہے اور اپنی اصلی پاکیزگی میں مشکلات کم رکھتا ہے اِس عقیدہ سے زیادہ سادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی معبود برحق خدا ہے اور محمدؐ اُس کے رسول اور اُسکی راہ کے بتانیوالے ہیں انتہےٰ۔ (حمایت اسلام ترجمۂ اپالوجی صفحہ ۳۲ و ۱۱۴)

چوتھا شاہد ۔گبن صاحب مستند و مشہور مورخ انگلستان اپنی تاریخ میں لکھتا ہے محمدؐ کا مذہب شکوک اور شبہات سے پاک ہی مکہ کے پیغمبر نے بتوں کی انسانوں کی ستاروں اور سیاروں کی پرستش کو اِس معقول دلیل سے رد کیا کہ جو شے طلوع ہوتی ہے غروب ہو جاتی ہے اور جو حادث ہے وہ فانی ہوتی ہے اور جو قابل زوال ہے وہ معدوم ہو جاتی ہی اُسنے اپنی سرگرمی سے کائنات کے بانی کو ایک ایسا وجود تسلیم کیا ہے جسکی نہ ابتدا ہے نہ انتہا نہ کسی

شکل ہیں محدود نہ کسی مکان میں اور نہ کوئی اُسکا ثانی موجود ہے جس سے اُسکو تشبیہ دیسکیں وہ ہمارے نہایت خفیہ ارادوں سے آگاہ رہتا ہے بغیر کسی اسباب کے موجود ہے اخلاق اور عقل کا کمال جو اُسکو حاصل ہے وہ اُسکو اپنی ذات سے حاصل ہے ان بڑے بڑے حقایق کو پیغمبر نے مشہور کیا اور اُس کے پیرووں نے انکو نہایت مستحکم طور سے قبول کیا اور قرآن کے مفسروں نے معقولات کے ذریعے سے بہت درستی کے ساتھ انکی تصریح اور تشریح کی ایک حکیم جو خداتعالی کے وجود اور اُسکی صفات پر اعتقاد رکھتا ہو مسلمانوں کے عقیدۂ مذکورۂ بالا کے نسبت یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ایسا عقیدہ ہے جو ہمارے موجودہ ادراک اور قوائے عقلی سے بہت بڑھکر ہے اسلئے کہ جب ہمنے اُس نامعلوم چیز کو زبان اور حرکت اور مادہ اور حس اور تفکر کے اوصاف سے مبرّا کر دیا تو ہمارے خیال کرنے اور سمجھنے کے لئے کیا چیز باقی رہی وہ اصل اوّل جسکی بنا عقل اور وحی پر ہے محمدؐ کی شہادت سے استحکام کو پہنچی چنانچہ اُسکے معتقد ہندوستان سے لیکر مراکو تک موحد کے لقب سے ممتاز ہیں اور بتوں کو ممنوع سمجھنے سے بُت پرستی کا خطرہ مٹا یا گیا ہی اب میں انھیں چار گواہوں پر کفایت کرتا ہوں طالبین حق غور فرمائیں کہ یہ لوگ جو مذہب عیسائی رکھتے ہیں اور مذہب اسلام سے انھیں کچھ تعلق نہیں نہ انھیں اس تعریف سے کچھ مال و دولت مل سکتی ہے نہ کوئی جاہ و منصب انھیں حاصل ہو سکتا ہی بلکہ کسی طرح کا لوث انکیں نہیں ہی اگر کچھ ہوگا تو یہی خیال ہوگا کہ ہماری قوم کے لوگ ہماری اس منصفانہ رائے پر ہمیں بُرا بھلا کہینگے اور ہر طرف سے سب وشتم کے آوازے بلند ہونگے۔ باینہمہ یہ تعریف کر رہے ہیں پھر بھلا بغیر اس بات کے کہ تعلیم محمدی میں واقعی کمال مرتبہ کی خوبی ہو یہ لوگ باوجود مخالف مذہب ہونے کے کیونکر اس پرلے درجے کی تعریف کرتے انکو تو اگر کچھ بھی بُرائی کا موقع ملتا تو ہرگز ایسا نہ لکھتے مگر تعلیم محمدی کی خوبیوں نے ایسا مجبور کر دیا کہ گو خلاف مذہب تھے مگر بنظر انصاف تعریف کرنی پڑی البتہ اتنی بات ہے کہ یہ لوگ معاند نہیں ہیں پادری صاحب کی طرح کہ زبردستی حق بات کو چھپا دیں اور کھلی کھلی ہٹ دھرمی کئے جاویں۔ مگر افسوس ہے

کہ پادری عماد الدین صاحب کی آنکھوں پر تعصب اور عناد اور طمع دنیاوی کا
ایسا پردہ پڑا ہے کہ ان باتوں پر اصلاً نظر نہیں کرتے اور محض حق پوشی کیلئے اسطرح لکھتے ہیں
تقلیع ۴ صفحہ ۱۔ میری تمیز اسکو قبول نہیں کرتی کہ اس درجہ عرب میں تاریکی تھی جیسی منشی صاحب
بتاتے ہیں کیونکہ اس عہد کے شاعروں کے حالات خوب معلوم ہیں عرب دنیا کے معاملات میں محض بیوقوف
تھے اور میں یہ بھی قبول نہیں کر سکتا کہ محمدؐ صاحب اسقدر استفادہ سے محروم تھے کچھ نہ کچھ استفادہ
احباب کی صحبت اور روزمرہ کے واقعات اور معاملات سے ضرور انھوں نے کیا البتہ اگر کوئی
جاہل ایسا ہو جائے جیسے حواری ہو گئے تھے تو ضرور قیاس چاہتا ہے کہ اسنے خدا سے سیکھا ہے۔
جواب۔ ناظرین ملاحظہ کریں کہ مولوی صاحب کی کیا تقریر تھی اور کیا جواب اسکا ملا۔
مولوی صاحب نے یہ کب دعوی کیا ہے کہ عرب دنیا کے معاملات میں محض بیوقوف تھے
مولوی صاحب تو انھیں علوم دینیہ خصوصاً علوم الٰہیہ سے جاہل بتاتے ہیں اسکا بھی پادری صاحب
انکار نہیں کرتے پس قضیہ طے ہے کہ عرب امور دینیہ اور حقائق ربانیہ سے بالکل ناواقف تھے اور
آنحضرتؐ نے امور دینیہ و معارف ربانیہ ایسے بیان کئے کہ کسی نے نہ کئے تھے اس سے بخوبی
ثابت ہوا کہ وہ مضامین وحی الٰہی تھے کیونکہ امی شخص ایسی جاہل قوم میں رہنے والا کو کیسا ہی
تجربہ اسے ہوا ہو اور یار و اغیار سے اسے صحبت رہی ہو ہرگز ایسی تعلیم نہیں کر سکتا جسکا ذکر اوپر
کیا گیا۔ مگر پادری صاحب کی یہ بات تو شاید ہنسی کی ہے کہ اگر کوئی جاہل ایسا ہو جائے جیسے
حواری ہو گئے تھے تو ضرور قیاس چاہتا ہے کہ اسنے خدا سے سیکھا (دیکھو صفحہ ۳۸ تقلیع)
اے جناب حواری جیسے ہو گئے تھے وہ حضرت مسیحؑ کے قول سے ظاہر ہے ملاحظہ کیجئے
مرقس کے باب ۱۶ ورس ۱۴ میں ہے آخر وہ ان گیارہوں کو جب وہ کھانے بیٹھے تھے دکھائی
دیا اور ان کی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی الخ۔ اور حضرت پطرس جو اعظم الحوارئین ہیں
ان کی نسبت حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لئے ٹھوکر
کا باعث ہے کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں الخ (متی $\frac{16}{23}$) اب جبکہ حضرت مسیحؑ نے آخر وقت

تک بے ایمان اور شیطان کہا اور یہ بھی صاف فرمایا کہ تو خدا کی بات کا نہیں پھر کیا پادری صاحب کے نزدیک خدا کے تعلیم یافتہ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں ذرا سوچ سمجھکر جواب دیجئے علاوہ اس کی وہ تعلیم تو دکھائیے جس سے انکا تعلیم یافتہ خدا ہونا ثابت ہو وہ کونسی تعلیم ہے اور کہاں ہے اگر اناجیل مروجہ حواریوں کی لکھی ہوئی تسلیم کیجائیں تو بھی حواریوں نے کیا کیا صرف حضرت مسیحؑ سے سنکر اور کچھ کتب سابقہ وغیرہ سے لیکر لکھدیا پھر اسمیں بھی بیسیوں غلطیاں اور اختلافات موجود ہیں جنکی اصلاح آجتک کسی سے نہو سکی اسیوجہ سے علمائے مسیحیہ کو ماننا پڑا کہ انجیلیں الہام سے نہیں لکھی گئیں خود پادری صاحب کو بھی مجبور ہوکر نسب نامہ مندرجۂ انجیل کو غیر الہامی کہنا پڑا چنانچہ ہدایت المسلمین مطبوعہ سنہ ۱۸۷۵ء کے صفحہ ۷۷ میں لکھتے ہیں یہ کچھ الہامی بات نہیں ہے خاندانی نسب ناموں میں سے اور کچھ بائیبل میں سے لیکر نام لکھے گئے باوجودیکہ تاریخ محمدی مطبوعہ لاہور سنہ ۱۸۷۱ء کے صفحہ ۲۹ و ۳۰ میں بڑے زور شور سے لکھ چکے تھے کہ نسب نامہ مسیحؑ الہام سے لکھا گیا ہے اب پادری صاحب فرمائیں کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ انھیں اپنے قول کو خود غلط کرنا پڑا بجز اسکے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ جب اغلاط کی تصحیح نہو سکی تو مجبور ہوکر لکھنا پڑا کہ الہام سے نہیں لکھا گیا اب فرمائیے کہ انھیں باتوں پر آپکا قیاس چاہتا ہے کہ حواریوں نے خدا سے سیکھا ہے اور یہ جو پادری صاحب کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے کچھ نہ کچھ استفادہ احباب کی صحبت اور روزمرہ کے معاملات سے ضرور کیا تو میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ وہ احباب کون تھے وہی عرب کے مشرکین اور تثلیث پرست اور اس ریگستان کے گنوار دہقانی پھر انکی صحبت سے وہ تعلیمات اخذ کیں جنکا ذکر اوپر کیا گیا کیا کوئی منصف رسالہ پیغام محمدی دیکھکر اسکا منکر ہوسکتا ہے کہ تعلیم محمدی نے شریعت موسوی اور عیسوی کی پوری تکمیل کردی پھر کیا یہ شریعتیں پادری صاحب کے نزدیک ایسی ناقص اور مبتذل ہیں کہ آنحضرتؐ نے مشرکین عرب کی صرف صحبت سے وہ تعلیم حاصل کی کہ بدرجہا شریعت عیسوی اور موسوی سے فائق ہوگئی اور اسے کامل کردیا ذرا کچھ تو سوچو کہیں تو سیدھی بات کہا کرو یا ہر جگہ بے تکی سوجھتی ہے اللہ تمھیں ہدایت کرے۔

تعلیق ۱۵ صفحہ ۶۰۔ امر مذکور یعنی تعلیم محمدی بلا شک خدا کی طرف سے تھی اُس زمانے
کے حالات اور واقعات پر نظر کرنے سے یقینی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایسے عالی مرتبہ اور بلند درجہ
کے علوم ربّانی اور دقائق توحید اور حقائق تجرید و آداب حسنہ و مکارم اخلاق و ضوابط ملت
و حِکَم نافعہ و مصالح ضروریہ جیسے ہیں عرب کی قوم اجنبی اور جاہل تھی اون کے حاصل کرنے میں
بڑی ریاضتیں اور دور دراز مدتیں چاہئیں اور چونکہ شخص واحد میں کمالات علمیہ و عملیہ جیسے قرآن
میں مجموع ہیں جمع ہونا مستبعد ہیں تو ضرور ہے کہ مختلف عالموں اور متعدد فاضلوں اور حکیموں
اور فیلسوفوں سے حاصل کیا ہوگا اور برسوں تک مشاہد خلق اور مجامع ناس میں تحصیل علوم و تحقیق
معارف کے لئے آمد و رفت اور تردد عظیم ہوا ہوگا اور اکثر آدمیوں نے اس امر پر اطلاع پائی
ہوگی اور تمام قوم اور دور و نزدیک کے شہروں اور یگانوں اور بیگانوں میں اس امر کا شہرہ
عظیم ہو گیا ہوگا۔ یا اگر ایک ہی شخص سے تحصیل کی ہوگی تو وہ خود بھی تمام کمالات کا جامع ہوگا
اور اکثر لوگوں میں اس کی عظمت اور شہرت ہوگی یہاں تک کہ بچے اور عورتیں بھی ایسے شخص
کو جانتے ہونگے اور اسکے شاگرد بھی ضرور بتعداد کثیر ہوں گے اور لازم ہے کہ اس تحصیل
و تدبیر میں بہت سے لوگ آنحضرت کے شریک اور جلیس بھی ہونگے مگر آنحضرت کی نسبت
اِن میں سے ایک بات بھی ثابت نہیں ہے اور کسی قریش یا اور کسی اُس ملک یا غیر ملک
کے دشمن نے کبھی ایسا طعن نہیں کیا کہ تم نے ہمیں میں رہکر فلاں فلاں شخص سے علوم حاصل
کئے اور اب ہمیں سے کہتے ہو کہ میں نے لکھا پڑھا نہیں یہ سب کچھ مجھے وحی سے معلوم ہو گیا
اور ضرور تھا کہ جب محمد رسول خدا اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں منکروں کے رد میں بآواز بلند
سب کے سامنے اپنی امیت ظاہر کرتے اور عدم تعلم بیان کرتے تھے بلکہ اس کو اپنے مکاشفات او
وحی کی دلیل حقیقت گردانتے تھے چنانچہ سورہ عنکبوت میں فرمایا وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْ مِنْ قَبْلِه
مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ پس اگر یہ امر واقعی ہوتا
تو سب کے سب انکے بطلان و تکذیب میں مستعد ہو جاتے اور تحصیل اور تعلم کے پتے بتاتے کیونکہ آنحضرت

تکذیب میں وہ لوگ ہر طرح سے کوشش اور سعی کرتے تھے اور ہمیشہ جھوٹی طعن و تشنیع کیا کرتے تھے اور جبکہ کبھی ایسا نہیں ہوا (اور ایسا الزام انکی طرف سے منقول اور مسموع نہیں ہوا اگر ایسا ہوتا تو البتہ دشمنان دین ضرور اسکو بکثرت رائج اور مشہور کرتے اور اب تک یہ بات مشہور چلی آتی) پس ثابت ہوا کہ کبھی قبل نبوت آنحضرتؐ نے ایسے امور میں اشتغال اور ایسے علوم کا استحصال نہیں کیا انتہٰے۔

اِسکے جواب میں پادری صاحب جو کچھ فرماتے ہیں اُسکا محصل اسقدر ہے کہ حضرت کا امی ہونا مسلم ہے مگر جیسے وہ ان پڑھے تھے ویسی ہی اُن کی تعلیم ہے کہیں تناقض ہے کہیں ناواقفی ہے کہیں اُسیوقت کے دستورات ہیں کوئی خوبی اُسمیں نہیں ہے (دیکھو تقلیعات کا صفحہ ۸۵)

جواب۔ پادری صاحب کی اِس ہٹ دھرمی کا کیا جواب دیا جاے جو کوئی آفتاب نیمروز کو تاریک بتاے اور چودھویں رات کے چاند کو ظلمت کدہ ٹھہراے اُس سے کیا کہا جاوے بجز اسکے ؎ نور گیتی فروز چشمۂ ہور * زشت باشد بچشم موشک کور۔ مگر اس سے کوئی عیب اُسکی درخشانی میں نہیں آسکتا ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم * چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔ اب اہل انصاف کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ رسالۂ پیغام محمدیؐ اور آئینۂ اسلام کو ملاحظہ کریں اُسوقت تعلیم محمدیؐ کی خوبی کا حال معلوم ہو جائیگا اور جو کچھ میں ابھی لکھ چکا ہوں اُسپر بھی نظر رکھنا چاہیئے اور علمائے مسیحیہ کی شہادتوں کے سامنے جو اوپر منقول ہوئیں پادری عمادالدین کی بُرائی کرنا (جو اسی بُرائی کی روٹی کھاتے ہیں اسی کی بدولت سینکڑوں روپیہ پاتے ہیں اپنے ہم مشربوں میں توقیر ہوتی ہے ڈگریاں ملتی ہیں) کیونکر اہل انصاف کے نزدیک لایق سماعت ہو سکتی ہے اگر کوئی صاحب بطور خود تعلیم محمدیؐ کی خوبی دریافت نہ کر سکیں اور رسائل مذکورہ بھی ملاحظہ نہ کریں تو صرف اُن شہادتوں کی وجہ سے جو مخالفین نے تعلیم محمدیؐ کی عمدگی کی نسبت دی ہیں پادری صاحب کو خلاف گو یا سخت معاند کہینگے کیونکہ وہ بیغرضانہ محض اظہار حق کے لئے گواہی دیتے ہیں اور پادری صاحب اپنے جاہ و منصب کی ترقی کیلئے یہ تحریریں

کرتے ہیں ایسا نہ کرتے تو اسقدر تنخواہ اور ڈپٹی کا خطاب کس طرح ملتا اور تعلیم محمدی میں جو تناقض اور ناواقفی بتارہے ہیں وہ محض اُن کی بے علمی اور تعصب کا باعث ہے اگر مقابلے میں اُنسے دریافت کیا جائیگا تو ایک تناقض بھی ثابت نہ کرسکیں گے اور ہدایت المسلمین میں جو کچھ اُنھوں نے لکھکر اپنی ناواقفی کو طشت از بام کیا ہے اُسکا کافی جواب مولوی سید محمد صاحب نے تنزیہ الفرقان مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ ۱۲۹۶ہجری میں دیا ہے جس کے جواب الجواب میں پادری صاحب سے کچھ نہیں ہو سکا مگر یہ اُن کی دیانت کہئے یا تلبیس کہ پھر دوسری مرتبہ اُنھیں اعتراضوں کو لکھدیا ہے اور اکثر مقام پر جواب الجواب میں ایک حرف بھی نہیں لکھ سکے تناقض اور اختلاف اسے کہتے ہیں جیسے ہمنے اناجیل میں دکھلا دیے ہیں جنکے جواب میں آپ کو کسی مقام پر تو سہو کاتب ماننا پڑا ہے اور کہیں پر غیر الہامی کہنا پڑا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ جس طرح پادری صاحب تعلیم محمدی کی نسبت بار بار یہ کہتے ہیں کہ کوئی خوبی اُس میں نہیں ہے بلکہ جسطرح بے علم کی تعلیم ہوتی ہے ویسی ہے اسی طرح تعلیم عیسوی کی نسبت یہود و دیگر منکرین مسیح بھی کہتے ہیں اور کثرت سے اس قسم کی کتابیں موجود ہیں میں چند کتابوں اور مؤلفوں کے نام لکھتا ہوں۔

(۱) ڈاکٹر اسٹراس (۲) رے نن (۳) اسپائی نوزا (۴) ڈیوٹ (۵) تھیوڈور پارکر (۶) بشپ کالنزو (۷) ڈاکٹر ہوم (۸) کمٹی آگسٹی (۹) نیومن (۱۰) ڈاکٹر نیانڈر (۱۱) ڈاکٹر اوسن (۱۲) مریدیت وغیرہم۔ ان کی کتابوں کو پادری صاحب چھپوا کر دیکھیں اُسوقت اُن کی آنکھیں کھلینگی مگر سچ ہے کہ ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کو دیکھیں یا ان کتابوں کو مریدیت جسکا نام میں نے اخیر میں لکھا ہے ایک عیسائی عالم تھا بیس برس تک وہ عیسائی مذہب کا واعظ رہا اور اس مذہب کی خوب تحقیق کرتا رہا بعد تحقیق تمام وہ اس مذہب سے دست بردار ہوا اُسنے ایک کتاب لکھی ہے جسمیں انجیل کے ہر ایک مسئلہ پر متعدد اعتراض کیے ہیں اور یہ بات کہتا ہے کہ انجیل کی تمام تعلیم بُت پرستوں کی کتاب سے لی گئی ہے پھر اُسنے یہ بھی دکھایا ہے

کہ اس اس مقام پر لینے میں غلطی ہوئی ہے بت پرستوں کی فلانی کتاب میں یہ تھا اور مولفین
اناجیل نے غلطی سے یہ نقل کیا اسی وجہ سے اسپر یہ اعتراض ہوتا ہے جسکا جی چاہے اُس کتاب
کو ملاحظہ کرے سنہ ۱۸۰۴ء لندن میں یہ کتاب طبع ہوئی ہے۔ اور یہ امر نہایت ظاہر ہے کہ انجیل
میں کوئی عمدہ مضمون ایسا نہیں ہے جو کتب سابقہ میں نہو اور کچھ اُسمیں احکام ہیں اُن کی حسن و خوبی
کا حال کتب مذکورہ سے معلوم ہو سکتا ہے پادری صاحب سے کوئی یہ دریافت کرے کہ
انجیل میں کیا عمدگی ہے ذرا اُسے تو بیان کیجئے یوں دعوے کرنیکو تو ہر مذہب والا اپنے مذہب
کی تعلیم کو سب سے عمدہ یقین کرتا ہے مگر عمدہ وہی ہے جو اہل انصاف کے نزدیک عند التحقیق عمدہ
ثابت ہو چنانچہ تعلیم محمدی کہ علاوہ اور لوگوں کے خود عیسائیوں کے نزدیک بھی اُسکی کمال
عمدگی ثابت ہوگئی ہے اب اگر کوئی متعصب کسی دنیاوی غرض سے اُسے خراب بتائے تو وہ
ہرگز ناقص نہیں ہو سکتی۔

واضح ہو کہ مخالفین جب تعلیم محمدی کی عمدگی دیکھکر متحیر ہوئے اور یہ خیال کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نے دنیاوی طور پر تعلیم نہیں پائی ہے پھر یہ حیرت انگیز اور دل کی ہلانے والی باتیں کیونکر بیان
کرتے ہیں تو بسبب مخالفت کے سیدھی راہ سے تو محروم رہے (یعنی یقین نہ کیا کہ بلاشبہہ یہ
خدا کی تعلیم ہے) مگر طرح طرح کی اُسمیں تاویلیں اور احتمالات نکالنے لگے اُنھیں احتمالات اور توہمات
کو منشی صاحب صفحہ ۴۶ میں نقل کرکے اُسکا جواب دیتے ہیں اور دس باتیں محققانہ تحریر کرتے
ہیں جنسے اُن کے توہمات کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

اوّل یہ کہ اگر حالت سفر میں اہل کتاب سے قرآن کے عمدہ مضامین سیکھتے تو ضرور اسکی شہرت
ہوتی اور جو لوگ اہل کتاب کے پاس آتے جاتے اکثر اوقات دیکھتے وہ ضرور اسکا اظہار کرتے
بلکہ جب آنحضرت نے ایسا دعوی کیا تھا تو وہ اہل کتاب خود آکر الزام دیتے مگر ان باتوں کا
کہیں پتہ اور نشان نہیں ہے پادری صاحب اسکا جواب صفحہ ۸۶ و ۸۷ میں اسطرح دیتے ہیں
قولہ ہمیں یقین ہے کہ حضرت نے ضرور کتب اہل کتاب سے اخذ کیا اور عرب میں اسکا ایسا سخت

چرچا ہوا کہ محمد صاحب کو اسکا جواب دینا پڑا اگر وہ جواب بھی ناقص تھا سورۂ نحل میں ہے (وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّھُمۡ یَقُوۡلُوۡنَ الآیہ) ترجمہ ہمکو معلوم ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ محمدؐ کو سکھاتا ہی کوئی آدمی جس آدمی کو وہ سکھانیوالا خیال کرتے ہیں اُس آدمی کی زبان تو عجمی ہی اور یہ قرآن تو صاف فصیح عربی زبان ہے پس اُس عجمی نے یہ فصیح عربی کیونکر سکھائی۔ انتہےٰ۔

میں یہ کہتا ہوں کہ جس آیت سے پادری صاحب سند لائے ہیں اُسمیں تو معاندین کی صرف بدگمانی کا ذکر ہے اُس سے یہ ثابت کرنا کہ آنحضرت نے اہل کتاب سے اخذ کیا سخت جہالت ہے یعنی معاندین جب آپ کی تعلیمات اور فصاحت کلام دیکھکر متحیر ہوئے اور اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ شخص ہمارا بھائی ہماری قوم کا ایسی تعجب انگیز تعلیم اس معجز بیانی کے ساتھ کیونکر بیان کرسکتا ہے ضرور کوئی شخص انکا معین ہے اب وہ شخص عرب میں سے تو ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ سب ہماری قوم ہے ہم اُن کے حالات اور استعداد سے بخوبی واقف ہیں انمیں سے کوئی ایسی تعلیم نہیں کرسکتا تو لامحالہ کوئی باہر کا عجمی انکو تعلیم کرتا ہی جو بڑا لایق ہوگا۔

یہ اُن معاندین کا محض خیالی پلاؤ تھا جسکا ذکر قرآنمجید میں آیا ہی۔ دیکھو حضرت مسیحؑ جو بھوت پلیت نکالا کرتے تھے منکرین یہی کہتے تھے کہ شیطان یا روح خبیث کے ذریعے سے نکالتے ہیں اِسکا کوئی جواب شافی انجیل میں نہیں ہے۔ اِسی طرح جب حواریوں پر روح القدس اُترا اور وہ مختلف زبانیں بولنے لگے تو بعض لوگوں نے ٹھٹھے سے کہا کہ نئی مے کے نشے میں ہیں (اعمال ۲/۱۳) اب اگر پادری صاحب کے نزدیک مخالفوں کی بدگمانی قابل اعتبار ہے تو اُنھیں حضرت مسیحؑ اور حواریوں کی نسبت جو کچھ مخالفین نے کہا ہی اُسے بھی ماننا پڑیگا لہذا اُنھیں چاہئے کہ حضرت مسیحؑ کے معجزات اور حواریوں کی رسالت سے ہاتھ اُٹھائیں کیونکہ حضرت مسیحؑ کے کرشمے تو مخالفوں کے نزدیک خبیث روح کے ذریعے سے تھے پھر وہ کب لائق اعتبار ہوسکتے ہیں اسی طرح حواریوں کی رسالت جو بوجہ نزول روح القدس پائی جاتی ہے مخالفوں کے نزدیک وہ نزول نہ تھا بلکہ شراب کا نشہ تھا الحاصل اگر مخالفوں کی

بدگمانیوں کو واقعی ثبوت سمجھا جائے تو کسی مذہب کی حقیقت ثابت نہیں ہو سکتی اسیوجہ سے منشی صاحب
نے معاندین عرب کی بدگمانیوں کا اعتبار نہیں کیا بلکہ یہ لکھا ہے کہ ایسے علانیہ دعوے کے
بعد جیسا آنحضرتؐ نے کیا تھا اُن الزامات کا شہرہ اور ثبوت نہیں پایا جاتا جنکا ذکر اوپر ہوا
بلکہ شہرت کا تو وجود ہی ثابت نہیں ہوتا اگر پادری صاحب مدعی ہیں تو ثابت کریں قرآن سے
تو اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ بعض عرب نے ایسا وہم کیا مگر بعض کے وہم کرنے سے شہرت کا
ثبوت نہیں ہو سکتا پھر وہ بعض بھی اپنا مشاہدہ بیان نہیں کرتے محض اٹکل پچو کہتے ہیں لہذا
اس سے نہ تو الزام کی شہرت ثابت ہوتی ہے اور نہ واقعی ثبوت ہوتا ہے اسکے بعد منشی صاحب
یہ کہتے ہیں کہ وہ معلم جس سے آپ سیکھا کرتے تھے وہ ایسے دعوے کے وقت ضرور الزام دیتا کہ
ہمسے ہی تو سیکھا ہے اور پھر ہمارے ہی سامنے دعوے کرتے ہو خصوصاً ایسی حالت میں
کہ وہ اہل کتاب میں سے ہو کیونکہ بعض اہل کتاب آنحضرتؐ سے سخت دشمنی رکھتے تھے
وہ ضرور اُسے اشتعال دیتے اور الزام پر آمادہ کرتے مگر اسکا کہیں نشان نہیں ملتا۔ اسکا جواب
پادری صاحب گول کر گئے کوئی اُلٹی سیدھی تقریر نہ چلی پادری صاحب کی عادت ہے کہ
جہاں دم مارنے کی بھی گنجائش نہیں ملتی وہاں چپ چاپ چلے جاتے ہیں کان تک نہیں ہلاتی
اور پھر جوابدہی کا دعوے کرتے ہیں۔

اب ناظرین قرآنمجید کے اُس جواب کو بھی سُن لیں جو اُن معاندین کے خیالی پلاؤ کے دفع
کرنے کے لئے دیا ہے جسکو پادری صاحب اپنی نافہمی سے ناقص بتاتے ہیں۔ وہ یہ کہ
بعض معاندین جو اٹکل پچو کسی عجمی کو آنحضرتؐ کا معلم بتاتے ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ بہت اچھا
ہمنے فرض کیا کہ وہ مضامین کسی عجمی سے اخذ کئے مگر یہ عبارت فصیح جسکے مثل لانے سے تم عاجز
ہو اور متحیر رہتے ہو کس نے تعلیم کی یہ جواب ایسا ہے جیسے کوئی شخص قصر مسافت اور اختصار
کلام کے لئے مخالف کی بات کو تسلیم کرکے اس طور پر الزام دے کہ اُسکے ذہن میں جلد
آجائے اور زیادہ فہمایش کی حاجت نہو اگر خدا تعالے اُن کے جواب میں یہ کہتا کہ انھوں نے

کوئی مضمون کسی سے نہیں سیکھا اور وہ مضامین جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں ہرگز کسی بشر کی
طاقت سے وہ بیان نہیں ہو سکتے تو سرگروہ جہلائے عرب اسکو نہ سمجھتے اور یقین نہ کرتے
اور کہتے کہ ہم کس طرح کہیں کہ کوئی شخص ایسی تعلیم نہیں کر سکتا ہم کیا تمام جہان کا حال جانتے
ہیں اور چونکہ مضامین عالی اُنکے خیال میں کبھی آئے بھی نہ تھے تو چنداں اُنھیں قدر بھی نہ تھی
مضامین عالیہ کو عالی سمجھنا نافہم و جاہل کا کام نہیں بلکہ بڑی عالی دماغی کا کام ہے البتہ فصاحت
عبارت میں اُن کو کمال تھا اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے مثل جہان میں کوئی فصیح نہیں ہے
اسکے دقائق سے وہ خوب واقف تھے اسلئے اُنکے مقابلے میں ضرور تھا کہ اول جواب کو چھوڑ کر
دوسرا جواب دیا جائے کیونکہ اس سے وہ بخوبی اپنے دل میں ملزم ہونگے اور کہیں گے کہ
واقعی اگر مضامین اسنے کسی سے سیکھے تو عبارت ایسی عجمی کون بول سکتا ہے جسکے مثل لانے سے
ہم عاجز ہیں حالانکہ ہمارے مثل جہان میں کوئی فصیح عبارت عربی نہیں بول سکتا اسواسطے وہ
معاندین اس جواب کو سنکر بالکل ساکت ہوگئے کچھ جواب اُسکا نہ بن پڑا اگر کچھ کسی نے کہا ہو تو پادری
صاحب ثابت کریں پس جب اُسوقت میں کسی نے اعتراض نہ کیا تو بقول پادری صاحب اسوقت
میں یہ اعتراض قابل سماعت نہیں چنانچہ ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۷۰ء کے صفحہ ۷۷ میں پادری صاحب
نے نسب نامہ کی نسبت لکھا ہے اُس زمانے میں کہ جب اُنکی بابت بحث کرنا لازم تھا کچھ
اعتراض نہیں ہوئے ہیں بلکہ یہ مقبول ہو چکے ہیں تو پھر ہم اسے نقصان نہیں جان سکتے انتہے
اور صفحہ ۷۵ و ۷۶ میں اسی نسب نامہ کی بابت لکھا ہے۔ اُس عہد میں یہ نسب نامہ ور لوقا
والا نسب نامہ بھی مقبول ہوا ہے اسلئے اس عہد کے اعتراض اس بارہ میں توجہ کے لائق
نہیں ہیں انتہے۔ پس جب انجیل پر اس قسم کے اعتراض لائق توجہ نہیں تو قرآن مجید پر
بطریق اولے نہونگے۔ اسکے بعد جو کچھ منشی صاحب نے نہایت معقول اور مستند نو امور بیان کئے
ہیں جن سے ہر منصف مزاج کو اس امر میں پوری تسلی ہو جاتی ہے کہ آنحضرت نے کسی سے
سیکھ کر قرآن مجید میں مضامین داخل نہیں کئے مگر چونکہ یہ امر نہایت ظاہر اور اہل انصاف کے

نزدیک مسلم ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم نہایت اعلیٰ و اشرف ہے چنانچہ اس وقت میں بجز
تھوڑے متعصبین کے تمام عقلا کا اسپر اتفاق ہو گیا ہے اسلئے منشی صاحب نے اپنے کلام کی
بنیاد اس بدیہی اور مسلم امر پر رکھی ہے اور جو کوئی تاریخی واقعہ ذکر کیا ہے تو اُسمیں مورخ اہل یورپ
عیسائی کا حوالہ دیا ہے تاکہ عیسائیوں کو گفتگو کی گنجائش نہ رہی پادری صاحب اُن امور کے
جواب میں کوئی واقعی اور محقق امر نہیں بیان کرتے محض تحکم کے طور سے دو باتیں کہتے
ہیں ایک یہ کہ آنحضرتؐ نے ضرور سیکھا ہے دوسرے یہ کہ قرآنمجید کی تعلیم ناقص ہے پہلے
امر کے جواب میں میں اسقدر کہتا ہوں کہ بلا دلیل کوئی دعوے قابل سماعت نہیں ہوسکتا
اُنھیں چاہیے کہ معتبر روایات سے اسے ثابت کریں جن میں صاف صاف آنحضرتؐ کے
تعلیم پانیکا ذکر ہو مگر یہ امر محال ہے اور دوسرے امر کا جواب میں ابھی دے چکا ہوں مگر یہاں
اسقدر کہتا ہوں کہ جنھیں خدا نے عقل و انصاف سے بہرہ یاب کیا ہے اور آنکھیں عنایت
کی ہیں گو وہ آنحضرتؐ کو نبی نہیں مانتے مگر قرآن کی خوبی تعلیم پر لوٹ ہو رہے ہیں ہمیں اسمیں
کوئی شک نہیں کہ قرآن ہی وہ کتاب آسمانی ہے جس سے انسان کی روح کو پوری تسلی
ہو جاتی ہے اور اپنی زندگانی سے کامل فائدہ اُٹھا سکتا ہے قرآن ہی وہ کلام مقدس
ہے جسکے ذریعے سے خدا کی ذات اور صفات کا علم نہایت مدلل طور سے ہمیں حاصل ہوا
اسی پاک کتاب میں وہ تعلیم ہے جسکے ہر ایک حکم کو انسان نہایت کشادہ پیشانی سے تسلیم
کرسکتا ہے ہر حکم اسکا ایسا معتدل اور سچے اصول پر مبنی ہے جسکی وجہ سے عقل سلیم بیساختہ
کہہ اُٹھتی ہے کہ بلا شک یہ حکم اُسی پیارے اور سچے خدا کا ہے جو اپنے بندوں پر نہایت
مہربان اور حکیم مطلق ہے چنانچہ پیغام محمدیؐ میں اسکا ثبوت قرار واقعی دیا گیا ہے ناظرین
وہاں ملاحظہ کریں کسی معاند بندۂ درہم و دینار کے انکار سے کوئی سچی اور واقعی بات جھوٹی
نہیں ہوسکتی ایسے بھی انسان ہوئے ہیں جنھوں نے آفتاب و مہتاب کا انکار کیا ہے
پادری صاحب نے بھی فرقہ عنادیہ اور لا ادریہ کا حال دیکھا سنا ہوگا پھر کیا اُنکے کہنے

سے کوئی شے موجود نہ رہیگی نہیں ضرور تمام اشیا بالبداہت موجود ہیں اور اُنکا خیال سراسر باطل ہے اسی طرح سے پادری صاحب کا بھی دعوے ہے۔ واضح ہو کہ پادری صاحب نے جو کچھ منشی صاحب کے نو امروں کے جواب میں لکھا ہے اُسکا خلاصہ صرف اسیقدر ہے جو ہم نے بیان کیا اور یہ امر ہماری تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ اس دعوے کی بنیاد محض تعصب و عناد ہے اور کچھ نہیں لہذا اب ہمیں پادری صاحب کی لا طائل تقریر کی طرف توجہ کرنیکی کچھ حاجت نہیں ہے جو منصف مزاج منشی صاحب کی تحریر کو سامنے رکھکر پادری صاحب کی تحریر کو دیکھیگا وہ خود جان لیگا کہ منشی صاحب کی تحریر کا ہرگز جواب نہیں ہوا البتہ دو امر یہاں قابل بیان ہیں ایک یہ کہ منشی صاحب نے شام کے دو سفروں کو مانا ہے جنکا ذکر ابھی کیا گیا پادری صاحب اُسکے جواب میں لکھتے ہیں کہ جانا تو کئی بار ہوا ہے پر خیر منشی صاحب دو سفر تو مانتے ہیں (دیکھو صفحہ ۹ تقلیعات) میں کہتا ہوں کہ سخت افسوس ہے کہ پادری صاحب ہر جگہ زبردستی کرتے ہیں اور کہیں دلیل پیش نہیں کرتے اسی طرح یہاں بھی کئی بار شام کے جانیکا دعوے کیا ہے مگر ثبوت ندارد ہے ذرا آنکھیں کھولکر سیرت حلبی ملاحظہ کریں اُس میں لکھا ہے لم یثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم سافر الی الشام اکثر من مرتین انتہے۔ یعنی آنحضرت کا شام کی طرف دو مرتبہ سے زیادہ سفر کرنا ثابت نہیں۔ اب ناظرین پادری صاحب کی زبردستی دیکھیں کہ مورخین تو صاف کہہ رہے ہیں کہ شام کے دو سفروں سے زیادہ کا ثبوت نہیں ہے۔ مگر پادری صاحب یہی کہہ رہے ہیں کہ جانا تو کئی بار ہوا ہے یہ زبردستی نہیں تو کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ منشی صاحب صفحہ ٦٦ میں یمن کے سفر کا انکار کرتے ہیں اور ڈاکٹر اسپرنگر کا (جو بہت بڑے معتبر مورخ ہیں) حوالہ دیتے ہیں پادری صاحب صفحہ ۹۱ میں کہتے ہیں کہ اسپرنگر کا قول کچھ وحی نہیں ہے جسپر قطعیت کا فتوے دیا جائے میں کہتا ہوں کہ منشی صاحب اسپرنگر کے قول کو وحی نہیں سمجھتے بلکہ اُن کو آپکا بھائی جانتے ہیں اور چونکہ آپکے برادر مکرم ہیں اسلئے آپکے مقابلے میں انکا حوالہ دیتے ہیں اگر آپ اُنھیں ذلیل کریں تو آپکو

اختیار ہے منشی صاحب نے کچھ اسپرنگر کے بھروسہ پر یہ دعوے نہیں کیا ہے بلکہ واقعی امر پر نظر کر لی ہے سفر یمن کا کہیں پتہ نہیں ہے اسوقت میرے پاس متعدد تواریخیں اہل اسلام کی رکھی ہیں مجھ حلبی کے کسی میں اسکا پتہ نہیں ہے مثلاً سیرت ابن ہشام جو سیرت ابن اسحق کو بھی شامل ہے تاریخ ابو الفدا - کتاب الکامل فی التاریخ ابن اثیر کی جو لندن میں چھپی ہے یہ کتابیں حضرت کے حالات پر مشتمل ہیں مگر ان میں سوائے اُن دو سفروں کے جو حضرت نے شام کیطرف کئے ہیں پہلا اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ نو برس کے سن[۹] میں دوسرا میسرہ کے ساتھ تجارت کیلئے بسن یا پچیس ۲۵ برس کے سن میں اور کسی سفر کا ذکر نہیں ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ سفر یمن کا ثبوت واقعی نہیں ہے ورنہ یہ لوگ ضرور لکھتے اور بالفرض یمن ایک مرتبہ گئے بھی ہوں تو اُس سے کیا ہوتا ہے کیونکہ پہلی مرتبہ شام کو نو برس کے سن میں جانا ہوا وہ تو کسی شمار میں ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس سن میں اس قسم کی تعلیم اخذ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا اب صرف دو سفر رہ گئے پھر ان سفروں میں کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ آپنے علمائے اہل کتاب سے صحبت کی ہو اور بالفرض اگر کسیقدر صحبت ہوئی بھی ہو تو اُس سے ایسی تعلیم کا اخذ کرنا غیر ممکن ہے جیسی تعلیم قرآن مجید میں ہے کیونکہ اوّل تو آپ تجارت کے لئے گئے تھے اُسمیں صحبت اور تعلیم کی فرصت بہت کم ملتی ہوگی دوسرے یہ کہ آپکی وہ تعلیم جو اہل کتاب کے خواب میں بھی نہ تھی جسکی وجہ سے شریعت سابقہ کی تکمیل ہوئی وہ کس سے سیکھی تھی اُسکا معلم تو بجز خدا کے اور نہیں ہو سکتا - حاصل کلام یہ کہ منشی صاحب نے جو تقریر حکیمانہ اثبات نبوت میں کی تھی وہ

۹ اگرچہ بعض تواریخ میں بارہ برس کا سن لکھا ہے مگر علامہ ابن اثیر کامل میں نو برس لکھتے ہیں اور حلبی اپنی تاریخ میں اسی قول کو راجح بتاتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں وکان سنه صلی اللہ علیہ وسلم تسع سنین علی الراجح یعنی اُسوقت سن آنحضرت کا بقول راجح نو برس کا تھا اور اگر بالفرض بارہ ہی برس کا سن ہو تو بھی اس سن میں سفر کی حالت میں انسان کیا سیکھ سکتا ہے خصوصاً ایسی قوم کا رہنے والا جن میں علم کا مطلقاً چرچا نہ ہو ۱۲ -

نہایت صحیح اور قابل قبول ارباب عقول ہے اور جو کچھ توہمات پادری صاحب نے کیئے تھے وہ محض اُن کی خام خیالی اور تعصب وعناد کا ثمرہ تھا ہر جگہ اُنھوں نے تحقیق وانصاف کو چھوڑکر حق بات کو چھپانا چاہا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت کے حالات اور تعلیمات عمدہ دلیل نبوت ہیں اب میں یہاں معجزات کا ذکر کیا چاہتا ہوں جو پادری صاحب کے نزدیک دلیل نبوت ہیں اور اُسکے ضمن میں احادیث کا ذکر بھی ہے اس بیان کو جناب منشی صاحب نے ۸ و ۹ و ۱۰ تعلیقوں میں لکھا ہے وہو ہذا۔

حدیث کے معتبر ہونے کا بیان

تعلیق ۸ ۔ مشاہیر محدثین اور جامعین روایات کی صدق نیت اور امانت اور دیانت اور رفع شبہ اختلاق اور وضع کے لئے ایک مسیحی محقق کی کیفیت اور نتیجہ تحقیق اسکی مشہور کتاب سے کہ اُسکا موضوع بھی سیرت رسولخدا علیہ التحیۃ والثنا ہے ذیل میں لکھتا ہوں جس سے مخالف الدین کے شبہات واہیہ جو جامعین حدیث اور راویوں کی نسبت ہیں مردود اور باطل ہو جاتے ہیں عیسوی مذہب کے بڑے سرگرم حمایت کرنے والوں میں سے سر ولیم میور (جنھوں نے جناب رسولخدا کی سیرت میں ایک تاریخ لکھی جو اس فن کی اور تالیفات سے زیادہ تر مشہور اور متداول و مرجع افاضل ہے) پہلی جلد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ اس میں شبہہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ محدثین اپنے کام میں راستباز اور دیانت دار تھے یہ بھی اچھی طرح قبول کیا جائے کہ جو روایتیں اُسوقت رائج تھیں اُنھوں نے نیک نیتی سے اُنھیں تلاش کیا اور جن اسناد پر وہ قایم تھیں اُن میں بڑی احتیاط سے تحقیق کی اور نہایت احتیاط وصحت سے اُنھیں قلمبند کیا اُنکے جمع کرنے والوں کے سبق ظن نے تو بیشک کسی روایت کے سلسلہ اسناد کے قبول یا رد کرنے میں حکم کیا ہو گا مگر ایسے گمان کی کوئی وجہ نہیں کہ اُنھوں نے خود روایتوں میں کسی طرح دست اندازی کی ہو۔ مثلاً ایک شیعی المذہب محدث ایسی روایت کو جو بنی امیہ کے سلسلے سے عائشہ رضؓ سے مروی ہو ترک کریگا اور اُنھوں کا ہوا خواہ ہر ایک سلسلۂ روایت کو جس میں وہ خاندان علیؑ کا

کوئی خفیہ دوست پاویگا ترک کردیگا لیکن ظن غالب نہ یہ نہ وہ کسی روایت میں جسکے سلسلۂ اسناد کو بلا تعرض تسلیم کریگا الحاق یا اختلاق کسی مضمون یا محمول کا ہونہ کریگا ان جامعین کی دیانت داری ان کی کتابوں کے طرز تحریر اور مضمون سے ثابت ہوتی ہے ایک کامل سلسلہ اسناد کا جسکے واسطے ہر ایک روایت کے ہر ایک طبقہ میں اصحاب رسول میں سے کسی شخص تک سیاقت ہوئی ہے ہمیشہ روایت کے قبل لگا رہتا ہے اور جو نام اس سلسلہ کے لااقل آخری گواہ بھی بیان کرتے ہیں ان کی صحت ہمیں تسلیم کرنی ضرور ہے۔ یہ نام محض بناوٹ کے نہ تھے بلکہ واقعی اشخاص کے نام تھے اکثر ان میں سے ارباب شہرت تھے مجموعہ روایات عموماً مشتہر ہوتے تھے اور ایسی اسناد میں اختلاق کرنے سے جامعین کے اعتبار میں نقصان آتا تھا اور محدث عموماً دار العلم حدیث کا مرکز ہوتا تھا اور عامۂ ناس اسکے اسناد پر تنقید کرتے تھے پس جہانتک اس قسم کی تنقید کو اعتبار ہو سکتا ہے اسیقدر اعتبار یہاں بھی فوراً تسلیم ہو سکتا ہے پھر جس سادگی سے نہایت ہی متخالف روایتیں قبول کی گئیں اور برابر لگائی گئیں یہ باتیں ان محدثوں کی راستبازی کی ضامن ہیں۔ جو کچھ جمع ہو سکا وہ سب باحتیاط سادگی سے انبار کیا گیا۔ ہر ایک روایت کو خواہ محض تکرار ہی ہو یا وہ ایک درجن اگلی روایتوں کے صریح خلاف ہو یعنی اسناد مخصوص بلا اعتراض لکھ گیا اور ان شدید غیر متحمل وقوع امر اور محض افسانہ بلکہ صریحی اختلافات کا بھی کچھ اعتداد نہیں کیا پس اس سے اور کچھ نہیں تو صدق نیت تو لا محالہ ظاہر ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو روایات مختلفہ کے رفع کرنے یا تطبیق دینے میں تکلیف گوارا کرتے اور اسقدر روایتیں جنہیں یا تو ادھر یا اُدھر جمع کرنے والے کی رائے اور سبق ظن کو دخل ہوا تھا ہمکو معتبر نظر آتیں اگر ہم ان کی نیت تصور کریں تو ساتھ ہی یہ بھی تصور کریں کہ مخالف روایتوں کو اُنھوں نے بلا تعصب قبول کر لیا انتہے۔

اِس تعلیق سے منشی صاحب نے متن حدیث اور اُس کی سند دونوں کی صحت ثابت کی اور یہ بات ظاہر کی کہ محدثین نے نہایت تحقیق اور احتیاط سے سلسلۂ حدیث کو اور نیز اُسکے متن کو تلاش کر کے قلمبند کیا پس وہ تو ہمات جو پادری صاحب نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۹ اور ۱۵ میں سلسلۂ

حدیث پر کئے ہیں یا دوسرے مقام پر نفس متن حدیث پر کچھ کلام کیا ہے محض خیالات فاسدہ
ہیں اب پادری صاحب اس مدعا کو نہ سمجھکر اُسکا جواب اِس طرح دیتے ہیں۔

تقلیع صفحہ ۲۴۶- اے صاحب میں اُنھیں اُنکے کلام میں ہرگز بے دیانت نہیں کہتا اور
چور یا جعلساز بھی نہیں بتاتا۔

جواب پھر سلسلہ حدیث پر کیا کلام ہے جب محدثین سچے اور محقق تھے تو جو اُنھوں نے
سلسلہ اسناد بیان کیا ہے وہ واقعی اور سچا ہی اُنھوں نے سلسلہ اسناد کے ہر شخص کو خوب تحقیق
کرلیا ہے اور اُسکے صدق و دیانت کا حال بخوبی دریافت کیا ہے اسکے بعد اُنھوں نے
روایت کی ہے انکو سچا بتاکے پھر وہ تقریر کرنی جو پادری صاحب نے تاریخ محمدی کے صفحہ ۹ میں
کی ہے عقل کے خلاف ہے ان دونوں قولوں میں تعارض ہے ناظرین صفحہ ۱۵ کی تقریر
کو ملا کر بغور ملاحظہ کریں۔

قولہ- مگر یہ کہتا ہوں کہ یہ فن ہی ناکارہ ہے جن قواعد اصولیہ اپنے سے اُنھوں نے بڑی محنت
اور دیانت کے ساتھ تحقیق کی ہے وہ قواعد ہی ایسے نہیں ہیں کہ آدمی کو غلطی سے بچا دیں
دیکھو تاریخ محمدی ۹ صفحہ سطر ۳ سے ۸۔

اقول- صاحبو میں کہانتک پادری صاحب کی ہٹ دھرمی اور اندھیر کی شکایت کروں
محدثین کے اصول تحقیق کو ناکارہ بتاتے ہیں ذرا آپ ہی انصاف کریں میں کچھ اصول
اُنکے بیان کرتا ہوں اوّل جو محدث جس شخص سے روایت کرتا تھا وہ اُسکے پہلے حالات دیکھتا
تھا کہ یہ راوی اپنے اقوال و افعال میں دیانتدار اور سچا ہے یا نہیں اگر اس محدث نے
اُسکی صحبت میں رہکر یا اُسکے صحبت یافتہ لوگوں سے معلوم کیا کہ یہ راوی جو مجھسے حدیث
بیان کرتا ہے ہر ایک بات میں سچا ہے کبھی لغو یا جھوٹی بات نہیں کہتا اور سوائے جھوٹ کے
دوسرے گناہوں سے بھی بچتا ہے اُس وقت وہ محدث اُسکی روایت کو لیگا اور اُس
حدیث کو بیان کریگا اور اگر اُسکے نزدیک ایک مرتبہ بھی اُسکا جھوٹ ثابت ہو جائیگا یا کسی دوسرے

گناہ کا مرتکب پائیگا تو یہ محدث ہرگز اُس سے روایت نہ کریگا اور اگر کریگا تو کہدیگا کہ روایت ہرگز قابل اعتبار نہیں اسکا فلاں راوی کذاب یا فاسق ہے پس ایک مرتبہ کے جھوٹ یا فسق سے اُسکی تمام روایتیں غیر معتبر سمجھی جائینگی اور پھر محدثین اتنی ہی تحقیق پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ بعد دیکھنے چال چلن کے قوت حافظہ پر بھی نظر کرتے ہیں اگر اُسے قوی الحفظ پاتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ اسے نسیان کا مرض نہیں ہے اور اُسے یاد رکھنے کا شوق ہے لاپرواہی نہیں کرتا ہے اُسوقت اُسکی روایت کو صحیح کہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس وہ راوی بھی اپنے اُستاد کو اسی طرح جانچیگا اگر موافق شرائط مذکورہ کے پائیگا تو روایت کرے گا ورنہ نہیں اسی طرح جو واسطے درمیان میں حضرت تک ہونگے اُن کی تحقیق اسی طرح پر کیجائیگی اُسوقت اُس حدیث کی صحت اور عدم صحت پر حکم کیا جائیگا۔

اب ناظرین انصاف کریں کہ سمعیات کے ثبوت کے لئے اس سے عمدہ کیا طریقہ ہوگا اور وہ جو تاریخ محمدی کے صفحہ ۹ کا حوالہ دیا ہے اُسمیں کوئی امر مذکور نہیں ہے جس سے محدثین کے اس قاعدے پر نقض ہوتا ہو جسکا جی چاہے اُس صفحہ کو دیکھ لے۔ پادری صاحب سے کوئی یہ دریافت کرے کہ بھلا محدثین کے تو اصول مذکورہ آپ کے نزدیک ایسے نہ ہوئے کہ غلطی سے محفوظ رکھیں اب آپ فرمائیے کہ آپ کے علمانے کونسے اصول قایم کئے ہیں جنسے انسان غلطی سے محفوظ رہ سکے ذرا وہ بھی تو ہم سنیں اور دریافت کریں کہ دو سو برس تک کس طریقہ سے اناجیل کی روایت رہی خیر پادری صاحب جیسا بیان کرینگے وہ تقلیع ہم ہیں معلوم ہوا جاتا ہے یہاں میں کچھ مختصر حال سند قرآن وحدیث و انجیل کا بیان کرتا ہوں۔

واضح ہو کہ فن درایت اور علم اسناد اور تحقیق رُواۃ جس طرح اہل اسلام میں ہے اسوقت تک کسی اہل مذہب کے یہاں نہیں پایا جاتا اور بارہا پادریوں سے گفتگو آئی وہ انجیل کی ایسی سند دینے سے عاجز ہوگئے جیسی ہمنے قرآن شریف وحدیث کی دیدی اور انھوں نے اقرار کرلیا کہ ایسی سند ہم نہیں دے سکتے پادری صاحب اپنی سُرخروئی دکھانے کو مذہب عیسوی

سے وہ عجز کا دھبا مٹانا چاہتے ہیں جو آجتک کسی سے نہ ہٹا اور نہ مٹ سکے اب مجمل کیفیت
سند قرآن مجید اور احادیث بیان کی جاتی ہے مخفی نہ رہے کہ قرآنمجید کی سند کتابی اور زبانی
دونوں ایسی مستحکم اور صحیح ہمارے پاس ہے کہ کوئی ہمارا مخالف اپنی اُس کتاب کی جسے وہ
کتاب اللہ جانتا ہے ہرگز نہیں لاسکتا ہمارے مخاطب بڑی زبان درازیاں کرتے ہیں
بھلا مجموعہ بیبل کے ایک ہی رسالہ کی ایسی سند بیان کریں ہمارا اُنکا اسی پر فیصلہ ہے پھر
کیا وہ اسمیں معقول طور سے دم مار سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں یہ اَن ہونی بات ہے
قرآن کی سند کتابی کے یہ معنی کہ حضرت نے اپنے روبرو تمام قرآنمجید لکھوایا اور پھر اُنھیں
کے دیکھنے والوں اور قرآن کے حافظوں نے اُس تمام لکھے ہوئے کو جمع کیا اور نقلیں کرا کر
جابجا منتشر کیں اور اسی طرح ہمیشہ اُسکی نقلیں تمام ملکوں اور دیاروں میں ہوتی رہیں اور
رفتہ رفتہ ہم تک پہنچیں اور وہ اصل نسخہ جو حضرتؐ کے دیکھنے والوں نے اُن تحریروں سے
نقل کیا تھا جو حضرت کے روبرو ہوئیں تھیں ابتک کعبہ شریف میں موجود ہے امام اُسکا نام
ہے اور دوسری نقلیں اور مقامات پر بھی ہوں گی مجھے اسوقت تحقیق نہیں ہے کیونکہ کئی نقلیں پھر
صحابہ نے کر کے جابجا بھیجی تھیں۔ اور زبانی سند کا یہ حال ہے کہ سیکڑوں صحابہ یعنی حضرتؐ
کے دیکھنے والوں نے حضرت سے سنا اور زبانی یاد کیا اور ایک ایک حرف کی تحقیق کی اور
باوجودیکہ لکھا ہوا موجود تھا مگر لوگوں کی تحقیق و احتیاط کا یہ حال تھا کہ تمام قرآنمجید کو بیس۲۰ بیس
و تیس۳۰ تیس مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ اُن لوگوں کے روبرو پڑھ پڑھکر سناتے تھے جنھوں نے
خود آنحضرتؐ سے یاد کیا تھا اور آپ کی زبان مبارک سے سنا تھا اور پھر حضرت عمرؓ نے
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے چوتھے برس قرآن مجید کی حفاظت کی ایک عمدہ
تدبیر یہ نکالی کہ رمضان کے مہینے میں ابی بن کعب صحابی کو جو مشہور حافظ قرآن تھے اور اول سے
آخر تک حضرت سرور عالم کے روبرو اُنھوں نے قرآنمجید کو خوب زبانی یاد کر لیا تھا حکم دیا کہ مجمع عام
میں نماز کے اندر تم امام بنکر قرآنمجید سنایا کرو اور دوسرے صحابی جنھوں نے آنحضرتؐ سے قرآنمجید

یاد کیا ہے یا وہ لوگ جنھوں نے حضرت کے دیکھنے والوں سے یاد کیا ہی وہ سب ناکریں تاکہ
کسی کو قرآن مجید کے کسی لفظ بلکہ کسی حرف میں شک نہ رہے پھر یہ نماز جس میں مجمع عام میں قرآن مجید
پڑھا جاتا تھا ہر شہر اور دیہات میں پھیل گئی اور اُن تمام ملکوں میں جہاں اہل اسلام تھے یہ طریقہ
جاری ہوگیا چنانچہ آجتک یہ دستور جاری ہے کہ ہر شہر و دیار کی مسجدوں میں جماعت عام
کے روبرو ایک مہینہ کامل قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اور بہت سے سننے والے نہایت توجہ
سے اِس امر کا خیال رکھتے ہیں کہ ایک حرف کی بھی غلطی نہونے پاوے ملت محمدیہ میں کتاب اللہ
کے حفظ اور یاد کا اسقدر اہتمام کیا گیا جسکی کچھ انتہا نہیں ہر زمانہ اور ہر وقت میں لاکھوں قرآن مجید
کے حافظ ہوتے چلے آئے اور چلے جاتے ہیں بالفرض اگر اسوقت تمام عالم سے قرآن شریف
کے کل نسخے ناپید کر دئے جائیں تو اسی وقت حفاظ کے سینے سے وہی قرآن شریف بعینہ
جس میں ایک حرف یا ایک نقطہ کا فرق نہو موجود ہو سکتا ہے پھر کیا پادری صاحب یا اُنکے
مقتدا ایسا دعوے کر سکتے ہیں ہر گز نہیں اور صحابہ اور تابعین کے وقت میں یہ بھی تھا کہ بعض
حافظان قرآن نہایت مشہور و معروف ہوتے تھے اور دور دور سے لوگ اُن کے پاس قرآن مجید
کی سند لینے اور پڑھنے کو آیا کرتے تھے اور اُنکے بعد بھی یہ طریقہ جاری رہا یہ جو سات قاری مشہور
ہیں یہ اسی وجہ سے مشہور ہوئے کہ یہ لوگ خاص اسی کام کے ہو گئے تھے اور شب و روز قرآن مجید
ہی کی خدمت میں رہتے تھے ان سے بہت خلقت نے قرآن مجید پڑھا ان ساتوں میں بعض
تو صحابہ کے دیکھنے والے ہیں اور بعض اُنکے شاگرد غرضکہ اسی طرح ہر قرن میں دستور چلا آیا تفصیل
اِسکی ہماری کتب قرات متقدمین میں بخوبی مذکور ہے جسکا جی چاہے دیکھ لے اور نیاز نامہ کے
جواب میں بھی اسکی تفصیل بقدر کفایت کی گئی ہے۔ یہ اجمالی بیان تو قرآن کی سند کا تھا اب
احادیث کی سند کا کچھ حال سنئے احادیث صحیحہ کی روایت زبانی کی کیفیت یہ ہی کہ آنحضرت
کے دیکھنے والوں نے آنحضرت سے سنا اور اُسکو یاد کر لیا اور پھر جو حضرت کے بعد ہوئے
اُنھوں نے اُن دیکھنے والوں اور سننے والوں سے یاد کیا غرضکہ اسی طرح یاد کرتے ہوئے چلے آئے

چونکہ اسوقت عرب میں یاد کرنے کا دستور بہت زائد تھا قصیدے کے قصیدے اور خطبے کے خطبے زبانی یاد کرتے تھے اسی طرح احادیث کو یاد کیا اور اپنی یاد کی تنقیح اور تحقیق کا یہ شوق تھا کہ اگر کسی محقق اور محدث کو سنتے تو منزلوں اُسکی تحقیق کے لئے جاتے مگر جو محدث یا جو متلاشی کسی سے حدیث روایت کرتا پہلے اُسکے چال چلن اور صدق و دیانت کا حال بخوبی معلوم کر لیتا تھا اور اُسکی صحبت میں رہکر اُسکی تصدیق کرتا تھا اگر ذرا بھی اُسمیں کذب یا دوسرے بُرے افعال کا شائبہ پاتا تو فوراً اُسکی روایت کو ترک کرتا اور کہدیتا کہ فلاں شخص ایسا ہے اُسکی روایت قابل اعتبار نہیں ہے اسیوجہ سے ہمارے یہاں علم رجال کا بہت بڑا فن ہو گیا جس میں تفصیل روایت کرنیوالوں کا حال مذکور ہے یعنی محدثین نے لکھدیا ہے کہ فلاں راوی فلاں کا بیٹا اور اُسکا پوتا فلاں شہر میں پیدا ہوا فلاں مقام پر مر گیا اسقدر اُس نے سفر کئے فلاں فلاں اشخاص سے اُسنے علم حاصل کیا اور صدق و دیانت اور فضل وکمال میں ایسا تھا غرضکہ اُسکی سوانح عمری خصوصاً وہ امور جو روایت کے وثوق اور عدم وثوق کے بابت ہیں سب لکھدئے ہیں۔

یہاں سے معلوم ہو گیا کہ ہمارے پاس سلسلہ سند کیلئے بھی سند موجود ہے اور ہم ہر ایک راوی کا حال بخوبی بیان کر سکتے ہیں۔ حدیث کی سند کتابی کا یہ حال ہے کہ اگرچہ حضرت کے دیکھنے والوں کی کوئی تحریر ہم تک نہیں پہنچی اُسوقت صرف زبانی یاد پر مدار رہا جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا مگر اُنکے دیکھنے والوں نے جنہیں ہماری اصطلاح میں تابعین کہتے ہیں علاوہ یاد کے قلمبند کرنا بھی شروع کر دیا تھا اور سلسلہ لکھنے کا جاری ہو گیا تھا یہ لوگ ایسے ہوئے جیسے عیسائیوں میں مرقس اور لوقا البتہ کل حدیثیں اسوقت میں جمع نہیں ہوئی تھیں اور چونکہ یاد رکھنے کا بہت رواج تھا اسلئے پھر بھی زبانی روایت بڑی احتیاط کے ساتھ رہی دوسری صدی میں اکثر اور تیسری صدی میں سب مجتمع ہو گئیں اور اناجیل کا تحریری وجود بھی اخیر دوسری صدی میں پایا جاتا ہے غرضکہ صحابہ کا زمانہ ایسا گزرا کہ صرف زبانی یاد پر مدار رہا اور پھر تو زبانی اور

تحریری دونوں سندیں ہوگئیں اسکی تفصیل بھی پیغام محمدی میں مذکور ہے اب ناظرین ہمیں غور کریں کہ اس سے بہتر سلسلہ سند اور کیا ہوسکتا ہے اور پادری صاحب جو بے تُکیاں ہانک رہے ہیں وہ ایک سند بائبل کی ایسی ہی دکھادیں جیسی ہم احادیث صحیحہ کی دکھاتے ہیں۔

تعلیق ۹۔ ہرچند کہ شہادت منقولہ بالا سے شبہات معترض کا اچھے طور سے قلع قمع ہوتا ہے مگر ہم اور طرح سے بھی اسے دفع کرتے ہیں الخ۔

واضح ہو کہ جناب منشی صاحب نے جس طرح تعلیق ہشتم میں احادیث کا اعتبار مخالف کے قول سے ثابت کیا تھا اور شبہات عمادیہ کا جواب دیا تھا اسی طرح تعلیق نہم میں دوسرے عنوان سے اُن شبہات مہملات کارد منظور رہے جو عمادالدین نے تاریخ محمدی کے صفحہ ۵ اسے ۷ اتک کیئے ہیں اور اُسکا (یعنی تعلیق نہم کا) محصل یہ ہے کہ احادیث کی چند قسمیں ہیں۔ اول متواتر یہ قسم حدیث کی ایسی ہے کہ اس سے جو امر ثابت ہوگا وہ یقینی ہوگا اُس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہوسکتا کیونکہ حدیث متواتر یا خبر متواتر اُسکو کہتے ہیں کہ اسقدر راوی اُسے روایت کریں کہ عقل کے نزدیک اُنکا اتفاق کرلینا جھوٹ پر غیر ممکن ہو پس جب حدیث متواتر میں جھوٹ کا احتمال نہیں ہوسکتا تو جو شبہ تاریخ محمدی کے صفحہ ۵ امیں مذکور ہے وہ ایسی حدیث پر نہیں ہوسکتا کیونکہ اُس شبہہ کا حاصل اسیقدر ہے کہ احادیث میں احتمال کذب ہے اور جب اس قسم کی حدیث میں یہ احتمال ہی نہیں ہے تو اُس شبہہ کا یہ محل بھی نہیں ہوسکتا منشی صاحب نے اسکی توضیح و تصدیق میں کہ خبر متواتر موجب علم ہوتی ہے واقعات عالم کو پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ۔

وہ ظاہر ہے کہ حالات ماضیہ اور واقعات گذشتہ اور دور دور کے شہروں اور لڑائیوں اور ممالک بعیدہ کے بادشاہوں اور نامور لوگوں کے حالات معلوم کرنے کا طریقہ اسی سلسلہ تواتر اور شہرت اخبار پر موقوف ہے یعنی ہمکو جو اس بات کا علم ہوتا ہے اور ہر ایک جو اس بات کا یقین کرلیتا ہے کہ مثلاً لندن ایک شہر ہے اور جرمن ایک ملک ہے حالانکہ اُسکو دیکھا نہیں ہے اسکی وجہہ یہی ہے کہ متواتر لوگوں سے سُنا ہے اگر خبر متواتر موجب یقین نہوتی تو ہمکو لندن

وغیرہ کے ہونیکا بغیر دیکھے یقین نہوتا حالانکہ ہمکو بلکہ ہمارے تمام ہموطنوں کو اُسکے ہونے کا ایسا یقین ہے کہ کسی کے انکار یا شبہے سے ہمیں ذرا بھی لندن کے ہونے میں تردد نہیں ہوتا اسی طرح نامور لوگوں کے حالات کا یقین کرتے ہیں کہ فلاں بادشاہ عادل تھا اور فلاں ظالم تھا یا فلاں نبی نے دعوئے نبوت کیا اور یہ اُسکی تعلیم تھی اور یہ اُسکے حالات تھے کسی کو تردد نہیں ہوتا۔ الغرض جسقدر امور گذشتہ ہیں خواہ وہ واقعات دنیاوی ہوں یا امورات دینی اور مذہبی ہوں اُنکا یقین بذریعہ اسی خبر متواتر کے ہوسکتا ہے اور کوئی ذریعہ یقین کا سوا اسکے نہیں ہے حضرت مسیح یا دوسرے نبی کے حالات کا ہمیں جب ہی یقین ہوسکتا ہے کہ بتواتر ہمکو پہنچیں اس امر میں خبر دینی اور دنیاوی میں کچھ فرق نہیں ہے۔

اب پادری عمادالدین صاحب کی لیاقت اور دیانت قابل ملاحظہ ہے وہ منشی صاحب کے اس مطلب کا اس طرح خلاصہ کرتے ہیں کہ متواتر اور معتبر اخبارات ہی سے جہانکی تواریخیں لکھی گئی ہیں انتہے۔ ناظرین ملاحظہ کریں کہ منشی صاحب کے مطلب کو اس خلاصہ سے کیا لگاؤ ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ پادری صاحب اُردو عبارت کا مطلب نہیں سمجھتے یا عوام کے دھوکا دینے کو اپنی طرف سے ایک بات لکھکر منشی صاحب کی عبارت کا خلاصہ اُسے قرار دیتے ہیں کیوں نہو شاباش تلبیس ہو تو ایسی ہو۔ ایسی ہی باتوں سے جناب کو پادریت کا عہدہ ملا ہی یہ تو اُن کے خلاصہ کرنیکا حال تھا اب جواب کو دیکھئے۔

قولہ بیشک متواتر و معتبر بلکہ ہر قسم کے اخبارات سے تواریخیں دنیا میں لکھی جاتی ہیں اور بادشاہوں کے حالات اسی طرح قلمبند ہوتے ہیں مگر یہ سب علم جو اس طریقے سے حاصل ہوتا ہی اسکے یقین کا ایک اور ہی عام درجہ ہے جسمیں احتمال صدق و کذب قایم رہتا ہی اسنادیں یا واردات کے وقوع میں یا نہج وقوع میں۔

اقول یہ تو پہلے ہی معلوم ہوگیا تھا کہ بے تک جواب دینگے کیونکہ منشی صاحب کے مطلب کو تو وہ پہلے ہی بگاڑ چکے تھے مگر جواب میں اُنھوں نے کچھ اور ہی گُل کھلائے۔

اوّل منشی صاحب نے تو خاص خبر متواتر کا موجب یقین ہونا بیان کیا تھا اور بطور شاہد بعض اخبار تواریخی کا ذکر کیا تھا پادری صاحب نے فریب دہی کے لئے خلط مبحث کر دیا اور متواتر اور غیر متواتر کو ملا کر ایک حکم بیان کیا۔

دوم یہ کہ منشی صاحب نے امر تواریخی کو عام رکھا تھا خواہ متعلق دنیاوی بادشاہ کے ہو یا دینی بادشاہ کے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا پادری عماد الدین صاحب نے دنیاوی بادشاہی سے اُسے خاص کر دیا۔

سوم یہ کہ قطع نظر اس تحریف و تبدیل کے ایک اور گول گول بات لکھتے ہیں جسکا مطلب کسیطرح صحیح نہیں ہوسکتا وہ یہ ہے کہ جو علم اس طریقے سے حاصل ہوتا ہے اسکے یقین کا ایک اور عام درجہ ہے جسمیں احتمال صدق و کذب قایم رہتا ہے میں کہتا ہوں کہ اس طریقے سے آپ کی کیا مراد ہے آیا ہر قسم کے اخبار مراد ہیں تو یہ کہنا غلط ہے کہ اُس سے یقین حاصل ہوتا ہی یقین خاص خبر متواتر سے ہوتا ہی جسکو منشی صاحب بیان کر رہے ہیں ہر قسم کی خبر سے نہیں ہوتا پھر یقین میں صدق و کذب کا احتمال بتانا دوسری غلطی اور جہالت ہے یقین میں احتمال کذب کا ہرگز نہیں رہتا اور اگر آپکی کوئی اصطلاح خاص ہے تو اُسے اپنے گھر میں رکھئے یہاں کوئی اُسے نہیں پوچھتا اور اگر اس طریقے سے مراد خبر متواتر ہے تو یہ کہنا کہ اُسمیں احتمال کذب ہی سراسر غلط ہی کیونکہ متواتر اُسی کو کہتے ہیں جسمیں کذب کا احتمال نہو اور ایسا تواتر کچھ امورات مذہبی سے خاص نہیں ہی بلکہ امور دنیاوی میں بھی ہوتا ہے جیسا کہ گذشتہ مثال سے ظاہر ہے اے صاحب لندن کے موجود ہونے میں یا تیمور کے بادشاہ ہونے میں کوئی شک کرسکتا ہے ہرگز نہیں۔

قولہ اسی سبب سے منشی صاحب علم سیر میں خود رطب و یابس کے قائل ہیں۔

اقول پادری صاحب بہکی بہکی باتیں نہ کیجیے ذرا ہوش کی لیجیے یہاں ذکر ہے خبر متواتر کا کل علم سیر کا یہاں کیا ذکر ہے منشی صاحب جس رطب و یابس کے قائل ہیں اُسکو خبر متواتر کب کہتے ہیں دیکھو پادری صاحب کہاں کی بات کہاں لئے جاتے ہیں تلبیس اسی کو کہتے ہیں۔

قولہ صفحہ ۲۸ - وہ اخبارات یا وہ علم سیر جس پر انسان کی روح کی زندگی کا مدار ہے یعنی دینیات کے

واقعات اس دنیاوی تواریخات کی نسبت زیادہ تر ثبوت کے محتاج ہیں۔

اقول مطلق تواریخ کا یہاں ذکر نہیں ہے اسکو دخل دینا آپکی خوش فہمی ہے یہاں تو متواتر کا ذکر ہے اب یہ کہنا کہ اسکے یقینیات سے دینیات کا ثبوت زیادہ محتاج ہے بالکل غلط ہے یقینیات وہی ہیں جسمیں جھوٹ کا احتمال نہو اب وہ کون یقینیات ہیں جسمیں اس سے زیادہ کوئی مرتبہ نکلتا ہے شاید وہ مرتبہ وہی ہے جسے آگے پادری صاحب بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔

قولہ ۔ یہاں معتبر گواہوں کی دید وشنید بلا واسطے اور اُنکی اپنی تحریر اور زبردست تحریر درکار ہے۔

اقول ۔ اس قول سے خبر متواتر پر تو کوئی اعتراض نہیں ہوتا کیونکہ اُس میں تو گواہوں کی دید وشنید ہی ہوتی ہے مگر دین عیسوی کی جڑ بنیاد اُکھڑی جاتی ہے کیونکہ کوئی گواہ اپنی دید وشنید بلا واسطہ نہیں بیان کرتا کہ مجموعۂ عہد جدید مسیح کے حواریوں یا اُن کے شاگردوں کا لکھا ہوا ہے یہاں تو نہ شہادت تحریری ہے نہ تقریری بالکل ہوائی باتوں پر جناب والا کے دین کا مدار ہے اور اگر کسی گواہ کی تحریر ہو تو پیش کیجئے ورنہ اقرار کیجئے کہ دین عیسوی بے بنیاد ہے۔ یہاں میں پادری صاحب سے یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا معتبر گواہوں کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ تحریری شہادت پیش کریں اور اُنکا زبانی اقرار معتبر نہیں ہے اگر پادری صاحب کے نزدیک یہ امر ضروری ہے تو میں کچھ نہیں کہتا ناظرین خود ہی انصاف کریں کہ بالاتفاق تمام عقلا کے نزدیک یہ امر غلط ہے یا نہیں کیا ہر ادنےٰ واعلیٰ اس امر کو نہیں جانتا کہ زبانی شہادت وہی وقعت رکھتی ہے جو تحریری رکھتی ہے بلکہ تحریری شہادت زبانی شہادت کی محتاج ہے کیونکہ اگر گواہی کے وقت وہ گواہ خود موجود ہے تو تحریر کی حاجت نہیں اور اگر موجود نہیں ہے تو اس تحریر کا کوئی گواہ ہونا چاہیے جسکے سامنے یہہ تحریر ہوئی ہو ورنہ وہ تحریر بیکار ہے مدعی اُسے شہد لگا کر چاٹا کرے۔ حاصل اسکا یہ ہوگا کہ اگر زبانی شہادت کا اعتبار نہوگا تو تحریری شہادت بالضرور غیر معتبر ٹھہرے گی یہاں سے ثابت ہوا کہ پادری صاحب جو سچی معجزات کے ثابت کرنے کے لئے تحریر لئے پھرتے ہیں وہ محض بیکار اور غیر معتبر ہے کیونکہ اُس تحریر کا کوئی گواہ نہیں ہے جیسا کہ آئندہ انجیل کی سند کے ذکر میں ناظرین پر

بخوبی واضح ہو جائیگا پس پادری صاحب کا یہ کہنا کہ عیسائی دین کے یقینیات معتبر گواہوں کی دید و شنید اور اُن کی تحریرات سے اعلیٰ درجہ کو پہنچ گئے ہیں اور عین الیقین بخشتے ہیں محض زٹل ہے۔ البتہ محمدی دین کے یقینیات اعلیٰ درجہ کو پہنچ گئے ہیں اور عین الیقین بخشتے ہیں۔

دوم۔ یعنی قسم دوم احادیث کی وہ اخبار احاد ہیں جنمیں ایک قدر مشترک متواتر نکلتا ہے۔ اس صورت میں گرچہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ خبر یقین کا فائدہ نہیں بخشتی مگر اُس مجموعہ سے جو ایک قدر مشترک متواتر نکلتی ہے وہ بلا شبہ یقین کا فائدہ بخشتی ہے۔ اس قسم کے مضامین جو احادیث سے ثابت ہیں اُنپر بھی پادری صاحب کے شبہات وارد نہیں ہو سکتے جیسے قسم اول پر نہیں ہوتے اسقدر مشترک کی مثال یہ ہے کہ کسی بادشاہ یا امیر کے حالات اِس طرح لوگ بیان کریں کہ اُس امیر نے فلاں روز سو روپیہ محتاجوں کو تقسیم کئے اور دوسرا کہے کہ فلاں دن ہزار روپیہ تقسیم کئے اور تیسرا کہے کہ اتنے لاوارثوں کی اُسنے پرورش کی اور چوتھا کہے کہ اُسنے بیوہ عورتوں کے وظیفے مقرر کر دئے غرضکہ اِسی طرح بکثرت لوگ اُسکی داد و دہش کا ایک ایک واقعہ بیان کریں تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں گرچہ وہ ہر ایک واقعہ خاص مثلاً ایک دن ہزار روپیہ دیدینا بالیقین ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ اُسکے راوی اتنے کثیر نہیں ہیں کہ اُن کے قول پر یقین ہو سکے مگر ان تمام واقعات میں ایک قدر مشترک جو ان تمام راویوں کی روایت سے ثابت ہوتی ہے وہ بیشک یقینی ہے یعنی اُس امیر کا سخی ہونا کیونکہ جس راوی نے جو واقعہ بیان کیا اُس سے اُسکی سخاوت ثابت ہوتی ہے پس جب اس قدر کثیر راویوں نے اُسکی سخاوت کو بیان کیا تو بیشک اِس مجمل امر کا ہمیں یقین ہو جائیگا کہ وہ امیر سخی تھا اب رہی اُس کی سخاوت کی تفصیل وہ جداگانہ امر ہے اُسکا یقینی ہونا کچھ ضرور نہیں۔ اسی قبیل سے حضرت محمد رسول اللہ کا صاحب معجزات ہونا ہے مثلاً پانچ سات راوی روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے ہمارے روبرو شق قمر کیا اور متعدد دیکھنے والے کہہ رہے ہیں کہ حضرت نے ایک لوٹے پانی سے چودہ سو آدمی کو سیراب کر دیا یہانتک کہ لوگوں نے وضو بھی کیا اور نہائے بھی اور اپنی سواریوں کو پانی پلایا اسی طرح اور بہت سے واقعات جو جدا جدا راویوں نے بیان کئے ہیں

یہ ہر ایک واقعہ بالفرض گرچہ یقین کا فائدہ نہ بخشتے مگر اس میں جو قدر مشترک ہی کہ حضرت کا صاحب معجزہ
ہونا وہ امر یقینی ہے کیونکہ جتنے راوی یہ مختلف واقعات بیان کر رہے ہیں وہ بالاتفاق یہ کہتے
ہیں کہ یہ نبی صاحب معجزات ہے پس صاحب معجزہ ہونا حضرت کا تبواتر ثابت ہے بخلاف مسیحی
معجزات کے کہ وہاں نہ ہر ایک معجزہ کا تواتر ثابت ہے اور نہ قدر مشترک کا کیونکہ مسیح کے معجزات
اِس مروجہ انجیل سے ثابت کیے جاتے ہیں اسلئے اس امر کی سند ہونا ضرور ہے کہ یہ انجیل اُنھیں
گواہوں کی لکھی ہوئی ہے جنھوں نے معجزات خود دیکھے ہیں یا بلا واسطہ سُنے ہیں مگر عیسائیوں کے
پاس کوئی سند اس امر کی نہیں ہے جس سے طالب تحقیق کو تسلی ہو سکے پس جب اُس تحریر ہی کی سند
نہ ہوئی جس میں معجزات کا ذکر تھا تو معجزات کا کیونکر اعتبار ہو سکتا ہے جب انکا اعتبار ہی نہیں ہو سکتا
تو تواتر اور علم یقین کا مرتبہ تو بہت دور ہے اور اگر فرض کر لیں کہ یہ تحریر انھیں کی ہے تو کسی معجزے کا
ایک کسی کا دو کسی کا تین کسی کے چار تک گواہ ہونگے پھر ایک یا دو یا چار گواہوں سے تواتر ثابت
نہیں ہوتا پس ثابت ہوا کہ اول تو عیسائی معجزات لائق اعتبار ہی نہیں ہو سکتے کیونکہ بے سند
ہیں اور اگر اعتبار کیا جائیگا تو اُس سے امور اہم ثابت نہیں ہو سکتے جنکے لئے علم یقینی ضرور ہے
سوم یعنی قسم سوم کی وہ احادیث ہیں جو چند طریقوں سے روایت کی گئی ہیں مثلاً ایک محدث
مکہ میں احمد سے ایک روایت کرتا ہے دوسرا مدینہ میں محمد سے اُسی کو روایت کرتا ہے تیسرا مصر میں
محمود سے اُسی کو روایت کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس اور راوی بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں اس
روایت میں بھی جھوٹ کا احتمال باطل ہوتا ہے چنانچہ بخشی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ہم کہتے ہیں کہ سلسلہ
اسناد کا وضع کر لینے اور جھوٹ بنا لینے کا شبہہ تعدد طرق سے بھی باطل ہوتا ہے یعنی مختلف اسناد
اور متفرق ماخذ سے جدا جدا محدثوں نے جو روایتیں ایک ہی الفاظ سے یا متحد المعنی نقل کیں جسکے
بیچ کے وسایط دوسری سند کی اسناد سے بے نیاز اور غیر متعلق بلکہ جدا جدا مکان اور زمان کے رہنے والے
ہوں تو اُن میں یہ شبہہ نہ ہوگا کہ راویوں کے نام جھوٹ بنائے گئے۔ انتہی۔
اب پادری صاحب کا جواب سنئے صفحہ ۹۹ میں لکھتے ہیں۔ کہ یہ بات سچ ہے مگر میں نے نہیں کہا کہ

اسناد کا طریقہ مطلق باطل ہے پر اہل حدیث کے اسناد کے طریقے پر میرا اعتراض ہی ہیں جانتا ہوں
کہ وہ شنید ہی بالواسطہ اور احتمال صدق و کذب کا جاتا نہیں رہتا انتہٰے۔ میں کہتا ہوں کہ جب
منشی صاحب کی بات کو آپ خود سچ کہتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ سلسلۂ اسناد بنایا نہیں گیا بلکہ
صحیح اور واقعی ہے پھر اگر مگر کیسی اے صاحب جب سلسلۂ اسناد صحیح ہی تو تاریخ محمدی میں جو اسناد پر
آپ کلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سلسلۂ اسناد بھی اُنھیں محدثین نے سنادیا (جس سے صاف یہ امر
ظاہر ہوتا ہے کہ محدثین نے اپنی طرف سے بنالیا) بالکل لغو اور غلط ہی اور یہ جو کہا کہ وہ بالواسطہ شنید ہی
اور احتمال صدق و کذب کا جاتا نہیں رہتا اچھا جناب حدیث تو بالواسطہ شنید ہی مگر انجیل کو تو
کہئے کہ وہ دید ہے نہ شنید ہی نہ بالواسطہ نہ بلا واسطہ اُسکی کوئی کتابی سند پیش کیجیے جس میں تصریح
لکھا ہو کہ یہ انجیل متی نے لکھی اور پھر اُس تحریر کی سند پیش کیجیے کہ واقعی یہ تحریر فلاں شخص کی ہے
جو حواری کا دیکھنے والا ہے۔ مگر ناظرین اسکو یقینی جان رکھیں کہ پادری صاحب سے یہ امر غیر ممکن
ہے کیونکہ انجیل کی کوئی ایسی سند ہی نہیں اور جسکو عیسائیوں نے سند قرار دے رکھا ہی وہ بالکل ایک
لغو اور مہمل بات ہی جس سے کچھ بھی ثبوت ان اناجیل کا نہیں ہوتا چنانچہ آیندہ اسکا ذکر آئیگا۔ پھر
پادری صاحب اُسے تو تسلیم کر رہے ہیں اور یہاں شنید بتا کر ٹالتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا انصاف ہی۔

تعلیق ۱۰ صفحہ ۲۲ عماد الدین نے صفحہ ۱۰ سے ۲۵ تک احادیث کے مضمون کو جو معجزات کی نسبت
ہے بے اعتبار ٹھہرایا ہے۔

اِس تعلیق کا خلاصہ سوا اُس نقص اجمالی کے جو شروع میں جناب منشی صاحب نے کیا ہی یہ ہے کہ حضرت
کے معجزات کی تصدیق تین طرح پر ہو سکتی ہے اوّل اُن آیات قرآنمجید سے جنمیں ذکر اجمالی معجزات
کا آیا ہے۔ دوسرے اُن روایات سے جو خاص معجزوں میں اُنکے دیکھنے والوں نے اِس کثرت سے
روایت کیا ہی کہ وہ قریب بتواتر ہیں تیسرے روایات معجزات کے اُس قدر مشترک سے کہ وہ بنفسہ تو
متواتر ہی مگر اُسکی تفاصیل احاد ہیں۔ پادری عماد الدین نے جو اِس تعلیق کا خلاصہ کیا ہی وہ سراسر غلط ہی
تیسری قسم کو بالکل بدل دیا ہے اُن کے خلاصہ کی عبارت یہ ہی۔ محمد صاحب کے معجزے تین قسم

کے ہیں قرآنی جو قرآن سے ثابت ہیں تواتری جو احادیث متواترہ سے ثابت ہیں احادی جو
روایات احاد سے ثابت ہیں انتہیٰ۔
قسم سوم میں منشی صاحب تو قدر مشترک متواتر سے ثبوت بیان کر رہے ہیں اور پادری صاحب
خبر احاد سے ثبوت بتلا رہے ہیں۔ پھر اب اسے کیا کہا جائے آیا اُردو عبارت نہیں سمجھتے یا جان بوجھکر
عوام کو بہکاتے ہیں۔ اب میں جناب منشی صاحب کے قول کی تفصیل کسیقدر کیا چاہتا ہوں اور تینوں
قسم کے معجزات کی تصدیق کو بیان کرتا ہوں۔ مگر طرز استدلال اور بیان ثبوت میں وہ امر پیش کئے
جائینگے جو مخالف کے مسلّمات میں سے ہیں اور جن باتوں سے مخالف اپنا دعوی ثابت کرتا ہے اُن
سے ہم بھی ثابت کرینگے اُس سے زیادہ ہمیں اپنے ذمہ بار لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر اُس
طرز بیان میں ہمارے اصول مسلّمہ کے خلاف ہو تو مخالف اُس سے ہمکو الزام نہ دے سکیگا کیونکہ جسوقت
ہمنے بموجب اُسکے مسلمات کے کوئی امر ثابت کر دیا پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ زیادہ گفتگو کرے ہمارے
قواعد و ضوابط کو وہ کب تسلیم کرتا ہے جو ہم بموجب اپنے قواعد کے ثابت کریں بالفرض اگر ہمنے کسی امر کو
حسب قواعد اہل اسلام ثابت بھی کیا تو مخالف یہ کہدیگا کہ یہ قاعدہ اہل اسلام کا بنایا ہوا ہے ہم
نہیں مانتے چنانچہ پادری صاحب کا یہی دستور ہے اور اُنکا تو عجیب حال ہے کہیں تو بطرز اہل اسلام
ثبوت چاہتے ہیں اور جب ثبوت دیا جائے تو اُس طرز کو اہل اسلام کی گڑھنت بتاتے ہیں اور جب
مطابق اصول دین عیسوی کوئی امر بیان کیا جائے تو مسلمات اہل اسلام سے اُسپر نقض کرتے ہیں غرضکہ
کہیں پر اُنھیں قرار نہیں ہے اُنکا مدعا صرف اسقدر ہے کہ اُلٹی سیدھی تقریر کرکے عوام کو فریب دیجئے اور سچ کا ترنقہ سمجھے

بیان قسم اوّل۔ قرآن مجید میں حضرت کے معجزات تفصیلی (یعنی خاص معجزے) اور اجمالی دونوں کا ذکر ہے
ذکر اجمالی کے یہ معنی کہ صرف اسقدر بیان کیا گیا کہ حضرت نے معجزہ دکھایا یہ تفصیل وہاں نہیں کہ کونسا
معجزہ اور کس طرح دکھایا اور ظاہر ہے کہ جس طرح بیان تفصیلی سے مفصل امر کا یقین ہو جاتا ہے اسی طرح بیان
اجمالی سے مجمل امر کا یقین ہوا کرتا ہے اسکی مثال یہ ہے کہ تھوڑا عرصہ ہوا کہ روم و روس میں لڑائی
ہوئی تھی اُس لڑائی کی خبریں بالاجمال اکثر آتی رہیں اور مفصل کم آئیں اجمالاً اس بات کا یقین ہونا کہ

لڑائی بیشک ہوئی اسپر موقوف نہیں ہے کہ ہمیں مفصل لڑائی کے حالات معلوم ہوجائیں اور ہم جان لیں
کہ فلاں روز فلاں مقام پر اسقدر فوج سے مقابلہ ہوا اور اسقدر لوگ مارے گئے اور اتنے زخمی ہوئے
دیکھو اسوقت اتنی بات کا ہر شخص یقین کرتا ہے کہ سنہ ۱۸۷۷ء میں روم و روس میں لڑائی ہوئی گرچہ اُسکی
تفصیل سے مطلق آگاہ نہو پس معلوم ہوا کہ مختصر اور مجمل امر کے یقین کے لئے اُسکی تفصیل کا معلوم ہونا
ضرور نہیں ہے اسی پر معجزات کو قیاس کرنا چاہیے کیونکہ وہ بھی واقعات ہیں اُنکا ثبوت بھی اسی طرح
ہوسکتا ہے جس طرح واقعات کا ہونا چاہیے اسکے سوا اور کوئی طریق ثبوت کا نہیں ہے خواہ وہ مسیحی
معجزے ہوں یا محمدی۔ لہذا جس مقام پر معجزات کا بیان اجمالی طور پر ہے وہاں بلا شبہہ اس بات کا
یقین ہونا چاہیے کہ حضرت سے معجزات ہوئے اب یہ امر کہ کیا ہوئے اور کیونکر ہوئے دوسری بات
ہے اگر کسی معجزے کی تفصیل بھی یقینی طور پر ثابت ہوجائیگی تو ہم اُس تفصیل کو بھی یقین کرینگے کیونکہ اجمال
و تفصیل دو امر ہیں ہر ایک کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے۔ اب میں مختصر طور سے معجزات کا ذکر کرتا ہوں۔
قرآن مجید کے وہ مقامات جہاں معجزات کا بیان اجمالی ہے اُن میں سے چند مقامات کا حوالہ
جناب منشی صاحب نے اپنی کتاب کے حاشیہ پر دیا ہے میں اُنمیں سے صرف تین مقام کی تفصیل کرونگا
سب کی تفصیل میں بہت طول ہوجائیگا۔

مقام اول كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ کیونکر ہدایت کریگا اللہ ایسی قوم کو جو ایمان لاکر کافر ہوگئی اور گواہی دے چکی تھی کہ
رسول حق ہے اور پہنچ چکے تھے اُنھیں صریح معجزات۔ مفسرین یہاں بینات سے مراد قرآن و معجزات
لیتے ہیں کیونکہ لغوی معنی اس کے کھلی نشانیوں کے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو مدعی نبوت ہو اُسکی نشانیاں
معجزات کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتیں لہذا قرآن مجید (جو حضرت کو رسول خدا کہتا ہے) جہاں یہ بیان
کریگا کہ حضرت نے نشانیاں دکھائیں اُس سے ضرور معجزات ہی مراد ہوں گے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا
خصوصاً ایسے مقام پر جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ بعد دیکھنے اُن نشانیوں کے کافر ہوجانا تعجب
بتاتا ہے کیونکہ جب تک کوئی نبوت کی دلیل نہ دیکھے تو اُس سے انکار کرنا تعجب نہیں ہے قرآن مجید نے

اُسکا اطلاق بھی اسی وجہ سے ہے کہ وہ بھی بڑا معجزہ ہے اُسکی تعلیم اُسکی بلاغت ہمثل ہو کوئی
اُسکے مثل نہیں لا سکتا اور جنہوں نے اسکے معنی یہ لکھے ہیں الحجج الظاہرات یعنی کھلی دلیلیں اُنھوں نے
صرف لغوی معنی بیان کئے ہیں اس سے یہ خیال کرنا کہ بینات سے مراد سوائے معجزہ کے اور کچھ ہے
محض جہالت ہے کیونکہ اس مفسر کی غرض یہ ہے کہ واضح لفظ سے بینات کی تفسیر لفظی کر دے
اور وہ حجج ظاہرات ہے اب یہ امر کہ حجج ظاہرات سے کیا مراد ہے سو وہ قرینہ سے نہایت ظاہر ہے
کہ معجزات مراد ہیں کیونکہ اوّل رسول کی طرف منسوب کیا ہے اور جب کھلی دلیلیں رسول کیطرف منسوب
ہوئیں اور یہ کہا گیا کہ یہ روشن دلیلیں رسول لایا ہی تو وہ سوائے معجزات کے اور کیا ہونگی باقی رہا پادریصاحب
کا یہ اعتراض کہ اُن معجزات کی تفصیل نہیں ہوئی کیونکہ یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کیا معجزات تھے اور کیونکر وقوع
میں آئے اُسکا جواب ہم پہلے ہی دے چکے ہیں کہ اجمال کی قطعیت کے لئے کچھ تفصیل کی حاجت نہیں
اور یہ امر ایسا ظاہر ہے کہ عام لوگ بھی اسکا انکار نہیں کر سکتے بہت سی باتوں کو وہ مجمل طور پر بخوبی جانتے
ہیں اور تفصیل سے اُنھیں کچھ خبر نہیں ہے باایں ہمہ پادری صاحب انکار ہی کرتے ہیں۔ سچ ہے۔
کَیْفَ یَھْدِی اللّٰہُ قَوْمًا کَفَرُوا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ الخ۔

مقام دوم ۔ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ **اَحْمَدُ** ط فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ٭ یاد کرو جبوقت کہا مریم کے بیٹے عیسٰے نے اے
بنی اسرائیل میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں تمھاری طرف سچ بتاتا توریت کو جو پہلے مجھسے ہی اور خوشخبری
دیتا ایک رسول کی جو میرے بعد آنیوالا ہے کہ نام اُس کا احمد ہے پس جب وہ آیا اُن کے پاس
کھلے معجزے لیکر تو کہا اُنھوں نے کہ یہ (معجزے) صریح جادو ہیں یہاں بینات سے مراد معجزات ہیں
اسپر پادری صاحب صفحہ ۷۳ میں دو طرح سے شبہہ کرتے ہیں اول یہ کہ بینات عام ہی کہ قرآن
کے فقرات کو کہیں یا اُن دلیلوں کو جن میں سے ایک کا ذکر اوپر ہوا کہ حضرت عیسٰے نے بشارت
دی تھی حالانکہ محض غلط ہے ۔ انتہے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ بیّنات کا لفظ عام سہی مگر اُس کا عام ہونا ہمارے کیا مضر ہی عام کا یہ
خاصہ ہے کہ جمیع افراد کو شامل ہوتا ہے آپ نے بھی کسی سے سنا ہوگا اُسکا ایک فرد معجزہ بھی ہی
اِسکے تو آپ بھی قائل ہیں پھر اِس فرد کے خارج کرنے کے کیا معنی۔

علاوہ اسکے اُن بیّنات کی نسبت یہ کہا گیا کہ کفّار قریش اُنھیں سحر کہتے تھے اور ہم تلبیسات عمادیہ
میں بیان کرینگے کہ قریش جو حضرت کو ساحر کہتے تھے تو اُن کی مراد جادوگر تھی اُن کے گمان میں
تھا کہ بابل سے جادوگری حضرت کو پہنچی ہے پس یہ بھی قرینہ ہے اس بات کا کہ بیّنات سے
مراد معجزات ہی ہیں اور صفحہ ۸۳ میں یہ جو کہا کہ ظاہر اسکے (یعنی ساحر مُبین) کے معنی یہ ہیں کہ اُسکی
باتیں صاف مکاری کی ہیں محض خبث باطن ہی یا کیسی کورباطنی ہے کہ اپنا قول بھی یاد نہیں رہتا
ابھی تو کہہ چکے ہیں کہ بیّنات سے مراد قرآن کے فقرے یا مسیحؑ کی بشارت ہے اور یہاں سحر کے معنی
مکاری کے بتاتے ہیں حالانکہ عربی کے طفل مکتب بھی جان سکتے ہیں کہ اس آیت میں خاص بیّنات
کو سحر کہا ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن کی آیتوں یا مسیحؑ کی بشارت کو مکاری کہنے کے کچھ معنی نہیں ہیں۔
علاوہ اسکے قریش کا آنحضرت کو ساحر بمعنی مکار کہنا ہرگز ثابت نہیں ہے تمام عرب آپکو نہایت
سچا اور امین جانتے تھے البتہ دین کی مخالفت سے دشمن ہو گئے تھے اور اگر پادری صاحب مدعی
ہیں تو ثابت کریں ورنہ بغیر ثبوت کے ایسی تہمت خدا کے کسی رسول پر لگانا ملحدوں کا کام ہی یہ گروہ
ہر ایک نبی کی نسبت ایسی بدگمانی کیا کرتا ہی پھر کیا اُنکی بدگمانیوں سے اُنکی شانمیں بٹہ لگ سکتا ہی۔ ہرگز نہیں
یہ بھی یاد رہے کہ سحر کا لفظ اگرچہ بلحاظ لغوی معنی کے مکاری کو شامل ہو مگر عرف میں یہ معنی متروک
ہیں اب جبتک اس معنی کا عرف ثابت نہولے اُسوقت تک یہ معنی لینے ہرگز جائز نہوں گے۔

دوسرا شبہہ اُن کا یہ ہے کہ اگر معجزات ہیں تو بھی بقول منشی صاحب نامعلوم اور گول گول معجزے
ہونگے جنپر لفظ بیّنات صادق نہیں آتا یہ تو اعتراض پادری صاحب نے ایسا کیا کہ معلم الملکوت بھی
ہنستے ہوں گے بیّنات اگر کھلی اور ظاہر چیز کو کہتے ہیں تو اس کا مصداق جو خارج میں ہے
وہ ظاہر ہونا چاہیے۔ نہ یہ کہ اُسکے مصداق کا بیان ظاہر ہونا چاہیے۔ ای جناب منشی صاحب

بیان معجزات کو مبہم کہتے ہیں نہ کہ خود معجزات کو منشی صاحب کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ وہ معجزات
جو حضرت نے دکھائے (جنکا ذکر کچھ آنیوالا ہے) اُن کا ذکر قرآن میں بعض جگہ بالاجمال ہے مثلاً
یوں کہا گیا فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ جب لایا اُنکے پاس معجزات یہاں صرف یہ کہدیا کہ معجزات
لایا اور اس جگہ یہ بیان نہ کرتا کونسا معجزہ لایا اجمالی بیان ہے اب پادری صاحب کی جہالت دیکھئے
کہ اس بیان کو بینات کا مصداق ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ اُسکا بیان ہے نہ کہ اُسکا مصداق
بہرحال بینات سے مراد معجزات ہیں اور انھیں معجزات کی طرف اشارہ کرکے کہا گیا کہ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ
یہ صریح جادو ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کفار اُنھیں معجزات کو سحر کہتے تھے جیسے مسیحؑ کے بھوت وغیرہ
نکالنے کو کفار کہتے تھے کہ یہ شیطان اور روح خبیث کے ذریعہ سے انکو نکالتا ہے۔ معاندین کا
دستور ہے کہ کیسا ہی اُن کو معجزہ دکھایا جائے ضرور کچھ نہ کچھ بات بنا دینگے کہیں فریب کہیں
شعبدہ بازی وغیرہ جسکی سرشت جیسی ہوگی وہ اُس طرف لیجائیگا چنانچہ پادری صاحب اکثر
معجزات محمدی کو اور آپ کے حالات کو مکاری کیطرف کھینچ لیجاتے ہیں سچ ہے المرء یقیس علی نفسہ
مقام سوم وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ الخ جب اُن کو نصیحت کی جائے
تو قبول نہیں کرتے اور جب وہ کوئی معجزہ دیکھیں تو ہنسی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بلاشبہہ یہ صریح
جادو ہے۔ دیکھئے یہاں مراد آیت سے سوائے معجزے کے اور کچھ نہیں ہوسکتا اسی واسطے
مفسرین اسکے معنی لکھتے ہیں کہ رَاَوْا اٰيَةً ای معجزۃ من معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آیت
سے مراد معجزہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پس اُسی معجزہ کو کفار نے کہا کہ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ
یہ صریح جادو ہے اصل ثبوت معجزے کا لفظ آیت سے ہے کہ اس مقام پر اُسکے معنی سوائے معجزے
کے اور کچھ نہیں ہوسکتے کیونکہ پادری صاحب نے آیت کے دو معنی بیان کئے ہیں ایک تو
قرآن مجید کا فقرہ دوسرے معجزہ اس مقام پر آیت سے مراد قرآن مجید کا فقرہ نہیں ہوسکتا
اسلئے کہ یہاں آیت کی نسبت یہ اشارہ ہوا ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں تو ٹھٹھا کرتے ہیں اور
آیات قرآن مجید اُسوقت [illegible] ایسی شائع نہ تھیں کہ [illegible] دیکھا کرتے البتہ [illegible]

سکتے اگر آیت سے مراد یہاں قرآنمجید کے فقرے ہوتے تو اِذَا رَاَوْا آیَۃً نہوتا بلکہ اِذَا اَسْمَعُوْا آیَۃً
ہوتا یعنی جب وہ آیت کو سنتے ہیں تو ہنستے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں پادری صاحب
کا یہ کہنا کہ لفظ سحر مشترک ہے اور مشترک کو مطلب واحد پر دلیل بنانا جائز نہیں ہی محض جہالت
یا فریب دہی ہے کیونکہ اول تو ہمیں اسکے اشتراک سے بحث نہیں بلکہ ہم دوسرے لفظ سے
استدلال کرتے ہیں جسکے معنی اس مقام پر بلا شبہ معجزے کے ہیں دوسرے یہ کون کہتا ہی کہ مطلق
مشترک سے مطلب واحد پر دلیل پکڑنا جائز نہیں ہی بلکہ جس مقام پر قرینہ ایک معنی کا ہو وہاں
وہ معنی نہ لینے کی کیا وجہ ہے جیسے یہاں کلام ماسبق ایک معنی خاص کی تعیین کرتا ہی تیسرے
یہ کہ تمام علمائے مسیحی لفظ مشترک سے ایک معنی لیتے ہیں اور اُسکو قطعی سمجھتے ہیں تمام ترجمے بیبل کے
اسپر شاہد ہیں مثلاً لفظ علمہ ہے کہ کنواری عورت اور غیر کنواری دونوں کو کہتے ہیں جیساکہ مراۃ الیقین
میں اسکا ثبوت بخوبی کیا گیا ہی اب عیسائیوں نے اُسکے معنی خاص کنواری عورت کے قرار دے رکھے ہیں
اسی طرح لفظ خدا یا ابن اللہ کے متعدد معنی اُسی میں میں آئے ہیں اب جہاں پر اس لفظ کا اطلاق
مسیح پر آیا ہے اُس سے ایک معنی قطعی سمجھتے ہیں یعنی خدا کا اطلاق بیبل میں بندہ پر بھی آیا ہی اور
اُس ذات واحد پر بھی اور ایسے ہی ابن اللہ کا اطلاق نبی اور رسول اور مومن پر آیا ہی مگر جہاں اس
لفظ کا اطلاق مسیح پر آیا ہو اُس سے ایک معنی خاص مراد لیتے ہیں تاکہ تثلیث ہاتھ سے نہ جائے اور اس قاعدہ کی
کچھ پرواہ نہیں کرتے جسے یہاں پر عقلی بتا رہے ہیں کہ لفظ مشترک کو مطلب واحد پر دلیل بنانا جائز نہیں
ہی پھر اگر منشی صاحب نے بھی آپکے مقابلہ میں ایسا استدلال کیا تو کیا برا کیا جب آپ اپنے استدلالوں سے
ہاتھ اُٹھا دینگے تو منشی صاحب بھی اس لفظ مشترک کو آپ کے سامنے پیش نہ کرینگے اور جب تک کہ
آپ ان الفاظ مشترکہ سے ایک معنی قطعی سمجھ رہے ہیں تو منشی صاحب کو بھی آپکے سامنے ایسے
الفاظ سے استدلال کرنے میں کوئی مانع نہیں ہو سکتا۔

الحاصل اس تقریر سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ قرآنمجید معجزات محمدی کی تصدیق کرتا ہے۔

بیان قسم دوم یعنی خاص خاص معجزات جو دیکھنے والوں کی شہادت سے یقینی طور پر ثابت

ہیں مخفی نہ رہے کہ علمائے مسیحیہ معجزات حضرت عیسیٰؑ کا ثبوت صرف دو یا تین گواہوں سے کرتے ہیں اور اُسکو یقینی بلکہ اُس سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں تو اب اگر ہم بھی صرف دو تین شہادتوں سے معجزات محمدی ثابت کریں تو عیسائیوں کو بالضرور ماننا پڑیگا ورنہ معجزات مسیحی سے بھی ہاتھ اُٹھانا ہوگا اِس مقام پر علمائے مسیحیہ یہ کہا کرتے ہیں کہ معجزات مسیحی الہام سے دیکھنے والوں نے لکھے ہیں اسلئے وہ قطعی ہیں مگر یہ بالکل فریب ہی کیونکہ اوّل تو اسکا ثبوت نہیں کہ مسیحی معجزات جن کتابوں میں لکھے ہیں وہ کتابیں اُن کی تصنیف ہیں جنھوں نے وہ معجزات دیکھے تھے دوسرے یہ کہ ان کتابوں کا الہام سے لکھنا ثابت نہیں بلکہ یقیناً وہ کتابیں غیر الہامی ہیں چنانچہ پیغام محمدی میں اس کا ثبوت دیا گیا ہے اور اس میں بھی دیا جائیگا لہٰذا علمائے مسیحیہ کا یہ قول محض بے اصل ہے یہاں سے پادری صاحبان کی وہ لن ترانیاں جو اُنھوں نے تقلیع فہم میں کی ہیں کہ معجزات مسیحی کا ثبوت تاریخی واقعات کے ثبوت سے کہیں زیادہ ہے بالکل باطل ہوگئیں اب اگر خاطراً یہ امر تسلیم کر لیا جائے کہ مسیحی معجزات دیکھنے والوں نے لکھے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ لکھنے والے صرف دو ہی شخص ہیں یعنی متی اور یوحنا کیونکہ مسیح کے حالات لکھنے والوں میں عیسائیوں کے نزدیک یہی دو شخص حواری ہیں اور مرقس وغیرہ نے تو سنی سنائی باتیں لکھی ہیں۔ اور یہ کہنا کہ پطرس اور پولوس نے ان کی انجیلوں کو دیکھ لیا تھا اوّل تو کوئی کافی دلیل اسکی نہیں ہے اور بالفرض ہمنے مانا کہ اُنھوں نے دیکھا مگر پولوس تو حواری نہیں نہ اُسنے معجزات کو دیکھا اور اُسکو زبردستی حواری بتانا اُنہی خیال پرستوں کا کام ہے جو خواب وخیال پر یقین رکھکر اپنا ایمان برباد کرتے ہیں اب پطرس کی گواہی رہی وہ اگر مان لیجائے تو کلھم تین گواہ ہوئے پادری صاحب تو خوش ہوں گے کہ یہاں بھی تین کا عدد ہاتھ سے نہ گیا۔ الغرض ان تین کی گواہی سے عیسائیوں کے نزدیک معجزات کا ثبوت یقینی ہوجاتا ہے اب ہم سے پادری صاحب معجزات محمدی پر چار چار کی گواہی سنیں بلکہ اس سے بھی زیادہ کی۔

پہلا معجزہ شق القمر۔ اِس معجزہ کا ذکر اوّل تو قرآن میں آیا اور یوں ارشاد ہوا اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ قریب ہوئی قیامت اور بلا شک

دو ٹکڑے ہوگیا چاند اور جب وہ کفار دیکھتے ہیں کوئی معجزہ تو منہ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زبردست جادو ہے تمام محققین مفسرین بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ گذشتہ کی خبر ہے تفسیر کبیر میں ہے۔

والمفسرون باسرھم علی ان المراد ان القمر انشق وحصل فیہ الانشقاق ودلت الاخبار علی حدیث الانشقاق وفی الصحیح خبر مشہور رواہ جمع من الصحابۃ وقال بعض المفسرین المراد سینشق وھو بعید ولا معنی لہ۔

حاصل یہ کہ تمام مفسرین (جو لایق اعتبار ہیں) کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہی ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہوگیا اور مشہور اور صحیح خبریں اسپر دلالت کرتے ہیں جسکو جماعت صحابہ نے روایت کیا ہے اور بعض مفسرین نے (جو غیر معتبر ہیں) کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آیندہ پھٹ جائیگا اور یہ قول نہایت بعید ہے اور کچھ معنی اسکے نہیں ہیں۔ اور تفسیر فتح البیان میں ہے کہ ابن کثیر نے کہا کہ شق القمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں واقع ہوا جیسا کہ متواتر اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اور پھر صاحب فتح البیان لکھتے ہیں۔ والحاصل انا اذا نظرنا الی کتاب اللہ فقد اخبرنا بانہ انشق ولم یخبر بانہ سینشق وان نظرنا الی سنۃ رسول اللہ فقد ثبت فی الصحیح وغیرہ من طرق متواترا انہ قد کان ذلک فی ایام النبوۃ وان نظرنا الی اقوال اہل العلم فقد اتفقوا علی ہذا ولا یلتفت الی شذ ذ واستبعاد من استبعد۔ حاصل یہ کہ جب ہم دیکھتے ہیں کتاب اللہ کیطرف تو وہ خبر دیتی ہے ہمکو کہ شق القمر ہوگیا اور جب ہم دیکھتے ہیں احادیث کی طرف تو احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت کے زمانے میں ہوا۔ اور جب ہم نظر کرتے ہیں اہل علم کے قولوں کی طرف تو اُنھوں نے بھی اسپر اتفاق کیا ہے (کہ لا محالہ شق القمر بلا شبہہ ثابت ہے اسوجہہ سے) التفات نہ کیا جائیگا اُس شخص کیطرف جو ان سب سے الگ ہوگیا اور اُسنے مستبعد جانا اسکو۔ اس روشن و بدیہی ثبوت کو جو مثل آفتاب کے درخشاں ہے پادری صاحب اپنی تیرہ درونی اور فریب کی کالی گھٹا سے چھپایا چاہتے ہیں اور اس سچی اور واقعی بات کو اس طرح جھٹلاتے ہیں۔

قولہ صفحہ ۔۔۔ سحر مستمر قدیمی جادو یعنی وہ جادو جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے یعنی کوئی خرق عادت نہیں ہے اُسی قسم کے کام ہیں جو ہم عرب کے لوگ ہمیشہ مکاروں میں دیکھتے ہیں انتہٰے۔

پادری صاحب نے یہاں لیتی لیتی لگا کر اپنی حالت کو خوب ظاہر کیا چونکہ اُنکے رگ و پے میں مکر و فریب

سمایا ہوا ہے اسلئے اُنھیں ہر جگہ وہی سوجھتا ہے آیت کے معنی تو میں بیان کر چکا ہوں مگر اس مقام پر ان دو لفظوں کی تفصیل کرنا مدنظر ہے واضح ہو کہ لفظ سحر اور مستمر دونوں مشترک المعنی ہیں سحر کے معنی جادو اور جادوگری اور فریب دینا وغیرہ ہیں (دیکھو غیاث و صراح وغیرہ) یہ امر ظاہر ہے کہ یہ تین معنی جو میں نے بیان کئے ہیں علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں جادو اور چیز ہے اور جادوگری اور شے اور فریب دینا اور بات ہے اسی واسطے ہر ایک مکار اور فریبی کو جادوگر نہیں کہتے اسیطرح ہر ایک جادوگر کو فریبی نہیں کہا جاتا غرضکہ یہ دونوں صفتیں جدا جدا ہیں۔ یہاں سے پادری صاحب کا فریب کئی طور سے ظاہر ہوتا ہے اوّل یہ کہ پہلے تو سحر کے معنی جادو کے بیان کئے اور پھر دو مرتبہ یعنی کر کے جادو سے مراد عام دغابازی کی قدرت بتائی بھلا کہاں جادو اور کہاں دغابازی کی قدرت۔ تمام خاص و عام اِسکو جانتے ہیں کہ یہ دونوں ایک شئے نہیں ہیں مگر پادری صاحب دونوں کو ایک کرتے ہیں پھر یہ فریب نہیں تو کیا ہے کیا دو مرتبہ یعنی کرنے سے لفظ کی ماہیت بدل جائیگی ہرگز نہیں۔ دوسرے یہ کہ لغت میں سحر کے معنی تو فریب دینے کے لکھے ہیں مگر اُن معنی کا پتہ نہیں لگتا جو پادری صاحب نے یہاں بیان کئے ہیں یعنی عام دغابازی کی قدرت اُنھیں چاہیے کہ اس معنی کو کسی معتبر لغت کی کتاب سے ثابت کریں۔ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ فریب دینا اور امر ہے اور عام دغابازی کی قدرت اور چیز ہے تیسرے یہ کہ قرآنمجید میں لفظ سحر ایسے محل پر فریب دینے کے معنوں میں نہیں مستعمل کیا گیا جو کوئی مدعی ہو ثابت کرے کفار عرب نے آنحضرتؐ کو کبھی مکار اور فریبی نہیں کہا البتہ حضرت مسیحؑ کو اُن کے مخالفین نے ایسے الفاظ کہے ہیں دیکھو متی کا باب ۲۷ ورس ۶۳ وغیرہ۔ غرضکہ سحر کے معنی عام دغابازی کے قدرت قرار دینا محض دغا ہے بلکہ اُس کے معنی جادو کے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ منکرین انبیا کی خرق عادت کو جادو کہا کرتے ہیں۔ اور مستمر کے لغوی معنی بھی کئی ہیں۔ زبردست۔ پے درپے۔ گذر جانیوالا۔ تلخ۔ گرچہ بعض مفسرین نے ان چاروں معنی کو یہاں چسپاں کیا ہے مگر حقیقت میں یہاں صرف اوّل ہی معنی مراد ہیں جنمیں کسی طرح کا تکلف نہیں ہے۔ اور دوسرے معنی کو یہاں چسپاں کرنا تکلف سے خالی نہیں ہے اسی وجہہ سے بعض محققین نے جو

قرآن مجید کے لغات لکھے ہیں اُنھوں نے صرف یہی ایک معنی بیان کئے ہیں چنانچہ امام ابو بکر سجستانی
نے نزہتہ القلوب میں (جس میں خاص قرآن مجید کے لغات بیان کئے ہیں) لکھا ہے قولہ عزوجل
مستمرّ ای قوی شدید ویقال مستحکم انتہے یعنی مستمر کے معنی زبردست سخت اور مستحکم کے ہیں لغات القرآن
فارسی میں جو بعض مطبوعہ قرآن کے حاشیہ پر چھپا ہے اُسمیں بھی صرف یہی ایک معنی بیان کئے ہیں بعض
مفسرین نے دو معنی بیان کئے ہیں اوّل تو وہی زبردست اور قوی کے معنی دوسرے دائم کے
مگر دائم سے مراد وہ نہیں ہے جو پادری صاحب ازراہ فریب دہی بیان کر رہے ہیں بلکہ اُس کا
ٹھیک ترجمہ پے درپے اس معنی کے لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ کفار عرب نے معجزہ شق القمر
دیکھکر کہا کہ یہ دائمی جادو ہے یعنی اُس قسم کی عجوبہ اور خرق عادت ہے جو پے درپے اور ہمیشہ اُسسے
(یعنی آنحضرت سے) ہوتی رہتی ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے یہ آیت نص ہے اس بات پر کہ آنحضرت
سے بہت سے معجزے صادر ہوئے مگر چونکہ معاندین خرق عادت کو معجزہ نہیں مانتے بلکہ جادو کہتے
ہیں جیساکہ فرعون اور اُسکے لوگوں نے حضرت موسیٰؑ کے معجزوں کو کہا تھا اور جادوگروں کو اُنکے
مقابلہ میں بلایا تھا اسی طرح کفار عرب نے معجزہ شق القمر دیکھکر یہ کہدیا کہ یہ ہمیشہ کا جادو ہے یعنی یہ
فعل جو اسوقت اُنھوں نے کر دکھایا کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ اس قسم کے افعال یہ ہمیشہ کیا کرتے
ہیں۔ اب پادری صاحب کی تلبیس لائق ملاحظہ ہے کہ اوّل تو اُن معنی کا ذکر ہی نہیں کیا جو خاص
اس مقام پر محققین نے بیان کئے ہیں یعنی زبردست اور مستحکم کے دوسرے یہ کہ جو معنی بیان کئے
اُس میں اصلی مطلب کو بالکل اُڑا کر ایک جھوٹا مطلب اپنی طرف سے بیان کرکے کہدیا کہ یہ آیت
نص ہے اس بات پر کہ جو کام اُنھوں نے دیکھا تھا وہ خرق عادت نہ تھی بلکہ کوئی شعبدہ بازی تھی انتہی
ناظرین بیان سابق کو ملاحظہ کرکے خود انصاف کر سکتے ہیں کہ آیت مذکورہ کس مدعا پر نص ہے
ہر ایک منصف بے تامل یہی کہیگا کہ اس آیت سے صرف معجزہ شق القمر ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ
بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرتؐ نے بہت سے معجزات دکھائے ہیں۔ تحریر سابق کے علاوہ
پادری صاحب کا مدعا تو خود اُنھیں کی تحریر سے باطل ہوتا ہے کیونکہ لفظ سحر اور مستمر دونوں مشترک المعنی

ہیں (جیساکہ اوپر ذکر کیا گیا) اور چند سطر پہلے صفحہ ۵۳ میں لکھ چکے ہیں کہ لفظ مشترک المعنی کو مطلب واحد پر دلیل قطعی بنانا جائز نہیں ہے پھر یہاں الفاظ مذکورہ کے ایک معنی لیکر اپنے مدعا پر دلیل قطعی سمجھنا کیسے جائز ہو گیا کیا غیروں ہی کے لئے شرعی اور عقلی قاعدے پیش ہوتے ہیں اور اپنے لئے کسی قاعدے کی پابندی نہیں ہے سبحان اللہ کیا انصاف ہے ناظرین پادری صاحب کی حق جوئی کو ملاحظہ کریں۔

واضح ہو کہ پادری صاحب جب آیت کے بیان معنی میں خاطر خواہ تلبیس کر چکے تو انھیں خیال آیا ہو گا کہ اس آیت کے شروع کا جملہ تو ہماری تزویر کی پوری قلعی کھولتا ہے اور ہمارے مطلب کو صاف صاف غلط بتاتا ہے کیونکہ وہاں یہ بیان ہے کہ قیامت قریب ہوئی اور چاند پھٹ گیا اور کفار عرب جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو نہیں مانتے اور کہدیتے ہیں کہ یہ زبردست جادو ہے یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کفار عرب نے جس فعل کو دیکھکر سحر مستمر کہا تھا وہ شق القمر تھا پھر اسکے معجزہ ہونے میں کس منصف کو کلام ہو سکتا ہے۔ اسلئے پادری صاحب اس سچی بات کے چھپانے کو اس طرح روغن قاز ملتے ہیں (جیساکہ معاندوں اور منکروں کا دستور ہے) قولہ صفحہ ۷۳ اگر کہا جائے کہ اوپر لفظ شق القمر کا موجود ہے سو جاننا چاہئے کہ انشق بمعنی سینشق ہے یعنی قیامت کو پھٹیگا کیونکہ الف لام الساعۃ کا بتاتا ہے کہ عین دن قیامت مراد ہے اور وہ فعل ماضی کے بلکہ استقبال کا ذکر کرتے ہیں انتہے۔ اب میں اہل علم کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ برائے خدا پادری صاحب کی تلبیس کو ملاحظہ کریں کہ کیسے رٹل قافیہ اڑا کر عوام کو فریب دیتے ہیں۔ بھلا فرمائیے تو کہ یہ کونسا قاعدہ ہے اور کس کتاب میں لکھا ہے کہ لفظ الساعۃ سے مراد اگر عین دن قیامت ہو تو انشق بمعنی سینشق ہو جائے یا وہ فعل ماضی بلکہ استقبال کا ذکر کریں دنیا کی موجودہ کتابوں میں تو کوئی قاعدہ ایسا ہو نہیں سکتا ہاں اگر پادری صاحب کی خانگی کتاب روغن التجدید میں لکھا ہو تو میں نہیں کہہ سکتا حق تو یہ ہے کہ پادری صاحب کو نہ خوف خدا ہے نہ کچھ شرم و حیا ہے یہ خیال نہیں کرتے کہ اگر میری تحریر کسی ذی علم کے پاس جائیگی تو وہ کیا کہیگا۔

اس مقام پر الساعۃ سے مراد عین دن قیامت ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ قیامت کا دن

قریب ہوا اور (اُسکی علامت معجزہ کے وسیلے سے یہ ظاہر ہوئی کہ) چاند پھٹ گیا لیجئے صاحب
الساعۃ سے مراد عین دن قیامت ہی اور انشق اپنے معنی میں ہے یعنی سینشق نہیں ہے آپ کیوں
آیت قرآنی میں تحریف کر کے عوام کو فریب دیتے ہیں۔ اے جناب یہ حاکم کی بیٹی زندہ کرنیکا معجزہ نہیں
ہی جسکا ثبوت انجیل کی عبارت سے نہیں ہوتا عجب بات ہی کہ حضرت مسیحؑ تو خود کہہ رہے ہیں کہ لڑکی
مری نہیں مگر پادری صاحب زبردستی اُسے مار کر معجزہ ثابت کیا چاہتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے
کہ حضرت مسیحؑ کا قول جھوٹا ہوا جاتا ہے۔ الغرض یہانتک تو اس معجزے کے ثبوت میں قرآنی شہادت
کا بیان کیا گیا اب اُن گواہوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو صاحب معجزہ کے ہم صحبت اور اُن کے اقوال
اور افعال کے روایت کرنے والے اس واقعہ پر شہادت دیتے ہیں وہ یہ ہیں۔ عبداللہ ابن مسعود
اور عبداللہ بن عمر اور مطعم اور عبداللہ بن عباس اور حذیفہ بن الیمان اور انس وغیرہم یہ اصحاب
بیان کرتے ہیں کہ ایکبار جماعت قریش کے سامنے مکہ میں آنحضرتؐ نے شب کو انگلی کے اشارہ سے
چاند کو دو ٹکڑے کر دیا مطعم کہتے ہیں کہ کفار[1] نے کہا کہ سحرنا محمدؐ یعنی محمدؐ نے ہم پر جادو کیا۔ بہرحال جب
اتنی جماعت نے اس معجزے کو روایت کیا اور پھر ہر ایک دیکھنے والے سے متعدد لوگ روایت
کرتے ہیں اور اُن سبھوں کے نام بخاری اور مسلم وغیرہما نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں جسکا جی چاہے
دیکھ لے پھر کوئی وجہ اس میں شک کرنے کی نہیں ہے کیا وجہ ہے کہ مسیحی معجزے تو دو شخص غایت
تین شخص کی گواہی سے قبول کئے جائیں اور محمدی معجزے چھ سات شخصوں کی گواہی سے بھی
قبول نہ کئے جائیں اگر یہ کہا جائے کہ مسیحی گواہوں کی تحریر موجود ہے اور محمدی گواہوں کی کوئی
تحریر نہیں ہے تو اسکا جواب ہم بخوبی تقلیع نہم کے جواب میں لکھ چکے ہیں کہ تحریری شہادت اور
زبانی شہادت کا ایک حال ہے بلکہ زبانی شہادت کا مرتبہ زائد ہے کیونکہ تحریری شہادت
ہرگز تمام نہیں ہوتی بغیر زبانی شہادت کے اور قطع نظر اس کے ہمارے پاس زبانی شہادت کا

---

[1] کفار عرب کے اس قول سے بھی پادری صاحب کا وہ مطلب مردود ہوتا ہی جو انھوں نے
صفحہ ۶۰ میں سحر مستمر کے تحت میں بیان کیا ہے یعنی سحر کے معنی فریب دینے کے نہیں ہیں ۱۲

ثبوت بخوبی موجود ہے بخلاف اُس تحریری شہادت کے جسے مسیحی پیش کرتے ہیں کہ اُس کا ثبوت اُنکے پاس ہرگز نہیں ہی چنانچہ اُس کا ذکر تھوڑا سا گزرا اور آیندہ آئیگا۔

پادری عمادالدین نے اس طور کے ثبوت کو صرف یہ کہکر ٹال دیا ہے کہ حدیث شق القمر کی متواتر نہیں ہی بلکہ قول آحاد میں ہے اور دلیل اُسکے عدم تواتر کی یہ عبارت مدارک کی پیش ہے۔

لو ظہر عندہم لنقلوا متواترا لان الطباع جبلت علی نشر العجائب لانہ یجوز ان یحجب عنہم الخ۔ میں کہتا ہوں کہ جب ہمنے ثابت کیا اور دکھادیا کہ متعدد راویوں نے اسے روایت کیا اور پھر بکثرت اسکا شیوع ہوا اسیواسطے محققین اسکو متواتر کہتے ہیں تو اسکو خبر احاد کہنا غلط ہو گیا جناب معجزات مسیحی سے اِس کا تواتر زیادہ ہے ذرا ہوش کیجیے اور وہ جو آپ نے مدارک کی عبارت سے یہ دلیل پکڑی ہی کہ یہ معجزہ متواتر نہیں ہی وہ محض آپ کی جہالت یا دھوکے بازی ہی کیونکہ تواتر کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ تمام جہان یا اکثر ملکوں میں ایک امر پھیل جاوے اور سب اُسکو بیان کریں۔ یہ تواتر کچھ ثبوت قطعیت کے لئے شرط نہیں ہی ورنہ کسی نبی کا کوئی معجزہ قطعی نہ ہوگا مثلاً وقت صلیب مسیح مسیحیوں کا قول ہے کہ آسمان تاریک ہو گیا اور یہ ہوا اور وہ ہوا سوائے مسیحیوں کے اور کوئی جہان میں اسکی تصدیق نہیں کرتا کیا یہ معجزہ بھی کسی مکان کے کونے میں یا پہاڑ کے کھوہ میں ہوا تھا جیسے پادری صاحب شق القمر کو کونے میں چپکے سے ہونا بیان کرتے ہیں صاحب تفسیر مدارک نفی تواتر کی توجیہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسا تواتر ہونا کچھ ضرور نہیں ہے اور دوسری قسم کا تواتر جو اکثر امور مذہبی میں ہوتا ہے جسکے سبب سے قطعیت ہو جاتی ہے اُسکی نفی صاحب مدارک کی عبارت سے ہرگز نہیں نکلتی پادری صاحب دونوں تواتر کو غلط کرکے عوام کو فریب دیا چاہتے ہیں۔ او علاوہ اسکے پادری صاحب کو ہماری اصطلاح سے کیا بحث ہے ہماری اصطلاح میں وہ متواتر ہو یا نہو ہم اُسکے ثبوت میں اُس سے زیادہ گواہ رکھتے ہیں جسقدر آپ مسیحی معجزات کے ثبوت میں پھر آپ کو اُسکے قبول کرنے میں کیا عذر ہے جب آپنے مسیحی معجزے قبول کرلئے باوجودے کہ اُنکی شہادت دینے والے اسقدر نہیں ہیں جسقدر محمدی معجزات کی شہادت دینے والے ہیں تو محمدی

معجزات کو قبول نہ کرنا بجز تعصب اور عناد کے اور کیا کہا جائے۔ ناظرین کو اگر اس معجزے کے ثبوت میں زیادہ تفصیل دیکھنا منظور ہے تو رسالہ[1] شق القمر لمعجزۃ خیر البشر مولفہ جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب ملاحظہ فرمائیں اس میں نہایت تفصیل سے اس معجزہ کا اثبات ہی اور ہر ایک مخالف کا جواب عمدہ طور سے دیا ہے۔

دوسرا معجزہ۔ انگلیوں سے بکثرت پانی کا جاری ہونا یہ معجزہ حضرت کو کئی مرتبہ ہوا ہی۔ اور متواتر دیکھنے والے اسے بیان کرتے ہیں اس معجزے کو دیکھکر روایت کرنے والوں میں انس بن مالک جابر بن عبداللہ عبداللہ بن مسعود عمران بن حصین ہیں یہ لوگ بچشم دید اس معجزے کو بیان کرتے ہیں اور پھر ہر ایک ان دیکھنے والوں سے اشخاص کثیر روایت کرتے ہیں مثلاً انس سے قتادہ اسحق بن عبداللہ ابن ابی طلحہ حسن بصری۔ حمید۔ ثابت وغیرہم ستر آدمی روایت کرتے ہیں۔ غرضکہ اسی طرح سلسلہ راویوں کا برابر چلا آیا اور ہر ایک راوی نہایت ثقہ اور معتبر اور اسی معجزے کو اسحق بن عبداللہ نے امام مالک سے بیان کیا اور امام مالک نے اپنی کتاب موطا میں لکھا چونکہ یہ معجزہ کئی مرتبہ ہوا ہے توجسوقت جس طرح پر ہوا ہے دیکھنے والے نے اُس طرح بیان کیا ہے ایک مرتبہ کی صورت یہ ہی کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے ہوئے اور حضرت کے پاس ایک لوٹے میں پانی تھا اُس سے حضرت نے وضو کیا تمام لوگ آپکی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے ہمارے پاس سوا اس پانی کے جو آپ کے لوٹے میں ہی کچھ پانی نہیں ہی آنحضرت نے اُس میں ہاتھ رکھدیا اُسیوقت اُنگلیوں کے درمیان سے مثل چشمہ کے پانی جوش مارنے لگا اس خاص قصہ کو جابر صحابی نے روایت کیا ہے ان کے شاگردنے ان سے دریافت کیا کہ تم سب یعنی جو وہاں موجود تھے کتنے آدمی تھے جابر نے جواب دیا کہ ہم پندرہ سو آدمی تھے مگر پانی کی یہ حالت تھی کہ اگر لاکھ آدمی ہوتے تو وہ پانی کفایت کرتا۔ جس طرح ہم معجزات محمدی کی سند بتواتر سلسلہ وار پیش کرتے ہیں کوئی معجزات مسیحی کے پیش کرے

[1] یہ رسالہ مطبع مفید عام آگرہ میں حسب ایمای نواب امین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علیخاں صاحب بہادر صولت جنگ رئیس ٹونک چھپا ہی ۱۲

توہم جانیں۔ اے صاحب یہ تو کہدیا گیا کہ فلاں معجزہ متی نے اپنی انجیل میں لکھا یہ تو کہئے کہ اسپر کیا سند ہے کہ متی نے فلاں معجزہ بیان کیا کوئی متی کا شاگرد کوئی اُنکا دیکھنے والا تو اسکی شہادت دے کہ ہمارے روبرو متی نے یہ معجزہ لکھا یا اپنا لکھا ہوا بیان کیا اٹکل پچو ہی کہا جاتا ہی کہ متی نے اِس کی تصدیق کی۔

تیسرا معجزہ۔ حضرت سے بارہا درختوں وغیرہ نے کلام کیا چنانچہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہی اسی قبیل سے یہ امر تھا کہ ایک ستون حضرت کی مسجد کا کہ حضرت سرور انبیا اُسکے پاس کھڑے ہوکر اور کبھی اُس سے تکیہ لگا کر وعظ فرمایا کرتے تھے اور جب منبر بنگیا تو اُس سے علیحدہ ہوکر منبر پر کھڑے ہوئے وہ ستون رونے لگا اور اس زور سے اُس سے آواز آتی تھی کہ مسجد گونج اُٹھی حضرت منبر سے اُترے اور آکر اُسپر ہاتھ دھرا وہ فوراً خاموش ہوگیا یہ معجزہ بھی بہت دیکھنے والوں نے بیان کیا ہی چنانچہ قاضی عیاض اِسکو لکھتے ہیں۔ وہو فی نفسہ مشہور منتشر والخبر بہ متواتر اخرجہ اہل الصحیح اور بخاری کی شرح قسطلانی میں بھی اسکو متواتر لکھا ہی جن لوگوں نے اِس واقعہ کو بچشم خود دیکھکر روایت کیا ہی انمیں سے بعض یہ ہیں۔ اُبی بن کعب اور جابر بن عبد اللہ۔ انس بن مالک اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس اور سہیل بن سعید اور ابو سعید خدری اور بریدہ اور مطلب بن ابی وداعہ اتنے لوگ جو حضرت کے صحابی ہیں اس معجزے کی شہادت دیتے ہیں اور پھر ہر ایک راوی نے بہت لوگوں سے یہ معجزہ بیان کیا ہے اور وہ اس بیان کی شہادت دیتے ہیں اور اسی طرح برابر سلسلہ وار روایت کرتے چلے آتے ہیں چنانچہ صحاح ستہ میں مذکور ہے جنکی شہادت میں کوئی شک وشبہہ نہیں ہوسکتا۔ بھلا کوئی مسیحی حضرت مسیح کے کسی معجزے پر اسقدر گواہ لاوے تو ہم جانیں زبانی زٹل اُڑا دینا کہ مسیحی معجزات کا ثبوت یقینیات سے بھی زیادہ ہے دوسری بات ہی اور ثبوت دینا دوسری بات ہی ناظرین خوب یاد رکھیں کہ اگر کوئی پادری یہاں یہ کہے کہ حواریوں نے الہام سے بیان کیا ہے اِسکا جواب پہلے تو یہ دینا چاہیئے کہ اسکا ثبوت دو کہ اناجیل حواریوں کی لکھی ہوئی ہیں مسیحی اِس کا ثبوت ہرگز نہیں دیسکتے پھر کہنا چاہیئے کہ اسے ثابت کرو کہ اُنھوں نے الہام سے لکھا محققین علمائے مسیحیہ خود اِس بات کے قائل ہیں کہ اناجیل الہام سے

نہیں لکھی گئیں جیسا کہ آیندہ ذکر کیا جائیگا اور پیغام محمدی میں ہم بیان کر چکے ہیں۔
علاوہ اسکے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ جسطرح کے صاحب الہام حواری تھے ویسے ہی صاحب الہام آنحضرت کے صحابہ بھی تھے کوئی فرق نہ تھا سوا اسکے کہ مسیح تا بجیات حواریوں کی شکایت کرتے رہے اور انکو بے ایمان اور ضعیف الاعتقاد کہتے رہے اور حضرت کے صحابی دیانت و امانت اور قوت ایمان میں ہمیشہ قابل مدح رہے چنانچہ خدا تعالی نے اپنے کلام پاک میں جا بجا تعریف کی اور میور صاحب نے بھی اپنی تاریخ میں اسکی تصدیق کی ہے یہ کہدینا کہ مسیح کے معجزات الہامی شخصوں کے لکھے ہیں اور محمد صاحب کے معجزات ایسے شخصوں نے روایت نہیں کئے محض فریب ہے پس جب مسیحی دو تین شخصوں کی گواہی سے حضرت مسیح کے معجزات کو یقینی جانتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ محمدی معجزات کو چار پانچ بلکہ اُس سے بھی زائد شخصوں کی گواہی سے یقینی نہیں جانتے یہ تعصب اور ہٹ دھرمی نہیں تو کیا ہے یہ تین معجزے تو دوسری قسم کے بیان کئے گئے اب قسم سوم کا کچھ ذکر کیا جاتا ہے

بیان قسم سوم ۔ وہ معجزات کہ قدر مشترک اُن میں متواتر ہے اور معجزات مسیحی سے بدرجہا اسکا ثبوت زائد ہے گرچہ فرداً فرداً متواتر نہوں مثلاً حضرت کی برکت و دعا سے کھانیکا زیادہ ہو جانا حضرت جابر بچشم دید بیان کرتے ہیں کہ سرور انبیا نے خندق کے دن دو سیر جو سے ہزار آدمیوں کو سیر کر دیا تھا حضرت جابر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ سب نے کھایا اور چھوڑ دیا۔ اور جابر سے سعید بن میناء اور ایمن روایت کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرا واقعہ ابو طلحہ کا مشہور ہے اُسے انس بن مالک نے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضرت نے ستر یا اسی آدمیوں کو جو کی چند روٹیوں سے سیر کر دیا اس معجزے کو امام مالک نے جو صحابہ کے دیکھنے والے تھے اپنی کتاب موطا میں روایت کیا ہے اور اسی قبیل سے حدیث ابو ایوب انصاری کی ہے کہ ایک روز انھوں نے فقط اسقدر کھانا پکایا کہ حضرت کو اور ابو بکر صدیق کو کافی ہو حضرت جب تشریف لائے تو فرمایا کہ بیس آدمیوں کو اشراف قریش سے بلاؤ اُنھوں نے بلایا وہ آئے اور کھا کر سیر ہو گئے اور کھانا بچ رہا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور ساٹھ آدمیوں کو بلا لو وہ بھی بلائے گئے اور کھا کر سیر ہو گئے

اور کھانا بچ رہا حضرت نے اور ستر آدمیوں کو بلوایا اور وہ بھی کھاکر سیر ہو گئے اور کھانا بچ رہا
ابو ایوب کہتے ہیں کہ وہ دو آدمیوں کا کھانا ایک سو اسی آدمیوں نے کھایا اور بچ رہا۔
اور اسی طرح عمر اور ابو ہریرہ اور سلمہ بن الاکوع اور ابو عمر انصاری چاروں صحابی بیان کرتے
ہیں کہ ایک معرکہ میں لوگ بھوکے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچا بچایا کھانا منگایا
ایک شخص تھوڑا سا کھانا لایا اور ساڑھے تین سیر چھوارے تھے حضرت نے ان کو ایک دسترخوان
پر جمع کیا سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے اندازہ کیا تو اتنا ڈھیر معلوم ہوا جتنا بکری کا جثہ ہوتا ہے پھر
حضرت نے لوگوں کو کہلا بھیجا کہ اپنے اپنے برتن لیکر آویں تمام لشکر کے لوگ برتن لیکر آئے
اور ہر ایک کا برتن بھر گیا اور کھانا بچ رہا۔ الحاصل اسی طرح بہت مرتبہ کھانے کا زیادہ
ہو جانا جو ان روایتوں میں قدر مشترک ہے بہت دیکھنے والوں نے روایت کیا چنانچہ ان
میں سے یہاں چار واقعے بیان کئے گئے جنھیں سات آدمیوں نے روایت کیا ہے پس
حضرت کا یہ معجزہ کہ آپنے تھوڑے سے کھانے سے بہت آدمیوں کو سیر کر دیا متواتر اور یقینی
ہے پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح کا وہ معجزہ کہ پانچ روٹیوں سے بہت سے لوگوں کو سیر کر دیا صرف
دو شخصوں کی روایت سے یقینی ہو جائے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ
یقینی اور لایق قبول ہوا اور لطف یہ ہے کہ مسیح کا یہ معجزہ خود یوحنا راوی کی روایت سے لائق اعتبار
نہیں رہتا کیونکہ یوحنا نے اپنی تاریخ کے باب ۶ میں اس معجزے کو نقل کیا ہے اور بعد نقل معجزہ کے
لکھا ہے وہ تمام بھیڑ آدمیوں کی جنھوں نے یہ معجزہ دیکھا اور معجزہ کی روٹیاں کھائی تھیں مسیح کے
پاس گئے اور انھوں نے کہا کہ ہم کیا کریں تاکہ خدا کے کام بجا لاویں یسوع نے جواب میں انھیں کہا
خدا کا کام یہ ہے کہ تم اُس پر جسے اُسنے بھیجا ہے ایمان لاؤ تب انھوں نے اُس سے کہا پس تو کونسا
نشان دکھاتا ہے تاکہ ہم دیکھ کے تجھپر ایمان لاویں تو کیا کرتا ہے ہمارے باپ دادوں نے تو
بیابان میں من کھایا۔ یہ مضمون ورس ۲۸ سے ۳۱ تک ہے حضرت مسیح نے اسکے جواب میں
کچھ نہیں کہا سوا اسکے کہ اپنے آپکو زندگی کی روٹی بتایا اور کہا جو مجھپر ایمان لا یا وہ کبھی بھوکا اور پیاسا

ہنوگا۔ اب مقام غور ہے کہ اگر وہ اتنا بڑا معجزہ دیکھ چکے ہوتے کہ پانچ روٹیوں سے پانچ ہزار
آدمی سیر ہوگئے اور بارہ ٹوکریاں روٹیوں کے ٹکڑے بچ رہے تو وہ کیوں کہتے کہ تو کونسا
نشان دکھاتا ہی اور اگر اُنھوں نے کہا بھی تھا تو حضرت مسیح صاف اُن کے جواب میں کہتے کہ تم
ابھی اتنا بڑا نشان دیکھ چکے ہو اور پھر کہتے ہو کہ تو کونسا نشان دکھاتا ہے مسیح نے اسکا اشارہ
بھی نہیں کیا پھر کیونکر یہ کہا جائے کہ یہ واقعہ کوئی معجزہ تھا ذرا انصاف کرو کہ اُن تمام حاضرین کا
ایسا سوال کرنا اور پھر حضرت مسیح کا مطلقاً اُسطرف اشارہ نہ کرنا کیسی صاف شہادت دیتا ہی
کہ وہ کوئی معجزہ نہ تھا اور جو کچھ کہا گیا ہے وہ یاروں کی بناوٹ یا غلط فہمی ہے۔ مخفی نہ رہے
کہ یہ قدر مشترک متواتر جو ہمنے قسم سوم میں یہانتک بیان کی ہے ایک امر خاص میں تھی یعنی
صرف کھانے کے زیادہ ہونے میں اور ایک قدر مشترک یہ ہے کہ حضرت سرور انبیا سے معجزات
ہوئے یعنی اُن سب روایات صحیحہ کے ملانے سے جو فرداً فرداً معجزات کے بارے میں منقول
ہیں یہ قدر مشترک نکلتی ہی کہ حضرت سے معجزات صادر ہوئے مثلاً پندرہ بیس دیکھنے والوں نے
یہ معجزہ بیان کیا کہ حضرت نے تھوڑے کھانے سے بہت سے لوگوں کو سیر کر دیا اور دس بارہ
دیکھنے والوں نے لکڑی کے ستون کا رونا اور پھر حضرت کے ہاتھ دھرنے سے تھم جانا روایت
کیا اور پانچ سات صحابہ نے شق القمر کا معجزہ نقل کیا اور چار پانچ معائنہ کرنے والوں نے
انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا بیان کیا تو اب ان تیس چالیس دیکھنے والوں کی گواہی سے یہ
بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت سے معجزہ ہوا پس اسقدر ثبوت تصدیق نبوت کیلئے کافی
ہے حضرت مسیح کے معجزات کا ہرگز ایسا ثبوت نہیں ہے کیونکہ وہاں نہ کوئی خاص معجزہ اور نہ
قدر مشترک کوئی ایسی ہی کہ تین چار شخصوں کے سوا اور کوئی روایت کرتا ہو پھر یہ عناد و تعصب
نہیں تو کیا ہے کہ تین چار شخصوں کی گواہی سے تو تصدیق معجزات مسیحی کیجاوے اور تیس چالیس
شخصوں کی شہادت سے اعجاز محمدی نہ مانا جائے یہ مختصر بیان تھا تینوں قسم کے معجزات کا
جسکی طرف جناب منشی صاحب نے اشارہ کیا ہی بعض کم فہموں کو یہاں یہ شبہہ ہوتا ہی کہ بہت سے

عمدہ عمدہ اور بڑے بڑے معجزے جو احادیث میں مذکور ہیں قرآن مجید میں کیوں نہیں بیان
کئے گئے چونکہ معجزہ نبوت کی بڑی دلیل ہے اسلئے ضرور تھا کہ قرآن مجید میں معجزات محمدی مفصل
مذکور ہوتے تاکہ کسی مخالف کو گفتگو کی گنجایش نہ رہتی اسکا جواب کئی طور پر ہے اگر اہل حق بنظر
انصاف غور فرمائینگے تو بیساختہ کہہ اُٹھینگے کہ بیشک قرآن مجید میں کل معجزات کا ذکر نہ ہونا ایک
بڑی مصلحت پر مبنی ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس کلام کا متکلم بڑا دانا
اور علام الغیوب ہے۔ اول اس امر میں غور کرنا چاہئے کہ جتنے منکرین و مخالفین ہیں اُن
سب کا یہی گمان ہے بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ قرآن مجید خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام
ہے اور اس کتاب مقدس کے مصنف آپ ہی ہیں۔ پھر جب ان لوگوں کا گمان ایسا ہو
تو کیونکر قرین مصلحت یہ بات ہوسکتی ہے کہ مفصل معجزات آنحضرت کے قرآن مجید میں ذکر
کئے جاتے کیونکہ اس حالت میں مخالفین کو زیادہ موجب انکار ہوتا ظاہر ہے کہ اگر کوئی مدعی
صرف اپنی زبان سے دعوے کی تصدیق کرے اور اپنی سچائی ظاہر کرے تو کسی طرح مخالف
کے نزدیک وہ قابل تسلیم نہیں ہوسکتا اسیواسطے قرآن مجید میں بہت سے تفصیلی معجزات
محمدی بیان نہیں ہوئے۔ دوسرے یہ کہ معجزہ ایک ایسا امر ہے کہ شعبدہ بازی وغیرہ سے
بہت مشابہ ہوجاتا ہے اسیواسطے حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اُٹھینگے اور
نشانیاں اور کرامات دکھلائیں گے کہ اگر ہوسکتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے (مرقس ۱۳/۲۲) غرضکہ
سچے اور جھوٹے معجزوں میں تمیز کرنا نہایت دشوار ہے۔ پادری صاحب نے ہدایت المسلمین میں
بہت کچھ خاک چھانی ہے مگر دونوں طرح کے معجزوں میں کچھ فرق نہیں بیان کرسکے ناظرین صفحہ ۱۶
کتاب مذکور کو ملاحظہ کریں صرف اتنا کہدینا کافی نہیں ہے کہ جادوگروں کے کام طاقت بشری
سے خارج نہیں ہوتے اور معجزات انبیا انسان کی طاقت سے خارج ہوتے ہیں کیونکہ یہ فرق تو
آپکا اعتقادی اور ذہنی امر ہے اس سے کوئی ظاہری اور بدیہی فرق ان دونوں میں نہیں پایاجاتا
جسکی وجہ سے طالب حق دونوں کو دیکھکر تمیز کرسکے ہر ایک پابند ملت اپنے معتقد علیہ اور نبی کی

کرامات کو ایسا ہی اعتقاد کرتا ہے کہ وہ خدا ہی کی طاقت سے ہیں اور انسان کی طاقت سے خارج ہیں اور منکرین بڑے بڑے معجزوں کو شیطان کی طاقت سے سمجھتے ہیں چنانچہ حضرت مسیحؑ کی نسبت منکرین یہی کہتے تھے[1] کہ روح خبیث کے ذریعے سے یہ کرشمے دکھاتے ہیں یہی وجہ تھی کہ یہود مسیحی معجزات کو نہیں مانتے تھے علاوہ اسکے بھوت پلیدوں کا نکالنا اور بیماروں کو اچھا کرنا جنکو پادری صاحب مسیحی معجزے کہتے ہیں کسی طرح طاقت بشری سے خارج نہیں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو بڑی قوت اور زور سے بھوت پلیت کو نکال دیتے ہیں پھونک دیتے ہیں جلا دیتے ہیں اور بیماروں کو بھی چنگا کرتے ہیں اور اس قبیل کے منتر حضرت مسیح علیہ السلام کے بہت پیشتر سے رائج تھے چنانچہ یوسیفس اپنی تاریخ کے کتاب آٹھویں کے باب ۲ میں لکھتا ہے کہ سلیمان نے بہت سے منتر بنائے تھے کہ جن سے بیماروں کو تخفیف ہو اور اسی طرح ایسے عمل جن سے جنوں اور دیوؤں کو نکالا جاوے اور وے عمل آجتک خوب جاری ہیں اسلئے میں نے دیکھا ہے کہ میرے ہموطنی الیغازر نے وس پی سین بادشاہ اور اُسکے بیٹوں اور اُسکے سرداروں اور تمام سپاہیوں کے حضور میں لوگوں سے جنوں اور دیوؤں کو نکالا اور طور اُسکے نکالنے کا یہ تھا کہ شخص دیوزدہ کی ناک میں ایک چھلا رکھکر دیوؤں کو نتھنوں کی راہ سے نکال لیتا تھا اور پیچھے وہ دیوزدہ گر جاتا تھا بعد اُسکے اُس جن سے اقرار لیتا تھا کہ پھر نہ آوے اور اُسوقت منتر پڑھتا اور نام سلیمانؑ کا لیتا جاتا تھا اور لوگوں کے یقین کرانے کے لئے ایک برتن پانی کا بھرا ہوا تھوڑی دور پر رکھوا دیتا تھا کہ بعد نکالنے جن کے اُسکو حکم کرتا تھا کہ اُس برتن کو اُلٹ دیوے اور وہ جن اُلٹ دیتا تھا انتہٰے (اعجاز عیسوی)۔

لیجئے صاحب بہت سے مسیحی معجزے اس مورخ کے قول سے اُڑ گئے باقی کا بھی یہی حال ہے بڑا معجزہ حضرت مسیحؑ کا مردے کو زندہ کرنا تھا مگر وہ بھی مشکوک ہے اسکی تفصیل خود اہل یورپ نے ہی

[1] چنانچہ متی کے باب ۹ ورس ۳۴ میں ہے فریسیوں نے کہا کہ وہ دیوؤں کے سردار کی مدد سے دیوؤں کو نکالتا ہے اور یہی مضمون مرقس ۳/۲۲ اور لوقا ۱۱/۱۵ اور یوحنا ۷/۲۰ و ۸/۴۸ و ۵۲ میں ہے ۱۲
چودھری مولابخش عفی عنہ

تصانیف میں کی ہی بشرط زندگی ہم بھی کسی موقع پر سنادیں گے غرضکہ پادری صاحب نے جو کچھ
بیان کیا ہی وہ سب ڈھکوسلا ہی حق بات یہ ہی کہ معجزات حق و باطل میں تمیز کرنا نہایت دشوار
ہی الحاصل جو کوئی انصاف دلی سے غور کریگا وہ جان لیگا کہ قرآن مجید میں معجزات محمدی کے بیان
پر زور نہ دینا بڑے عمدہ مصلح پر مبنی ہی اس بیان سے تعلیق دہم کی عمدگی اور خوبی اظہر من الشمس
ہو گئی لہذا صفحہ ۲۰۳ میں پادری صاحب کا یہ لکھنا کہ اس تعلیق کا سارا بیان ناکارہ ہی اُن کے
دل و دماغ کے فساد پر مبنی ہی اسکے بعد اُنھوں نے ایک صاف و صریح خلاف واقع امر لکھا
ہے وہ یہ کہ یہاں سے خوب ثابت ہو گیا کہ اُن چھ دلیلوں کے جواب اہل اسلام کے پاس
کچھ نہیں ہیں الخ۔ واضح ہو کہ منشی صاحب نے حسب عادت اپنے اُن لچر اور مردود دلیلوں کے
میں تفصیلی طور پر توجہ نہیں کی بلکہ مجمل طور پر اُن کا قلع اور قمع کر دیا ہی مگر پادری صاحب ایسے
نجیب کہاں تھے کہ اشارہ سے چل نکلتے اُن کے لیے تو سخت ایڑ درکار ہی مگر غضب یہ ہی
کہ اگر اشارہ پر کفایت کیجائے تو منہ زوریاں کرتے ہیں اور اگر زور سے ایڑ دی جائے تو
پھس پھسا کر بیٹھ جاتے ہیں اور کہدیتے ہیں کہ ان سے کچھ نہیں ہو سکا ایصاحب اگر منشی صاحب
نے مجمل طور پر بیان کیا تھا تو آپ نے اپنے شفیق مولوی حافظ ولی اللہ صاحب کی کتاب
صیانۃ الانسان کو تو ملاحظہ کیا ہوتا اُنھوں نے تو آپکے دلائل کو ایسا رد کیا ہی کہ آپ پانچ
برس کے بعد تعلیقات لکھنے بیٹھے ہیں مگر اُن کے جواب الجواب میں ایک حرف بھی نہ لکھ سکے
اور محض جھوٹ بولکر دفع الوقتی کر گئے ناظرین صیانۃ الانسان کے صفحہ ۵۴ سے صفحہ ۶۶ تک
ملاحظہ کرکے پادری صاحب کی بیباکی و سچائی کو خیال فرمائیں خیر اگلے جوابوں کو جانے دیجے
اب اور سنئے اگر پادری صاحب کانوں میں تیل ڈالکر آنکھوں پر پٹی باندھ لینگے تو بہت اللہ کے
بندے حق بین اور حق شناس ہیں وہ تو انصاف کرینگے۔

دلیل اوّل - قرآن میں محمد صاحب کا کوئی معجزہ مذکور نہیں ہی بلکہ بہت سی آیات سے معجزات کی
نفی ثابت ہوتی ہے پس جن احادیث میں معجزات کا ذکر ہی وہ مخالف قرآن ہیں اور یہ اہل اسلام کا

اعتقاد ہے کہ حدیث مخالف قران مردود ہے لہذا معجزات کی حدیثین مردود ہوئیں انتہی ملخصاً (صفحہ ۱۸ وغیرہ)

جواب یہ کہنا کہ قران مجید میں معجزات کا ذکر نہیں ہے محض غلط ہے چنانچہ ناظرین نے بیان سابق سے دریافت کیا ہوگا علاوہ اسکے قران مجید تو اول سے آخر تک اپنے تئین معجزہ لکھ رہا ہے جسکا ظہور آنحضرت کی زبان سے ہوا دیکھیئے کس زور شور سے ندا ہورہی ہے فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ یعنی لے آو اسکے مثل ایک سورت اور بلاؤ اپنے مددگارونکو خدا کے سوا اگر تم سچے ہو اور دوسری جگہ بڑے دعوی سے یہ بھی کہدیا قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ الخ یعنی اگر جن وانسان سبکے سب قران کے مثل لانے پر مجتمع ہون تو نہیں لاسکینگے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد کرین۔ اب فرمایئے کہ یہ معجزے کا ذکر نہیں تو کیا ہے دیکھیئے کس زور شور سے معجزے دائمی کی خبر دیجاتی ہے اور صاف وصریح پیشین گوئی بیان کیجاتی ہے اور وہ جو پادریصاحب نے اس اعجاز کے چھپانے میں تحقیق الایمان وغیرہ میں خاک چھانی ہے اوسکا جواب صیانۃ الانسان اور تنزیہ الفرقان اور ساطع البرہان میں عمدہ طور سے دیا گیا ہے جسکے جواب الجواب سے پادری صاحب بالکل عاجز ہیں۔

اب یہاں اوس آیت کا مطلب بھی معلوم کرلینا چاہیئے جسے پادریصاحب تاریخ محمدی کے صفحہ ۱۹ اور تقلیعات کے صفحہ ۴۳ مین نقل کرکے اپنے زعم میں معجزات کی نفی ثابت کرتے ہیں وہ آیت یہ ہے وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ اس آیت میں لفظ آیات جسکے معنی معجزے کے لیئے جاتے ہیں مُعرّف باللام واقع ہے اب اس امر میں نزاع ہے کہ یہ الف لام اس مقام پر عہد کے لیے ہے یا استغراق کے لیے ہمارے علما نے بالاتفاق اس الف لام کو عہد کا لکھا ہے اِس وجہ سے کہ کلام عرب میں اصل وضع الف لام کی خاص عہد کے لیے ہے اسیواسطے یہ قاعدہ معین ہے کہ جب تک یہ معنی صحیح ہوسکین دوسرے معنی

لینا جائز نہیں اور ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ میں یہ معنی بے تکلف صحیح ہیں کیونکہ اس تقدیر پر آیت کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ہمیں اُن خاص نشانیوں کے بھیجنے سے کوئی امر مانع نہیں ہوا (جنھیں منکرین طلب کرتے ہیں) مگر یہ کہ اُن نشانیوں کو اگلوں نے جھٹلایا۔ اس معنی کے صحیح ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہو سکتا۔
اسکے بعد کی آیت بھی اسی مطلب کی مؤید ہے کیونکہ اسمیں اُس معجزے کی طرف اشارہ ہے جو قوم ثمود کی حسب طلب حضرت صالح نے دکھلایا تھا اور پھر اُنھوں نے اُسکی تکذیب کی تھی حسب طلب منکرین کے معجزہ کا ظاہر نہ کرنا بڑی عمدہ مصلحت پر مبنی ہے کیونکہ جب موافق اُن کی خواہش کے معجزہ ظاہر کر دیا جائے اور منکرین حسب عادت اپنے ایمان نہ لائیں اور اپنے اقرار پر قائم نہ رہیں تو عند العقل اوس احکم الحاکمین کے عذاب کے مستحق ہو جائینگے اسیواسطے عادت آلہی جاری رہی کہ جب حسب طلب منکرین کے معجزہ دکھایا گیا اور پھر وہ اپنے اقرار کے خلاف اوسی انکار پر قائم رہے تو سخت عذاب الٰہی اُنپر نازل ہوا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ایسا ہی ہوا اسی وجہ سے اُوس ارحم الراحمین نے اپنی رحمت کی فراوانی سے بعد کو وہ نشانیاں بھیجنی موقوف کر دیں جنھیں منکرین طلب کرتے تھے تاکہ بہت سی مخلوق تباہ ہونے سے بچی رہے یہ بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ یہ موقوفی کچھ حضرت سرور انبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے خاص نہیں ہے بلکہ حضرت مسیحؑ کے زمانے میں بھی یہی حال تھا۔ اسی واسطے حضرت مسیحؑ نے منکروں کے مقابلے میں معجزہ دکھانے سے صاف انکار کیا جیسا کہ عنقریب ذکر کیا جائیگا۔ آیت مذکورہ سے اشارۃً یا کنایۃً بھی نہیں سمجھا جاتا کہ ایسے معجزات کا نہ بھیجنا حضرت سرور انبیا کے لیے خاص تھا بلکہ آیت میں ایسے عام طور سے نفی کی گئی ہے کہ حضرت مسیح اور حضرت محمد مصطفےٰ صلواۃ اللہ علیہم دونوں شامل ہیں۔ پادری صاحب نے ناحق شور مچا رکھا ہے کہ اس آیت سے محمدی معجزات کی نفی ہوتی ہے۔ اے جناب اس آیت سے اگر نفی ثابت ہوگی تو معجزات عیسوی اور محمدی دونوں کی ہوگی۔
پادری صاحب یہ لکھتے ہیں کہ لفظ الاٰیات پر الف لام استغراق کا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ

اگر الف لام استغراق کا لیا جائے تو علاوہ مخالف ہونے اوس قاعدۂ مقررہ کے جو اوپر
بیان کیا گیا آیت کا مطلب کسی طرح صحیح نہو گا کیونکہ اِس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ہونگے کہ ہمیں
کل معجزات بھیجنے سے کوئی امر مانع نہیں ہوا مگر اگلوں کا اون معجزات کو جھٹلانا۔ یعنے
الآیات کا ترجمہ کل معجزات کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ قواعد عربیہ میں یہ بات مقرر ہے
کہ الف لام استغراق کا وہی ہو سکتا ہے جسکی جگہ لفظ کل آسکے یعنی لفظ کُل اوس الف لام
کا ترجمہ سمجھنا چاہیئے اس معنی کے لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگلوں کے جھٹلانیکی
وجہ سے ہم کل معجزات بھیجنے سے باز رہے یعنی جس قدر معجزے وقوع میں آسکتے تھے
وہ سبکے سب ہمنے نہیں بھیجے۔ اس سے یہ بات نکلی کہ اگر اگلے لوگ معجزات کی تکذیب
نکرتے تو ہم کل معجزات جنکا وقوع ممکن ہے سبکے سب ظاہر کر دیتے۔ اور اہل علم اس
امر کو بخوبی جان سکتے ہیں کہ یہ بات علاوہ فضول ہونے کے غیر ممکن ہے کیونکہ خوارق
عادات قدرت الٰہی کی نظر سے غیر متناہی ہیں۔ اور جو زمانہ اُون کے وجود کا اس آیت سے
سمجھا جاتا ہے وہ متناہی ہے پھر غیر متناہی چیزیں متناہی زمانے میں کیونکر موجود ہو سکتی
ہیں لہذا یہ الف لام استغراق کا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تقریر سابق کے لحاظ سے عہد کا ٹھیریگا
اور اُنہیں خاص معجزات کے ظہور کی نفی ہوگی جنکا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اور اگر پادری صاحب
کی خاطر سے قواعد عربیہ کو چھوڑ دیا جائے اور غیر ممکن کو ممکن مان لیا جائے تو بھی پادری صاحب کا مدعا حاصل
نہیں ہوتا کیونکہ وہاں تو کل معجزات کی ہیئت مجموعی نفی ہی یعنی جسقدر معجزات مقدور الٰہی ہیں وہ سبکے
سب ظاہر نہیں کئے گئے اِس سے بالکلیہ معجزے کی نفی نہیں ہو سکتی یعنی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ایک
معجزہ بھی ظاہر نہیں ہوا اسکی نظیر بعینہ ایسی ہی کہ کوئی امیر کہے کہ ہمنے بنظر دوراندیشی اپنا کل مال مساکین
کو نہیں دیا اس کلام سے کوئی عاقل یہ نہیں سمجھتا کہ اس امیر نے مسکینوں کو کچھ نہیں دیا
بلکہ اس طرز کلام سے صاف مترشح ہوتا ہی کہ اُسنے کسیقدر مال ضرور دیا ہے
ورنہ اس طرح نہ کہتا کہ مینے اپنا کل مال نہیں دیا بلکہ یہ کہتا کہ مینے کچھ نہیں دیا۔ یہانسے ثابت ہو گیا

کہ پادریصاحب نے جو تقلیعات کے صفحہ ۴۳ میں آیت مذکورہ کا مطلب اور معنی بیان کئے
ہیں وہ محض اونچی تلبیس ہے اوسکے معنی ہیں یہ کہنا کہ ہمنے محمدؐ کو اسلئے معجزے دیکر نہیں
بھیجا الخ سراسر غلط ہے اوس آیت میں خاص آنحضرتؐ کیطرف اشارہ بھی نہیں ہے
اور نہ مطلقًا معجزے کی نفی ہے بلکہ اوسکا مطلب وہی ہے جو ہمنے اوپر بیان کیا۔ اِسی
بیان سے وہ تقریر بھی پادریصاحب کی باطل ہوگئی جو تاریخ محمؐدی کے صفحہ ۱۹
و ۲۰ میں کی ہے وہ یہ ہے۔

قولہ ہم عیسائی کہتے ہیں کہ الف لام استغراق کا ہے دلیل ہماری یہ ہے کہ سارے
قران میں کہیں معجزے کا ذکر نہیں ملتا اگر کسی مقام سے کوئی معجزہ ثابت ہوسکتا تو ہم
کہہ سکتے کہ الف لام معہود ذہنی ہے۔

اقول یہ امر تو ابھی ثابت ہولیا کہ الف لام استغراق کا یہاں نہیں ہوسکتا پھر پادریصاحب
کی یہ سب تقریر فضول ہے اور یہ جو استغراق کے معنی کی دلیل بیان کی ہے وہ بھی محض
بے تک ہے استغراقی معنی کے لئے اس امر کو کچھ دخل نہیں ہے کہ قرآن مجید میں معجزے کا
ذکر ہے یا نہیں اگر استغراقی معنی صحیح ہوتے تو قرآن مجید میں معجزے کا ذکر ہرگز منافی نہوتا
کیونکہ یہاں معنی استغراقی سے سلب کلی معجزات کا نہیں ہوتا ہے جیساکہ پادری صاحب
بسبب اپنی بے علمی کے سمجھے ہوئے ہیں بلکہ یہاں سلب جزئی ہے جس سے بعض
معجزات کی نفی ثابت ہوتی ہے اسی طرح قرآن مجید میں معجزات کا ذکر نہونا استغراق کو
ثابت نہیں کرتا کیونکہ اوسکے ثبوت کے لیے دو شرطوں کا ہونا ضرور ہے اول یہ کہ عہد کے
معنی نہ بنتے ہوں دوسرے یہ کہ استغراق کے معنی صحیح ہوسکیں اور یہاں دونوں امر مفقود
ہیں اور اسی طرح الف لام عہد کے لیے یہ ضرور نہیں کہ معجزات وقوعی کا ذکر قرآن مجید میں
پایا جاے کیونکہ الف لام عہد کے لیے اوس معہود کا مذکور ہونا ضرور ہے جسکی طرف یہ
الف لام اشارہ کرتا ہے اور وہ یہاں موجود ہے یعنی وہ معجزات جو منکرین طلب کرتے تھے

اون کا ذکر اس آیت کے تھوڑی دور بعد آیا ہے اسکے علاوہ ہم تو معجزات کا وجود بھی قرآن مجید میں ثابت کر چکے اب تو اونکے اختراعی قاعدے کے بموجب بھی اس آیت میں الف لام استغراق کا نہیں ہو سکتا بلکہ عہد کا ہو گا۔

الغرض اس آیت سے معجزات کی نفی ثابت نہیں ہوتی اور دوسری آیتوں سے اون کا وجود ثابت ہے جیساکہ اوپر ذکر کیا گیا۔ لہٰذا وہ حدیثیں جنمیں معجزات کا ذکر ہے قرآن مجید کے بالکل مطابق ہیں البتہ حضرت مسیح ؑ کے معجزات جو انجیلوں میں مندرج ہیں وہ بالکل حضرت مسیح ؑ کے قول اور فعل کے مخالف ہیں چنانچہ مرقس کے باب ۸ میں ہے (۱۱) تب فریسی نکلے اور اوس سے حجت کر کے اوسکے امتحان کے لیے آسمان سے کوئی نشان چاہا (۱۲) اوسنے اپنے دل سے آہ کھینچ کے کہا اس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں میں تمسے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جاے گا۔ دیکھیے کیسی صاف اور صریح کلیۃً معجزات کی نفی ہے جس میں کسی طرح کی تاویل نہیں چل سکتی کیونکہ حضرت مسیح ؑ صاف کہہ رہے ہیں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان نہ دیا جائے گا لہٰذا جس قدر معجزات انجیلوں میں مذکور ہیں وہ سب یاروں کی بناوٹ ہے۔ اور لوقا کے باب ۲۳ میں ہے (۸) اور ہیرودیس یسوع کو دیکھ کے بہت خوش ہوا کیونکہ مدت سے چاہتا تھا کہ اوسے دیکھے اسلیے کہ اوسکی بابت بہت کچھ سُنا تھا اور اوسکی کوئی کرامات دیکھنے کی امید تھی (۹) اور اوسنے اوس سے بہتیری باتیں پوچھیں پر اوس نے اوسے کچھ جواب نہ دیا (۱۱) تب ہیرودیس نے اپنی فوج سمیت اوسے ناچیز ٹھہرایا الخ۔ دیکھیے باوجودیکہ ہیرودیس معجزہ دیکھنے کا مشتاق تھا مگر حضرت مسیح ؑ نے اوسکے جواب میں بالکل سکوت کیا اور کوئی معجزہ اوسے نہ دکھایا اور نہ کسی معجزے پر حوالہ دیا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر معجزات انجیلوں میں مذکور ہیں وہ محض بے اصل ہیں اس مضمون کی آیتیں انجیل میں بہت ہیں سب کا نقل کرنا موجب طوالت ہے۔

دوسری دلیل محمدی معجزات کے انکار پر یہ ہے کہ موسیٰ کی کتاب استثنا کے ۱۳ باب آیت ۱ سے ۵ تک مرقس کے ۱۶ باب آیت ۱۷ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ معجزات بیشک دلیل نبوت ہیں مگر بدون صحیح تعلیم کے معجزات کو فریب سمجھنا چاہیے اور قرآن وحدیث کی تعلیم صحیح نہیں ہے چنانچہ حصہ دوم میں اسکی تفصیل آویگی اس صورت میں اگر کوئی معجزہ اوسنے دکھایا تو وہ فریب ہے انتہٰے ملخصاً۔

جواب ناظرین اون مقامات کو ملاحظہ کریں جنکا حوالہ پادری صاحب نے دیا ہے اون دونوں مقاموں سے تین امر ثابت ہوتے ہیں (۱) معجزات دلیل نبوت نہیں ہیں اور جو معجزے دلیل ہو سکتے ہیں وہ حضرت مسیحؑ میں پائے نہیں گئے۔ (۲) اور وہ مسیح جو اپنے تئیں ابن اللہ اور خدا کہتے تھے سچے نبی نتھے (۳) عیسائیوں میں ایمان کی علامت نہیں پائی جاتی اسکا ثبوت سنیئے۔ استثنا کے تیرھویں باب کا مضمون یہ ہے (۱) اگر تمہارے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تمھیں کوئی نشان یا معجزہ دکھاوے (۲) اور اوس نشان یا معجزے کے مطابق جو اوسنے تمھیں دکھایا بات واقع ہو اور وہ تمھیں کہے آؤ ہم غیر معبودون کی جنھین تمنے نہیں جانا پیروی کریں اور اونکی بندگی کریں (۳) تو ہرگز اوس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات پر کان مت دھرو کہ خداوند تمھارا خدا تمھیں آزماتا ہے (۵) اور وہ نبی یا وہ خواب دیکھنے والا قتل کیا جائیگا۔ اِس کلام سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ جھوٹے نبی بھی معجزہ دکھا سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ دلیل نبوت نہیں ہے دوسرے یہ کہ جو نبی غیر معبودونکی طرف بلائے جنھین بنی اسرائیل نہیں جانتے وہ جھوٹا ہے۔ تیسرے یہ کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائیگا اب پادری صاحب سر کو زانو پہ رکھکر غور کریں کہ توریت میں جو جھوٹے نبی کی دو شناختین بیان کی گئیں وہ آپ کے اعتقاد کے بموجب حضرت مسیحؑ میں پائے جاتے ہیں یا نہیں بھلا کوئی منصف یہ کہ سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کسی وقت میں حضرت مسیح یا روح القدس کو خدا جانتے تھے اور اوس

خداے وحدہ لاشریک میں تین اقنوم مانتے تھے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پس حضرت مسیح نے
اپنے آپ کو اور روح القدس کو بزعم آپ کے خدا بتایا۔ تو بیشک اونھوں نے غیر معبودوں کی
طرف بُلایا جنھیں بنی اسرائیل ہرگز نہیں جانتے تھے پس بموجب اسی آیت کے معجزات
مسیحی ہرگز دلیل نبوت نہیں ہوسکتے اس صورت میں اگر کوئی معجزہ اونھوں نے دکھایا بھی
تو اوسے وہی کہنا چاہیے جو اُوپر پادری صاحب کہہ چکے ہیں۔ اور دوسری شناخت
جو جھوٹے نبی کی توریت میں بیان کی گئی ہے وہ بھی بموجب عقیدے پادری صاحب کے
حضرت مسیح میں پائی گئی کیونکہ صلیب دیئے گئے۔ سبحان اللہ پادری صاحب نے
یہ عجب اولٹی دلیل بیان کی کہ جو باتیں مسیحی معجزات کو رد کرتی ہیں اون کو محمدی معجزات
پر لاتے ہیں شاید پادریصاحب کی یہ پیش بندی معلوم ہوتی ہے تاکہ توریت کے اِس
مقام سے کوئی مسیحی معجزات کو باطل نکرے ہم پہلے ہی سے اُون آیات کو دوسری طرف
جھکادیں مگر وہ اطمینان رکھیں کہ جھوٹ کو فروغ نہیں ہوتا۔ اور دوسرا حوالہ پادریصاحب کا
یہ ہے کہ مسیح فرماتے ہیں اور وے جو ایمان لاوینگے اون کے ساتھ یہ علامتیں ہونگی کہ وہ
میرے نام سے دیوؤں کو نکالیں گے اور نئی زبانین بولیں گے اور اگر کوئی ہلاک کرنیوالی
چیز پییں گے اونھیں کچھ نقصان نہو گا وے بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو چنگے ہوجائینگے
(مرقس باب ۱۶ ورس ۱۷ و ۱۸) اب پادریصاحب بیان کریں کہ کس عیسائی میں یہ علامتیں
پائی جاتی ہیں خود وہی نئے عیسائی ہوئے ہیں کچھ وہی عیسویت کی نشانی دکھاویں ورنہ
اقرار کریں کہ جھوٹے عیسائی ہیں محض دنیا کمانے کے لیے بھروپ بھرا ہے۔ خیر ہمیں اِس سے
کچھ بحث نہیں اِس وقت ہم یہ بیان کیا چاہتے ہیں کہ جب مسیح نے اظہار کرامات عام
مومنین کی نشانی ٹھہرائی تو ثابت ہوا کہ خاصہ نبوت نہیں البتہ اس قول پر یہ اعتراض ہوتا ہی
کہ خود مسیح کا یہ بھی قول ہے کہ جھوٹے مسیح آئینگے اور بڑی بڑی نشانیاں دکھائینگے پس
جھوٹے مسیحوں نے نشانیاں دکھائیں تو نشانیوں کو مومنین مسیح کی علامت قرار دینا صحیح نہوا

کیونکہ جو جھوٹے مسیح آئینگے وہ مومن لوگو ہر گز نہوں گے حالانکہ نشانیاں دکھائینگے۔ پادری صاحب کو اگر دعوی ہے تو ان اعتراضوں کا جواب صاف صاف دیں صرف یہ کہکر نہ ٹالیں کہ جھوٹی اور سچی نشانیوں میں غور کرنے سے خود فرق ظاہر ہو جاتا ہے یہ اون کے عجز کی دلیل ہے جہاں کچھ بیان نہیں ہوسکتا وہاں یہ کہکر اپنے بار سے سبکدوش ہو جاتے ہیں ۔

اور یہ کہنا کہ قرآن و حدیث کی تعلیم صحیح نہیں ایسا ہے کہ کوئی کہے کہ آفتاب میں روشنی نہیں قرآن و حدیث کی عمدگی تعلیم مثل آفتاب نیمروز کے روشن ہے موافق اور مخالف سب اوسکی خوبی کے قائل ہیں پھر اگر ایک پادری صاحب تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھکے اندھیر مچائیں اور دن کو رات بتائیں تو کیا ہوتا ہے اونھیں چاہیے کہ اپنے ہم مشرب اہل یورپ کے اقوال ملاحظہ کریں اور چند قول ہمنے اوپر نقل بھی کر دیئے ہیں اور زیادہ تفصیل چاہیں تو پیغام محمدی غور سے دیکھیں مگر ہم جانتے ہیں کہ طمع دنیاوی اور عناد کے مرض نے اون کے مزاج کو ایسا فاسد کر دیا ہے کہ عمدہ غذاے روحانی اونکو تلخ معلوم ہوتی ہے جلا جسے تعلیمات مسطور الذیل پسند ہوں وہ قرآن کی تعلیم کیوں پسند کریگا۔ بت پرستوں کی طرح خدا کے اوتار لینے کا قائل ہونا۔ اوس ذات غیر محدود کو ایک ذرا سے جسم میں مقید اعتقاد کرنا۔ اوس بے نیاز کو انسان کی طرح محتاج ماننا۔ اوس قادر توانا کا اپنے بندوں کے ہاتھ سے ذلت اور خواری اوٹھاکر صلیب دیا جانا اوس ذات مقدس کا انسان کے گناہ کے عوض ملعون ہونا۔ معاذ اللہ۔ اوسکا جہنم میں جاکر گناہ گاروں کی طرح عذاب اوٹھانا۔ وغیرہ ذلک من الکفریات یہ پادری صاحب کے مذہب کی تعلیم ہے ناظرین انصاف فرمائیں کہ بڑی عمدگی مذہب اور اوسکی سچائی کی نشانی یہ ہے کہ اوس میں عقائد عمدہ ہوں جس مذہب کے عقائد خراب ہیں وہ بلاشبہہ جھوٹا مذہب ہے آپ فرمائیے کہ عقائد مذکورہ سے بدتر اور کیا عقیدے ہوں گے بڑے افسوس کی بات ہے

کہ ایسی باتوں کے ماننے والے اسلام کی تعلیم پر حرف گیر ہوں اور جو کچھ اونھوں نے
حصہ دوم میں اپنی قابلیت اور راستبازی کو ظاہر کیا ہے اوسکا حال اوسکے جواب سے
اہل حق پر کھل جائیگا بالفعل تو ناظرین پیغام محمدی ملاحظہ کرکے تعلیم محمدی کی خوبی کو
دریافت کریں اسکے بعد پادریصاحب نے ایک ایسا طوفان باندھا ہے کہ شاید کسی کو
اوسکے غلط ہونے میں شک نہو گا لکھا ہے کہ۔ وہ (قرآن وحدیث) دوسرے معبودوںکی
طرف بلاتا ہے ابراہیم و اسحق اور یعقوب کے خدا کی طرف وہ ہمیں ہرگز نہیں بلاتا صاحبو
اس جھوٹ کا بھی کچھ ٹھکانا ہے ذرا قرآن شریف پڑھکر دیکھو کہ وہ صاف صاف کیا کہہ رہا ہے
یَا اَھْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّ
لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ (آل عمران آیت ۶۴) اے اہل کتاب سیدھی بات
کیطرف آؤ جو ہمارے تمھارے درمیان متفق علیہ ہے (وہ یہ کہ) بندگی نکریں مگر خدا کی
اور نہ شریک ٹھہراویں اوسکا کسی کو اور نہ بناوے بعض ہمارے بعض کو پروردگار سوا
خدا کے۔ جس طرف قرآن مجید بلا رہا ہے وہ تو یہ ہے مگر عیسائی اس طرف نہیں آتے
اونھوں نے تو خدا کے دو شریک بنا رکھے ہیں اور انسان کو اپنا پروردگار سمجھتے ہیں۔
اے گمراہو کہاں بہکے جاتے ہو ابراہیم و اسحق کے خدا کو مانو وہ وحدہ لاشریک ہے
الحاصل نہ قرآن وحدیث کی عمدگی تعلیم میں کسی منصف مزاج کو شک ہوسکتا ہے اور نہ
قرآن وحدیث غیر معبودوں کی طرف بلاتے ہیں لہذا معجزات محمدی کو فریب بتانا
کسی اہل حق کا کام نہیں بلکہ آپ کے معتقدات کی وجہ سے انجیلی معجزات کو فریب کہنا
نہایت قرین قیاس ہے آپ تثلیث پرستوں کی بلا موحدین کے گلے نہ مڑھیے۔

تیسری دلیل۔ اس دلیل کا محصل یہ ہے کہ۔ شعراے مداحین کا دستور قدیم ہے
کہ امرا کی جھوٹی مدح بسبب طمع دنیاوی کے کیا کرتے ہیں حضرت کے پاس ۱۸۱ شاعر موجود
تھے وہ مدح سرائی اسی غرض سے کیا کرتے تھے اور معجزات کا ذکر اکثر ان کے اشعار سے

پیدا ہوا ہے پس جب ایک شاعر بالمیک نے راجہ رامچندر کو خدا بنا کر دکھلا دیا تو کیا حال ہوگا اوس شخص کا جسکے ۱۸ اشاعر مداح ہوں۔

جواب چونکہ پادری عماد الدین نے معاندانہ اور ملحدانہ طرز اختیار کیا ہے لہذا ہم کو بھی بعض جگہ وہ کلمات کہنے پڑتے ہیں کہ ہم اوسے ہرگز پسند نہیں کرتے مگر بہ مجبوری کہنا پڑتا ہے سنیئے طمع دنیاوی کی وجہ سے جھوٹی مدح کرنے والے ناظم اور ناثر دونوں گذرے ہیں جھوٹی مدح کے لیے کچھ شاعر ہونا ضرور نہیں۔ اب یہ کہا جاتا ہے کہ مداحین آنحضرتؐ کی تشبیہ بالمیک سے دینا ٹھیک نہیں کیونکہ آنحضرتؐ کے مداحوں نے تو حضرت کو کچھ نہیں بنایا وہ تو سب آنحضرت کو عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یعنی خدا کا بندہ اور اسکا رسول کہتے رہے۔ البتہ مسیح کے مداحوں نے مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا بنا دیا وہاں یہ کہنا عماد الدین کے قول کے بموجب بہت ٹھیک ہوگا کہ جب ایک بالمیک نے رامچندر کو خدا بنا دیا اور جہان میں ایک جھوٹا مذہب قائم کر دیا پھر کیا حال ہوگا جسکے ہزاروں مداح ہوں اور رات دن جھوٹی سچی باتیں بنا کر معزز ہونا چاہتے ہوں چنانچہ اس وقت تک یہی حال ہے کہ سینکڑوں پادری ہزاروں روپیہ پاتے ہیں اور بنگلوں میں بیٹھے چین اوڑاتے ہیں اوسی زمرے میں سے ہمارے مخاطب بھی ہیں ان سب خوشامدیوں کی تحریرات کے علاوہ صرف اون تواریخ اور خطوط کو ملاحظہ کیجئے جو حواریوں کی طرف منسوب ہیں کہ اون میں کسقدر مبالغے شاعرانہ موجود ہیں دیکھیے یوحنا حواری اپنی تاریخ کے ۲۱ باب کے ۲۵ ورس میں کیا شاعرانہ مبالغہ کرتے ہیں۔ پر اور بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کیے اگر وے جدا جدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں دنیا میں نہ سما سکتیں۔ ناظرین ملاحظہ کریں کہ اس سے زیادہ مبالغہ شاعرانہ اور کیا ہوگا مسیح کے معجزات اور کرشمے انھیں کے بیان کئے ہوئے ہیں جنکے مبالغہ شاعرانہ کا یہ حال ہے پھر ایسے معجزات کیونکر قابل اعتبار ہو سکتے ہیں باقی رہا پادری صاحب کا

یہ کہنا کہ ۱۸۱ شاعر آنحضرت کی مدح سرائی دنیاوی طمع کی غرض سے کیا کرتے تھے اوسی طرح پر ہے جس طرح کوئی بدطینت اپنے مخالف پر بدگمانی کیا کرتا ہے کیونکہ کوئی ثبوت اس کا اون کے پاس نہیں ہے اسمیں تو شک نہیں کہ رسول اللہ ؐ کے صحابی چھوٹے وغیرہ نہ تھے بلکہ بڑے بڑے فصیح و بلیغ تھے اور اگرچہ مسلمان ہونے سے پہلے اونکی کیسی ہی حالت تھی مگر اسلام کے بعد اُون کی وہ حالت ہوگئی جس سے یقین ہوتا ہے کہ خدا نے اپنا جلال انپر ظاہر کیا تھا اور انوار نبوت حقہ نے انکو منور کر دیا تھا جو کوئی انصاف دلی سے اوسوقت کے حالات کو دیکھے گا وہ صحابہ کی تغیر حالت کو دیکھکر کہ یکبارگی وہ کیسے ہو گئے تھے بے تردد کہدیگا کہ انمیں اُوس خداے قادر کی تعلیم نے کامل اثر کیا ہے جسکے قبضۂ قدرت میں انسانوں کے دلوں کا پھیرنا ہے جہاں اونکے بہت سے بُرے عادات بالکل خوبیوں سے بدل گئے اسی طرح جو شاعر مسلمان ہوگئے تھے اونکی قدیم شاعری کی حالت ایسی بدل گئی تھی کہ پہلے لحاظ سے اونھیں شاعر ہی نہں کہ سکتے اسیواسطے یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ مسلمان شاعروں کے اشعار میں وہ مزہ نہیں ہے جو اونھیں کے اشعار میں اُون کے مسلمان ہونے سے پہلے تھا کیونکہ جھوٹ اور مبالغے انسے چھوٹ گئے تھے اسکی وجہ یہی تھی کہ اوس سچے نبی اور معلم روحانی نے جنکا پیارا نام محمد ؐ ہے جھوٹ اور تملق اور بیہودہ شاعری کو اس سختی کے ساتھ منع فرمایا جس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتا اور بالتخصیص اپنی جھوٹی تعریف کو صرف منع ہی نہیں کیا بلکہ بار بار نہایت تاکید سے فرمایا کہ جو کوئی جھوٹی بات میریطرف قصداً منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں کرے یعنی جو بات مینے نہیں کہی یا جو کام مینے نہیں کئے اوسے میری طرف نسبت کرے (گو اوس سے کیسی ہی میری تعریف نکلتی ہو) وہ شخص اپنا ٹھکانا جہنم میں کرلے اس تعلیم کا اثر جو کچھ مسلمان شاعروں پر ہوا اوسکی تصدیق اون کے اشعار سے ہوسکتی ہے مثلاً اُوسوقت کے بڑے شاعروں میں ابوقیس ہیں یہ حضرت ؐ کے پہلے سے متلاشی دین تھے

اور مذہب عیسوی کو بھی اونھوں نے دیکھا تھا جب آنحضرتؐ مدینے تشریف لیگئے اوسوقت
یہ شاعر مسلمان ہوئے انکے چار شعر نمونے کے طور پر لکھتا ہوں ؎

اوصیکم باللہ والبر والتقی + واعراضکم والبر باللہ اول + وان قومکم سادوا فلا تحسد نھم +
وان کنتم اھل الریاسۃ فاعدلوا + یعنی میں تمھیں نکوئی اور پرہیزگاری اور بُرے کاموںسے
بچنے کی وصیت کرتا ہوں اور سب سے مقدم اللہ کی فرمانبرداری ہے اگر تمہاری قوم
سردار ہو تو تم اونسے حسد نکرو اور اگر تم رئیس ہو تو انصاف کرو - یہ تو اون کے نصیحتانہ
اشعار کا نمونہ تھا اور مدح کے اشعار بھی سن لیجیے حضرت کی تعریف میں لکھتے ہیں ؎

تقیص لنا ما قال نوح لقومہ + وما قال موسی اذا جانب المنادیا + واصبح لا یخنشی
من الناس واحدا + قریبا ولا یخنشی من الناس نائیا + یعنی حضرت ہمکو وہ تعلیم کرتے
ہیں جو نوح نے اور موسی نے اپنی قوم کو کی تھی اور وہ کسی آدمی قریب و بعید سے نہیں
ڈرتے ہیں یعنی چونکہ اللہ تعالی نے فرما دیا ہے کہ وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ - اللہ
بچالیگا تجھے لوگوں کے گزند سے اسلئے حضرت کو کچھ خوف نہیں رہا انحضرتؐ کے
بڑے مداحوں میں جو معاندین کی ہجو کا جواب بھی دیا کرتے تھے حسّان بن ثابتؓ ہیں انکے
اشعار سُنیے ابوسفیان نے آنحضرتؐ کی ہجو لکھی تھی اُسکے جواب میں لکھتے ہیں -

؎ ھجوتَ محمدًا واجبتُ عنہ + وعند اللہ فی ذاک الجزاء + ھجوتَ محمدًا برًا تقیًا +
رسول اللہ شیمتہ الوفاء + اتھجوہٗ ولستَ لہ بندٍ + فشرکما لخیرکما فداء +

ترجمہ تو نے محمدؐ کی ہجو کی تھی میںنے اوسکا جواب دیا اسکی جزا اللہ کے پاس ہے -
۲ تو نے محمدؐ کی ہجو کی جو نہایت نیکوکار اور متقی ہیں اور خدا کے رسول ہیں جنکی عادت اور سرشت
میں وفا کرنا ہے - ۳ تو اُونکی ہجو کرتا ہے حالانکہ تو اون کے مانند نہیں ہے (خدا کرے) کہ تم میں
سے جو بدہو وہ نیک کا فدیہ ہوجاے -

فمن یھجو رسول اللہ منکم + ویمدحہ وینصرہ سواءٌ + فانّ ابی ووالدتی وعرضی + لعرض محمد منکم وقاءٌ + اب ناظرین ان سیدھے اور سچے شعروں کو ملاحظہ کریں جنکو مذاق شاعری ہے وہ اس بات کا یقین کر سکتے ہیں کہ ان اشعار سے صاف مترشح ہوتا ہی کہ ان کے ناظم یا تو مبالغہ کرنا جانتے ہی نہیں یا محض سچائی کی وجہ سے ترک کر دیا ہے اسواسطے خدا تعالی نے قرآن مجید میں اُسوقت کے شاعروں کی دو قسمیں کر دیں ایک وہ جو ایمان نہ لائے تھے اور اسلام کی تعلیم اونھوں نے نپائی تھی دوسرے وہ جو ایمان لائے تھے اور بسبب تعلیم اسلام کے جھوٹی شاعری چھوڑ کر سچے شاعر بن گئے تھے چنانچہ فرمایا والشّعرآءُ یتّبعھم الغاوٗنَ الم ترانّھم فی کلّ وادٍ یّھیمونَ ٥ یعنی شاعروں کی باتکی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ وہ ہر ایک میدان میں بھٹکتے پھرتے ہیں (یعنی جو مضمون سچا یا جھوٹا اون کے خیال میں آگیا اوسی کے پیچھے ہو لیئے) اور جو کہتے ہیں وہ نہیں کرتے مگر (اس سے مستثنے ہیں) وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور اللہ کی بہت یاد کی۔ یہ آیت صاف کہہ رہی ہے کہ جو مومنین شاعر تھے وہ شاعری میں جھوٹ کی آمیزش نہیں کرتے تھے بلکہ سچے مضامین نظم کیا کرتے تھے چنانچہ اشعار منقولہ سے ظاہر ہو گیا اب میں ناظرین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جب ان شاعروں کے حالات اور انکے اشعار ان کی سچائی اور دیانت کی کامل شہادت دیتے ہیں

ترجمہ لہ تم میں سے جو کوئی رسول اللہ کی ہجو کرے یا تعریف کرے اور مدد کرے سب برابر ہے (نہ ہجو سے اونکی شان میں کچھ بٹہ لگتا ہے اور نہ تعریف سے اونکی شان بڑھ جاتی ہے) ۲ے میرا باپ اور میری ماں اور میری آبرو محمدؐ کی آبرو پر قربان ہیں۔ ناظرین انصاف کر سکتے ہیں کہ ان مدحیہ اشعار میں مبالغہ ہے یا انجیلوں میں جس میں سے ایک قول یوحنا حواری کا نقل کیا گیا کہ مسیح نے جو کام کیے ہیں اگر وہ جدے جدے لکھے جاتے تو دنیا میں کتابیں نہ سما سکتیں کیسا اندھیر ہے کہ یہ قول تو سچے بلکہ الہامی مانے جاتے ہیں جس کے مبالغے کی انتہے نہیں اور اون سچے شعروں کو جھوٹ اور مبالغہ کہا جاتا ہے ۱۲۔

تو اِن شہادتوں سے قطع نظر کرکے بلا دلیل اون پر بدگمانی کرنا اور محض شاعری کے نام سے اونھیں جھوٹا ٹھہرانا کسی ایمان دار کا کام نہیں ہے **قولہ** صفحہ ۲۲ معجزات اور کرامات کے بیانات جو احادیث میں ہیں اکثر اونھیں شاعروں کے اشعار میں سے پیدا ہوئے ہیں۔

اقول جھوٹے پر خدا کی پھٹکار ہزار بار لاکھ بار کڑور بار اگر پادری صاحب سچے ہیں تو وہ اشعار ہمیں دکھائیں جنسے احادیث میں معجزات نقل کیے گئے ہیں ورنہ خدا سے ڈر کر ایسے طوفان سے باز آئیں۔

قولہ کیا حال ہوگا اوس شخص کا جس کی مدح ۱۸ اشاعر کرتے ہین اور رات دن نئی بات سُنا کر اوسکے مصاحب باعزت ہونا چاہتے ہیں دیکھو قصیدہ بانت سعاد اور ہمزیہ اور بردہ کو کہ کس قدر مبالغے انمیں موجود ہیں۔

اقول ہم نہیں کہہ سکتے کہ پادریصاحب کو طمع دنیاوی اور تعصب وعناد کے نشہ نے کسقدر مخمور و مدہوش کر دیا ہے اونھیں کچھ خبر نہیں کہ ہم کیا طوفان باندھ رہے ہیں۔ قصیدہ ہمزیہ اور بردہ کے مولف کو حضرت سرور انبیا کا مصاحب اور بات سنانے والا ظاہر کرتے ہیں حالانکہ امام شرف الدین بوصیری ان دونوں قصیدوں کے مولف ۶۰۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۶۹۴ھ ہجری میں انتقال کیا لیجیئے جناب پادریصاحب امام شرف الدین کو اون کی پیدایش سے چھ سو برس پیشتر اونھیں حضرت سرور انبیا کا مصاحب بتاتے ہیں سبحان اللہ کیا معلومات ہے البتہ قصیدہ بانت سُعاد کو کعب ابن زہیر صحابی کا تالیف لوگوں نے لکھا ہے مگر پادریصاحب بیان کرین کہ اُوس میں یا قصیدہ ہمزیہ وغیرہ میں کون سے مبالغے ہیں کیا اندھیر ہے کہ انجیلی مبالغوں پر نظر نہیں کیجاتی جنکی وجہ سے ایک انسان خدا بنا دیا گیا اور سچی اور واقعی تعریف کو مبالغہ کہا جاتا ہے۔

قولہ صفحہ ۲۲۔ معجزہ ایک خرق عادت ہے جو قدرت آلہی سے بوقت مناسب ظاہر ہوتا ہے نہ یہ کہ بات بات میں ٹھٹھہ بازی ہو جائے۔

اقول معاند اور منکر ایسا ہی کہا کرتے ہیں اگر اونھیں دو چار معجزے دکھائے گئے تو اونھوں
نے کچھ لغو او بیہودہ تاویل کرکے اور باتیں بنا کے عوام کی نظر میں اُنکا اعجاز باطل کردیا جیسے علماے ولدین
نے معجزات قرآنی کی نسبت کیا ہے اور بہت سے ملحدین نے معجزات مسیح کی نسبت اور
جب نبی آخر زمان نے زیادہ معجزے دکھائے اور اُسمیں ناطقہ بند ہوا کچھ تاویل نہ چل سکی تو یوں
بات بنائی کہ معجزہ ٹھٹھہ بازی نہیں کہ بات بات میں ہوا کرے ان معاندوں سے کوئی یہ کہے کہ بات
بات میں معجزے کا کون قائل ہے اور کون کہتا ہے کہ ایسے معجزوں کو آپ مانیے ہم تو صرف اُن معجزات میں گفتگو
کرتے ہیں جو صحیح روایتوں سے ثابت ہیں اور اسکے دیکھنے والے بھی بہت ہیں اور وہ چند معجزے
ہیں اون کے نہ ماننے کی وجہ بیان کیجیے خدا کے لیے کہیں تو دہوکے بازی سے چوکیے

چوتھی دلیل اس دلیل کی تقریر پانی پتی صاحب نے نہایت مہمل طور پر کی
ہے مگر اون کا مدعا صرف اس قدر ہے کہ خرق عادت ایک امر تواریخی ہے اور
ایسا امر جب تک کوئی معتبر روای اپنی تحریر میں اپنا معائنہ بیان نکرے تو وہ قابل
قبول نہیں ہوسکتا اور محمدی معجزات کا حال ایسا نہیں ہے بلکہ اون کا ذکر
بخاری اور مسلم وغیرہ کرتے ہیں اور آپ ہی ایک سلسلہ راویوں کا بتاتے ہیں
لہذا وہ قابل اعتبار نہیں۔

جواب تحقیقی امر تاریخی کا ثبوت اس پر موقوف نہیں کہ راوی دیکھنے والا کسی تحریر
میں اپنا معائنہ بیان کرے بلکہ کسی شخص معتبر کے روبرو بیان کرنا کافی ہے اور اگر کسی
تحریر میں اوسکا اقرار پایا گیا تو وہ تحریر بھی جب ہی قابل اعتبار ہوسکتی ہے کہ کسیکے
روبرو اوسکا زبانی اقرار موجود ہو کہ یہ تحریر میری ہے اور پھر وہ تحریر بھی ہر طرح سے
محفوظ رہی ہو بہرحال زبانی اقرار پر مدار رہا فقط تحریر سے کچھ کلام نہ چلا پس مطابق
اسکے معجزات محمدی کو معتبر راوی اپنا معائنہ بیان کرتے ہیں اور صاف اقرار کرتے
ہیں کہ فلاں معجزہ ہمنے بچشم خود دیکھا اور جن معتبرین کے سامنے دیکھنے والوں نے بیان کیا

وہ دوسروں سے بیان کرتے ہیں اور وہ دوسرے معتبرین بعضے صرف زبانی اقرار کرتے ہیں اور بعض تحریری اور زبانی دونوں طرحسے اور تاریخی امر کے ثبوت کے لئے اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں اور اسی طریقے سے معجزات محمدی کا ثبوت ہے پس ضرور وہ لائق اعتبار ہیں۔

جواب الزامی خرق عادت یعنی معجزہ ایک واقعہ تاریخی ہے اور اوسکے ثبوت کے لیے ضرور ہے کہ کوئی معتبر راوی اپنا معائنہ بیان کرے اور اگر کسی تحریر کے ذریعے سے ہمکو اوس راوی کا بیان پہونچا ہے تو ضرور ہے کہ کوئی شاہد معتبر اسکی گواہی دے کہ یہ تحریر اُوس معائنہ کرنے والے کی ہے ہمارے سامنے اُوسنے اسکا اقرار کیا یا ہمارے روبرو اُوسنے لکھا ہے پھر اگر عرصہ دراز گذر گیا ہے تو ہر زمانے میں اوس تحریر پر معتبر گواہ ہونے چاہئیں کہ وہ بیان کرتے چلے آویں کہ فلان راوی معتبر نے کہا کہ یہ تحریر اُوس راوی کی ہے اور بغیر اس مسلسل شہادتوں کے ہرگز وہ واقعہ جو کسی تحریر میں مندرج ہے قابل اعتبار نہیں ہوسکتا اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ معجزات مسیحی جو بعض تاریخوں میں مندرج ہیں (جنکو انجیل کہا جاتا ہے) وہ قابل اعتبار نہیں کیونکہ ہمکو کوئی سُراغ اس بات کا نہیں ملتا کہ یہ تحریرین یعنی اناجیل اون شخصوں نے لکھی ہیں جنہوں نے حضرت مسیح کے حالات معائنہ کیے تھے بلکہ علماے مسیحیہ فقط اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ یہ تحریر فلاں راوی کی ہے اسکے ثبوت میں کوئی دلیل پیش نہیں کرتے پادری صاحب بھی باوجود اس شور وشغب کے کچھ بیان نہیں کرسکے پس معجزات کی سند کا یہ حال اور مسیح کے قول کا وہ حال کہ بالکل معجزے سے انکار ہے اب بتلاؤ کہ کس دلیل سے معجزات عیسوی کا اقرار کریں اسلیے صاف کہتے ہیں کہ یہ بیانات اناجیل بالکل غلط ہیں یہ چوتھی دلیل ہے معجزات مسیحی کے عدم اعتبار کی۔

قولہ صـــ ۲۳ محمدی معجزات کا ذکر بخاری ومسلم وغیرہ اپنی تحریروں میں سناتے ہیں

اور آپ ہی ایک سلسلہ راویوں کا بتاتے ہیں۔

اقول پانی پتی صاحب تقلیع ہشتم صفحہ ۲۶ میں اقرار کرتے ہیں کہ محدثین بیدیانت اور جعلساز ہرگز نتھے پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ اونکی تحریر پر اعتبار نکیا جائے اور یہ خوب کہا کہ آپ ہی سلسلہ راویوں کا بتاتے ہیں اے صاحب وہ نہ بتائیں تو کون بتائے سلسلہ راویوں کا اون پر آکر منتہی ہوا راویوں کے حالات کی اونھوں نے تحقیق کی اونکے سوا اور کون بتا سکتا ہے پس جب آپ اون کی دیانت کے مقر ہیں تو ضرور ہوا کہ آپ اونکی باتونکو مانیں۔

پانچویں دلیل قرآن وحدیث پر غور کرنے سے حصہ دوم میں معلوم ہوتا ہے کہ محمد صاحب اور اوس عہد کے لوگ علم آلہی سے بالکل ناواقف تھے کیونکہ اون کی سب باتیں جہل اور ناواقفی پر مبنی ہیں پس جب کہ حصہ دوم میں ان سب کا غلطی میں ہونا ثابت ہوگیا تو اسکے کیا معنی ہیں کہ وہ لوگ بیان معجزات میں حق پر ہیں۔

جواب الزامی انجیل وغیرہ پر غور کرنے اور بہت سی کتابوں کے مطالعہ سے جنمیں محققانہ طور سے انجیلوں کے مضامین پر بحث کی گئی ہے معلوم ہوتا ہے اور حصہ دوم کے جواب میں معلوم ہو جائیگا کہ انجیلوں کے مؤلف علم آلہی سے بالکل ناواقف تھے کیونکہ سب باتیں اونکی جہل وناواقفی پر مبنی ہیں اور خود اونھیں کتابوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح اون کو تادم صعود نادان اور بے ایمان کہتے رہے پس جب حضرت مسیح خود اون کے فہم اور اعتقاد کی شکایت کرتے رہے اور اون کی تحریرات سے بخوبی اوسکا ثبوت ہوگیا تو اسکے کیا معنی ہیں کہ وہ لوگ بیان معجزات میں حق پر ہیں جب وہ حضرت مسیح کا کلام نہیں سمجھ سکتے تھے تو معجزہ حق وباطل میں کیونکر تمیز کر سکتے ہوں گے پھر کیونکر اونکا بیان قابل اعتبار ہو سکتا ہے۔

جواب تحقیقی۔ قرآن وحدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت

محمد رسول اللہ نے علم آلہی کو ایسا جانا جیسا کہ جاننے کا حق تھا اور وہ صفات آلہی بیان کیئے کہ کسی نے بخوبی نہ بیان کیئے تھے تمام کتب سابقہ کی تکمیل قرآن و حدیث نے کی اسکی تفصیل نیاز نامہ کے جواب میں مسطور ہے اسکا انکار کرنا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے اکثر اہل یورپ اسکے قائل ہو چکے ہیں۔

چھٹی دلیل - الہام اور انبیا کا سلسلہ جو موسی سے حواریوں تک ہے اوسکے دیکھنے سے اور خوب سمجھنے سے اور اوسکی عمدیت اور قوت اور فضائل ذاتی اور صفاتی پر ملاحظہ کرنیسے ہم لوگ جو غیر قوم تھے رسالت اور الہام کے قائل ہوئے ہیں اور ہم نے اس سلسلہ میں جھوٹے معجزوں اور جھوٹے پیغمبرون کا حال بھی پڑہا ہے پس جس سلسلہ نے ہمیں الہام اور رسالت کا قائل کیا ہے اگر کوئی شخص اوس کے مخالف ہو کر معجزات بھی دکھلادے ضرور وہ آدمی جھوٹا اور اوسکے معجزات فریب بازی ہونگے پس محمد صاحب جو اس انبیا کے سلسلے کے بالکل مخالف ہیں عقائد اور عبادت اور معاملات اور قصص میں بھی اور اونکی تعلیم انبیا کی تعلیم سے جدی ہے تو اب بتلاؤ کہ ہم محمد صاحب کو اور اون کے معجزات کو کیا سمجھیں۔

جواب ناظرین انصاف پسند اس امر کا یقین کر سکتے ہیں کہ پادری صاحب نے یہاں کوئی دلیل پیش نہیں کی بلکہ چند امور اعتقادی بیان کر کے (جنھیں اپنے گمان فاسد میں مسلم کر رکھا ہے) ایک نتیجہ نکالا ہے وہ اعتقادی امور یہ ہیں **اول** سلسلہ الہام وانبیا کا فقط حواریوں تک فرض کیا (حالانکہ محض غلط ہے) **دوسرے** اوس کے سمجھنے کے مدعی ہوئے (باوجودیکہ کچھ نہیں سمجھتے) **تیسرے** اوس کے عمدہ ہونے اور فضائل ذاتی اور صفاتی کا اعتقاد کیا - **چوتھے** ایک شخص کو محض اپنے خیال سے اوسکا مخالف قرار دیا (حالانکہ وہ خیال باطل ہے) **پانچویں** بموجب اپنے گمان کے اوسکے مخالف کو جھوٹا قرار دیا - اسکا جواب تحقیقی یہ ہے کہ سب امور پادری صاحب کے

خیالات فاسدہ ہیں حضرت محمد رسول اللہ انبیا کے مخالف نہیں ہیں جو کوئی مخالف کا
مدعی ہے وہ جھوٹا ہے وہ نہ قرآن وحدیث کو جانتا ہے اور نہ توریت وانجیل کو سمجھتا ہی
اسکی تفصیل پیغام محمدی میں مذکور ہے طالبین حق اوس میں ملاحظہ کریں اور جواب
الزامی یہ ہے کہ یہود کہتے ہیں کہ الہام اور انبیا کا سلسلہ جو موسیٰ سے ملاکی تک ہے اوسکے
دیکھنے سے اور خوب سمجھنے سے اور اوسکی قوت اور فضائل پر لحاظ کرنے سے ہم لوگ
ایمان لائے اور اسمیں جھوٹے پیغمبروں کا حال دیکھا اور اونکی نشانیاں معلوم کیں پس
جس سلسلہ نے ہمکو الہام ورسالت کا قائل کیا ہے اوسکے جو کوئی مخالف ہوکر معجزات
دکھاوے ضرور وہ آدمی جھوٹا ہے پس مسیح جو سلسلۂ انبیا کے عقائد اور عبادات اور
معاملات میں بالکل مخالف ہیں اور جھوٹے نبی کی نشانیاں جو کتب سماوی میں بیان کی
گئی ہیں وہ بھی اونمیں ہم پاتے ہیں تو اب بتاؤ کہ ہم مسیح کو اور اونکے معجزات کو کیا سمجھیں
اور یہود پر کیا ہے ہر ایک مذہب والا اپنے مخالف کو ایسا ہی اعتقاد کرتا ہے لیجئے
پادری صاحب اب آنکھیں کھول کر اپنی دلیلوں کا جواب ملاحظہ کیجیئے اور کہئے کہ یہ آپکی
دلیلیں کیسی آپ پر پلٹ گئیں مصرعہ زبان تو آخر زیان تو شد ٭ اب انکا جواب دیجئے
اور اوس بڑے بول کو یاد کیجئے جو آپ نے صفحہ ۳۲ تقلیعات میں لکھا ہے دیکھئے یہ
بڑا بول آپ کو کیسا نیچا دکھاتا ہے اب آپ پر واجب ہے کہ جب تک آپ انکا جواب
ندے لیں مسیح کے معجزات کا ذکر ہرگز نہ کریں۔

انجیل کی اسناد پر گفتگو

چونکہ یہاں مختصر طور سے ذکر اسناد قرآن مجید واحادیث کا کیا گیا اور یہ بات ثابت ہوگئی
کہ قرآن مجید ہی خدا کی وہ مقدس کتاب ہے جو بلا شک وشبہہ اور بغیر کسی آمیزش
کے ہم تک پہونچی ہے اور جو طریقے اسکی حفاظت کے خدا نے اپنے خاص بندوں کو

الہام فرمائے وہ کسی کتاب کے لئے نہیں فرمائے تھے اور احادیث کی سند کا بھی یہ حال ہے
کہ خود محققین علمای مسیحیہ اوسکی صحت کا اقرار کرتے ہیں اس لئے مناسب تھا کہ کسیقدر
انجیل کی سند کا بھی حال بیان کیا جائے تاکہ طالبین حق دونوں کا مقابلہ کرکے دیکھ لیں
کہ انجیل کی سند کا کیسا ابتر حال ہے لہذا منشی صاحب تحریر کرتے ہیں۔

تعلیق ۱۱۔ جب ہم اس بات پر نظر کرتے ہیں کہ مسیح کے حالات وسرگذشت کی
کوئی انکی ہم عصر تحریر موجود ہے یا نہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے اپنے کلمات
ومواعظ ونیز حالات نہ تو خود لکھے اور نہ زمان قیام میں لکھوائے اور نہ حواریوں نے
عہد مسیح میں اپنے مشاہدات اور مدرکات قلمبند کئے انتہےٰ۔

واضح ہو کہ اگرچہ حضرت مسیح کی الوہیت ایسی صریح البطلان ہے جیسے آفتاب کا تاریک ہونا
مگر اس سے قطع نظر کرکے ہم یہ کہتے ہیں کہ جن عیسائیوں نے اونھیں خدا بنا رکھا ہے
وہ اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ مسیح کامل انسان اور رسول بھی تھے لہذا اونہیں بحیثیت
رسالت ضرور تھا کہ تعلیمات الٰہی اور دیگر امور ضروری کو قلم بند کرتے یا کرا دیتے تاکہ کسی کو
شک وشبہہ کا محل نرہتا حواریوں کے اس مدت کے بعد لکھنے میں اگر لکھنا ثابت ہوا
مخالف اور موافق ہر ایک کو مختلف شبہات کا موقع ملا اور طرح طرح کی رائے لوگ
لگانے لگے مثلاً مخالف کو اس کہنے کی گنجایش ہوئی کہ حواریوں کی نافہمی اور کم اعتقادی کی
شکایت تا دم صعود حضرت مسیح کرتے رہے پھر بعد اسکے جو کچھ اونہوں نے اپنی یاد اور
فہم کے بموجب لکھا وہ کب قابل اطمینان ہوسکتا ہے یہ کہنا کہ اونھوں نے روح القدس
کی مدد سے لکھا ایک بے اصل بات ہے جسکے بے اصل ہونے کے خود محققین مسیحیہ
قائل ہیں علاوہ اسکے حضرت مسیح کی زندگی میں تو ابن اللہ اور روح القدس دونوں کی
مدد تھی اور بقول شما خدا کا بیٹا جسم انسانی میں ہوکر خاص اون کی تعلیم وتربیت کے لئے
اون میں رہا اور روح القدس اونمیں پھونکی مگر پھر بھی اونکی فہم اور اونکا اعتقاد درست نہوا

اب فرمایئے کہ اگر دوبارہ روح القدس کا نزول اونمیں مان لیا جائے تو کیونکر اونکی حالت کی
عمدہ ہونے کا یقین ہوسکتا ہے کیا (نعوذ باللہ منہ) خدا کے بیٹے کی صحبت کا یہ اثر تھا
کہ جب تک وہ رہے اونکی فہم اور اونکا اعتقاد درست نہوا اور اون کے سدھارتے ہی
وہ کامل ہوگئے خود عیسائیوں میں ان تحریرونکی بابت بہت کچھ اختلاف ہے جس کا
ذکر آیندہ آئیگا۔ اگر حضرت مسیح کے روبرو تحریر ہوجاتی تو یہ اختلافات نہوتے مگر
افسوس ہے کہ ایسی تحریر کا وجود نہیں ملتا ان باتوں کیطرف تو پادری صاحب نے
غور نہیں کیا صفحہ ۲۶ میں حواریوں کی نسبت صرف اپنا عقیدہ ظاہر کردیا ہے کہ وہ
انبیار سابقین سے کہیں زیادہ معزز تھے اور صاحب الہام تھے اور دنیاوی شوکت
کے خواہاں بھی نہ تھے پر جان نثار تھے وغیرہ۔ میں کہتا ہوں کہ اے جناب مقام استدلال
میں آپ کے عقیدوں کو کون پوچھتا ہے اونھیں طاق میں رکھدیجیے یہاں تو ہرایک
بات کی دلیل درکار ہے اگر ہو تو پیش کیجئے مگر اس سے آپ عاجز ہیں اے صاحب
ہمنے آپ کی خاطر سے مان لیا کہ حواری ایسے تھے مگر یہ تو فرمایئے کہ آپ کے بڑے بڑے
پیر و مرشد یہ جو کہہ گئے ہیں کہ اونہوں نے الہام سے نہیں لکھا پھر غیر الہامی تحریر پر کیونکر
اعتماد ہوسکتا ہے اور یہ جو آپ ہمنے تحریر فرمایا ہے کہ وہ انبیار سابقین سے کہیں زیادہ
معزز تھے تو شاید اس نظر سے فرمایا ہوگا کہ اگلوں کو حضرت مسیح نے چور و بٹ مار بتایا ہی
اور حواریوں کو ضعیف الاعتقاد فرمایا ہے اسوجہ سے یہ اونکی نسبت زیادہ معزز ہوئے
جان نثاری کا وصف جو پادری صاحب بیان کرتے ہیں اوس میں کیا شک ہی اس سے
زیادہ اور کیا جان نثاری ہوگی کہ حضرت مسیح کے پکڑے جاتے ہی سب کے سب رفوچکر
ہوگئے اور پطرس علیہ السلام نے تو جھوٹ بول کر اور مسیح پر لعنت کرکے اپنا پیچھا چھڑایا
اور دنیاوی شوکت کا خواہاں نہونا آپ نے اس نظر سے کہا ہوگا کہ میسر نہوئی ورنہ حقیقت
حال صیانۃ الانسان میں ملاحظہ کیجیے اور کچھ حال آیندہ حوالوں سے بھی معلوم ہوجائیگا

اور صفحہ ۴۱ میں حضرت مسیح کے خود نہ لکھنے کی وجہ میں یہ پیش کرتے ہیں کہ صاحب خدا نے خود توریت کیوں نہ لکھی موسی سے کیوں لکھوائی الخ۔ اے جناب اول تو مسیح کا خدا ہونا مشرکوں کے روبرو بیان کیجئے جنھوں نے عقل وفہم کو طاق میں رکھدیا ہے موحدوں کے سامنے ایسی بیہودہ باتیں نہ کیجئے وہ صرف ایک ہی خدا کو مانتے ہیں اور مسیح کو اوسکا برگزیدہ بندہ جانتے ہیں اون کے سامنے نہ لکھنے کی یہ وجہ پیش کرنا محض نادانی ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت مسیح آپ کے نزدیک رسول بھی ہیں لہذا رسالت کی جہت سے اونھیں لکھنا ضرور تھا۔ تیسرے یہ کہ توریت کا لب لباب اور اصل الاصول تو خدا نے خود ہی لکھکر دیا تھا یعنی احکام عشرہ (دیکھو خروج ۲۴/۱۲) پھر اگر یہاں بھی لکھدیتے تو بڑی اطمینان کی بات تھی بہت سے شبہات رفع ہو جاتے اور صفحہ ۴۸ میں اسکی وجہ کہ حواریوں نے حضرت مسیح کے عہد میں کیوں نہیں لکھا اس طرح لکھتے ہیں کہ جب تک مسیح مر کر جی نہ اوٹھے اور صعود نفرمائے تو حواری کس طرح پہلے سے لکھ رکھیں الخ یہی وجہ ہے جسے پادری صاحب صفحہ ۴۹ میں عمدہ اور سچی اور معقول بتاتے ہیں اب کوئی صاحب انسے دریافت کریں کہ کیا انجیلوں میں صرف حضرت مسیح کا مرنا اور زندہ ہونا ہی مذکور ہے جو اوسکے نہ لکھنے کی یہ وجہ پیش کیجاتی ہے کہ جبتک مسیح نہ مریں تو حواری کس طرح لکھہ رکھیں اے جناب انجیل میں بہت باتیں ہیں اونمیں سے اس ایک بات کو چھوڑ کر اور تمام انجیل نہ لکھنے کی کیا وجہ تھی ساری انجیل پہلے لکھہ جاتی اور اس قدر حال پیچھے سے لکھا جاتا اور اگر بطور پیشین گوئی یہ کل حال بھی پہلے ہی سے لکھوا دیتے اور بعد وقوع حواری صرف اس قدر لکھدیتے کہ جیسا یہ لکھا گیا تھا ہمارے روبرو بعینہٖ ایسا ہی وقوع میں آیا تو نہایت ہی مناسب ہوتا کیونکہ اس سے مخالفوں پر بڑی حجت ہوتی اور یہ بھی کچھ ضرور نہیں ہے کہ ساری کتاب ایک مرتبہ لکھی جاتی دیکھو توریت ایک مرتبہ نہیں لکھی گئی پہلے خدا نے دس حکم لکھدیئے پھر رفتہ رفتہ اور احکام لکھوائے پادری صاحب نے جو وجہ نہ لکھنے کی بیان کی تھی اوسکا حال تو

معلوم ہو گیا اب جو وجہ منشی صاحب نے تحریر کی ہے اُوسے ناظرین ملاحظہ کریں۔

تعلیق صفحہ ۲۵۔ ایک مغالطہ شدید نے (کہ مسیح اسیوقت آسمانی بادشاہت قائم کرینگے) متقدمین مسیحیوں اور حواریوں کو ضبط اور تحریر حالات مسیحیہ کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا مسیح نے جو آسمانی بادشاہت کے قریب آنے اور اپنے دوسرے مرتبہ کے نزول اجلال کا وعدہ ایسا قریب دیا تھا کہ اس پشت یا طبقہ کے لوگ منقرض نہونگے جب تک ابن آدم کو بادلوں میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں اور بارہ شاگردوں کے لئے وعدہ تھا کہ تم اسرائیل کی بارہ قوموں پر حکومت کروگے اس آسمانی بادشاہت کا ایسی سرگرمی سے انتظار تھا کہ بعض اُن میں جو زیادہ بیتاب تھے مسیح سے جاتے وقت پوچھتے تھے کہ کیا تو ابھی بادشاہت قائم کریگا (اعمال ۱/۶) اور حواریوں کے زمانے میں جمہور مسیحیوں کا بھی یہی خیال باطل اور گمان بیہودہ تھا اور سب قدما مسیحی اور ابتدائی کلیسا اسی امید اور تمنا میں تھے انتہے۔

اسکے ثبوت میں اول تو منشی صاحب نے حاشیہ پر انجیل سے حوالے لکھے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ اسیوقت کے لوگوں کے سامنے قیامت آجائے گی پھر ایک معتبر مورخ عیسائی کا قول نقل کیا ہے پادری صاحب اسکے جواب میں یہ کہتے ہیں۔

قولہ صفحہ ۸۴۔ یہ کیسی واہیات وجہ منشی صاحب نے بنائی ہے یا ملحدوں کی بات میں سے نکالی ہے تاکہ بڑا حملہ کریں۔

اقول منشی صاحب نے اگرچہ اپنے قول کی سند میں ایک معتبر عالم عیسائی کا حوالہ دیا تھا مگر پھر بھی پادریصاحب اس قول کو منشی صاحب کا بنایا ہوا یا ملحدوں کا نکالا ہوا کہتے ہیں اسکا کیا علاج ہے۔

اب میں اول تو حضرت مسیح کا قول نقل کرتا ہوں جس سے صاف ظاہر ہے کہ قیامت اوسیوقت کے لوگوں کی حالت حیات میں آجائیگی پھر حواریوں اور علمائے مسیحیہ کے

اقوال نقل کئے جائینگے لوقا باب ۲۱ میں ہے (۲۵) اور سورج اور چاند اور تاروں میں نشانیاں ہونگی اور زمین پر قوموں کی مصیبت اور سمندر اور اوسکی نہروں کے شور کی سبب گھبراہٹ ہوگی۔ (۲۷) اور تب لوگ ابن آدم کو بدلی میں قدرت وجلال کے ساتھ آتے دیکھیں گے (۳۲) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب ہو نہ لیوے یہ پشت کبھی نہ گذرے گی اور متی کے باب ۲۴ میں ہے (۲۹) اون دنوں کی مصیبت کے بعد تُرت سورج اندھیرا ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی ندے گا اور ستارے آسمان سے گر جائینگے اور آسمان کی قوتیں ہل جائینگی (۳۰) تب ابن آدم کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور اُس وقت زمین کے سارے گھراتے چھاتی پیٹیں گے اور ابن آدم کو بڑی قوت اور جلال کے ساتھ آسمان کی بدلیوں پر آتے دیکھیں گے (۳۱) اور وہ نرسنگھے کے بڑے شور کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجیگا اور وے اوسکے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کی اس حد سے اوس حد تک جمع کرینگے (۳۴) میں تمسے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب کچھ نہ ہولے اس زمانے کے لوگ گذر نجائینگے انتہے۔

اس مضمون کے حوالے منشی صاحب نے اپنی کتاب کے حاشیہ پر بہت سے لکھے ہیں مگر مینے اختصار کے لئے دو ہی حوالوں پر کفایت کی ناظرین کو لوقا اور متی کے دونوں بابوں مذکورین کے دیکھنے سے واضح ہوگا کہ حواریوں نے مسیح سے دو سوال کئے ہیں ایک یہ کہ بیت المقدس کب غارت ہوگا۔ دوسرے یہ کہ قیامت کب آئیگی۔ حضرت مسیح نے دونوں سوالوں کا جواب دیا ہے اور ہر ایک کی علامت بیان کی ہے مینے جو ورس نقل کئے ہیں وہ صرف قیامت سے متعلق ہیں اور بیت المقدس کے غارت ہونیکا بیان ان ورسوں کے قبل ہولیا ہے۔ عیسائی مفسروں کو ان ورسوں کی شرح میں بڑی دقت پیش آئی ہے کیونکہ مسیح کے مسلسل بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بیت المقدس کی خرابی اور قیامت کا آنا اسی عہد میں ہولیگا چنانچہ لوقا کے باب ۲۱ - ورس ۳۲-

اور متی کے باب ۲۴ ورس ۳۴ میں صاف مذکور ہے کہ جبتک یہ سب کچھ ہو نہ لے اس زمانے کے لوگ گذر نجائینگے - لفظ سب کچھ سے ہر شخص جان سکتا ہے کہ جو جو نشانیاں اوپر بیان کی گئی ہیں اون سب کا وقوع اوس زمانے کے لوگوں کے گذر جانے سے پہلے ہونا چاہیے اسکے سوا اور کچھ اسکا مطلب نہیں ہوسکتا اسیواسطے حواریوں کا یہ اعتقاد تھا کہ قیامت کا وقوع ہمارے ہی عہد میں ہوگا اور یہ جو پادری صاحب اون ورسوں کے معنی اپنی کتاب خزانۃ الاسرار میں دکھاتے ہیں تو ہمیں اونکی کتاب دیکھنے کی حاجت نہیں ہم اونکی حالت اور قابلیت سے خوب واقف ہیں آیات مذکورہ کے معنی وہی ہیں جو ہمنے بیان کئے ناظرین انصاف پسند خود ملاحظہ کر سکتے ہیں - جب بڑے بڑے علمائے مسیحیہ ان ورسوں کی تفسیر میں متحیر ہیں تو پادریصاحب کس شمار میں ہیں کہ اونکی کتاب کی طرف توجہ کیجاے دیکھئے اسکاٹ صاحب متی کے باب ۲۴ ورس ۳ کی تفسیر میں لکھتے ہیں - یہاں تین سوال ہیں پہلے[۱] یہ غارت کب ہوگی - دوسرے[۲] مسیح کے آنے کی (یعنی یروشلم کے غارت کے لئے) کیا نشانیاں ہونگی - تیسرے[۳] زمانے کے آخر ہونے کے کیا نشان ہوں گے مسیح پہلے سوال کی بابت صاف کہتا ہے کہ کوئی انسان نہیں جانتا صرف خدا اوس وقت سے واقف ہے - دوسرے اور تیسرے جواب آپسمیں ملے ہوئے ہیں کہ کبھی ایک کا ذکر ہے اور کبھی دوسرے کا اور کبھی کبھی اونمیں تفریق کرنا مشکل ہے اور اسکا سبب یہ ہوگا کہ یہ دونوں واردا تیں آپس میں موافقت رکھتی ہیں اور جو ذکر ایک کے لائق ہے وہ دوسرے کے بھی لائق ہے سچ تو یہ ہے کہ بعض بات اس نبوت میں سمجھنا مشکل ہیں انتہے -

حواریوں کے اقوال ملاحظہ کرنا چاہیے جنسے ثابت ہوتا ہے کہ اونکے اعتقاد میں قیامت قریب تھا چنانچہ نامہ اوّل پطرس باب ۴ ورس ۷ میں ہے ہر سب چیزونکا انت نزدیک ہے اسلیئے ہوشیار اور دعا مانگنے کے لیے جاگتے رہو انتہے -

اور نامۂ یعقوب باب ۵ ورس ۸ میں ہے سو تم صبر کرو اور اپنے دل مضبوط رکھو کیونکہ
خداوند کا آنا نزدیک ہے اور نامۂ اوّل تسلینیقیون کے باب ۴ ورس ۱۵ میں ہے ہم تمھیں
خداوند کے حکم سے یہ کہتے ہیں کہ وے جو ہم میں سے خداوند کے آنے تک زندہ باقی رہینگے
اُونسے جو سوگئے ہیں سبقت نہ لے جائیں گے الخ اور مکاشفات کے باب اول ورس ۳
میں ہے - مبارک وہ جو اس نبوت کی باتیں پڑھتا ہے اور وے جو سنتے ہیں اور جو کچھ
اس میں لکھا ہے اوسے حفظ کرتے ہیں کیونکہ وقت نزدیک ہے اور اسیکے باب ۲۲
ورس ۷ میں ہے - دیکھ میں جلد آتا ہوں اور ورس ۱۰ میں ہے پھر اُوسنے مجھسے کہا کہ تو
اِس کتاب کی نبوت کی باتوں پر مہر مت رکھ کیونکہ وقت نزدیک ہے اور ورس ۲۰
میں ہے وہ جو ان چیزوں کی گواہی دیتا ہے یہ کہتا ہے کہ میں یقیناً جلد آتا ہوں اور
نامۂ اول قرنتیون کے باب ۱۰ ورس ۱۱ میں ہے یہ سب واقعات جو اونکو ہوئیں نمونہ
ہوئیں اور ہماری نصیحت کے واسطے جو آخری زمانے میں ہیں لکھی گئیں - اور نامۂ اول
یوحنا باب ۲ ورس ۱۸ میں ہے اے بچو یہ آخری زمانہ ہے اور جیسا تمنے سُنا ہے
کہ مسیح کا مخالف آتا ہے سو ابھی بہت سے مسیح کے مخالف ہوئے ہیں اس سے
ہم جانتے ہیں کہ یہ آخری زمانہ ہے - آب ناظرین ملاحظہ کریں کہ ان حوالوں سے کیسا
صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ حواری اپنے اعتقاد میں اپنے وقت کو آخری وقت
سمجھتے تھے بھلا ان حوالوں کے سامنے وہ حوالے کیا وقعت رکھ سکتے ہیں جو پادری صاحب
نے صفحہ ۴۹ و ۵۰ میں دیئے ہیں (۱) بہت مدت کے بعد اون نوکروں کا خاوند آیا
(متی باب ۲۵/۱۹) بھلا اس حوالے سے یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ مسیح سینکڑوں برس
کے بعد آئیں گے اگر پادری صاحب کے معنی تسلیم کرلیے جائیں تو بھی ظاہر ہے کہ بہت
مدت کا اطلاق دس بیس پچاس پر بھی آتا ہے (۲) جب دولھا نے دیر کی سب اونگھنے
لگیں اور سو گئیں (متی ۲۵/۵) یہاں بھی اگر پادری صاحب کے ذہنی معنی مان بھی لیے جائیں

تو بھی اُون کے مدعا سے کچھ لگاؤ نہیں ہے کیونکہ دیر کا اطلاق ایک دن دو دن چار دن پر بھی آتا ہے پھر ان حوالوں سے یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ حواری قرب قیامت کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے (۳) پس اونھوں نے جو اکھٹے تھے اوس سے یہ کہکے پوچھا کہ اے خداوند تو اسیوقت اسرائیل کی بادشاہت پھر بحال کرتا ہے الخ (اعمال ۱ باب ۶) یہ حوالہ پادریصاحب کے مدعا کے بالکل برخلاف ہے اگر اونھیں قرب قیامت کا گمان نہوتا تو یہ سوال کیوں کرتے پادری فاربس صاحب اسکی تفسیر میں بڑے مزے کی بات لکھتے ہیں پادری صاحب ملاحظہ کریں وہ یہ ہے ایک دفعہ اور اونکی نادانی اس بات میں ظاہر ہوئی کہ وہ ہنوز اسرائیل کی دنیاوی بادشاہت کے منتظر تھے جسکا بادشاہ مسیح ہوگا جو ظاہری طور سے حکومت کر کے سب قوموں کو اپنے تابع کریگا (تفسیر اعمال مطبوعہ الہ آباد ۱۸۶۷ء) کہیئے جناب اگر حضرات حوارئین دنیاوی شوکت کے خواہاں نہ تھے (جیساکہ آپ صفحہ ۱۷۶ میں لکھ چکے ہیں) تو پھر دنیاوی بادشاہت کے کیوں منتظر تھے الغرض حواریوں کے اقوال سے بھی ثابت ہو گیا کہ اونکے اعتقاد میں وہی آخری زمانہ تھا جسمیں وہ تھے۔ اب علمای مسیحی کے اقوال سنیئے اڈورڈ گبن تاریخ رومۃ الکبری کے باب ۱۵ میں لکھتا ہے یہ جمہور کا اعتقاد تھا کہ دنیا کا ختم ہونا اور آسمان کی بادشاہت قریب تھی حواریوں نے اس عجیبۃ الشان واقعہ کے نزدیک آنکی پیش خبری دی تھی اور بہت ہی قدیم شاگردوں نے اسکی روایت محفوظ رکھی تھی اور اِن لوگوں کو جو مسیح کے کلمات کو اپنے لغوی معنوں میں سمجھتے تھے اِس طبقے کے لوگوں کے (جنھوں نے اوس زمین پر اُوس کی مسکنت کی حالت دیکھی تھی) کلیۃً منقرض ہو جانے سے پہلے ابن آدم کے دوسری مرتبہ نزول اجلال کا انتظار کرنا پڑا انتہے۔ اور دین مسیحی کے بڑے حامی پیلی صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں دوسری غلطی جو متقدمین عیسائیوں پر لگائی ہے یہ ہے کہ وے امید قرب قیامت رکھتے تھے اور میں پہلے تقریر اعتراض کے

ایک اور نمونہ پیش کرتا ہوں کہ ہمارے خداوند نے یوحنا کے حق میں پطرس سے فرمایا کہ اگر
میں چاہوں کہ وہ میرے آنے تک یہیں ٹھہرے تو تجھے کیا اور لفظوں کے معنی خلاف
سمجھے گئے کہ یوحنا نہ مرے گا اور بھائیوں میں یہ بات پھیل گئی خیال کرو اگر یہی بات عام
رائے عیسائیوں کی ہو کر ہم تک پہونچی اور جس سبب سے یہ غلطی ہوئی اوسکا علم ہمیں
نہوتا اور کوئی آج کے دن اس غلطی کا حوالہ دیکر دین عیسوی کے رد پر مستعد ہوتا تو یہ بات
بلحاظ اوس بات کے جو ہمکو پہونچی بہت ہی بے انصافی کی تھی اور جو لوگ کہتے ہیں
کہ انجیل یقین کراتی ہے کہ حواریوں اور پہلے عیسائیونکو قیامت کے آنے کی اپنے ہی زمانے
میں امید تھی اون کو وہی خیال کرنا چاہیے جو ہمنے درباب اِس غلطی پُرانی چند روزہ کی کہا
اور اس غلطی نے اون کے فریبی ہونے کو روکا اب اس بات میں مشکل سوال یہ ہے کہ
جب ہمنے قبول کیا کہ حواریوں کی رائے قابل سہو کے تھی تو پھر ہم کس چیز پر بھروسہ
کریں اسکے جواب میں منکروں کے مقابلے میں حامی دین عیسوی کو اتنا جواب کافی ہے
کہ ہمکو گواہی حواریونکی چاہیے اور اون کی رائے سے کچھ غرض نہیں انتہے۔ اور تفسیر
ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں یوحنا کے باب ۲۱ ورس ۲۱ وغیرہ کی شرح میں ہے کہ خداوند
کے اِس اظہار مبہم سے بعض مریدوں نے سمجھا کہ یوحنا کبھی نہ مرے گا اور اُن لوگوں میں
پایا جائے گا جو وقت نزول عیسوی کے زندہ رہینگے دیکھو ورس ۱۵ و ۵۲ باب ۱۵
نامہ اول قرنتیون کا اور ورس ۱۷ باب ۴ نامہ اول تسلینیقیوں کا الخ۔ اسی طرح اور بہت
سے اقوال ہیں ہمنے بعد دتثلیث صرف تین قول نقل کردیئے ہیں۔

اب ناظرین پادریصاحب کی ناواقفی ملاحظہ فرمائیں کہ جو امر اقوال حوارئین اور معتبر علمائے
مسیحیین سے ثابت ہے اوسے ملحدوں کا قول بتاتے ہیں افسوس اونکی لاعلمی اور بیباکی
پر اسی بساط پر منشی صاحب کو ناواقف بتاتے ہیں۔

تعلیق صفحہ ۲۰۔ بالجملہ جمہور مسیحی تو اسی امید و انتظار میں تھے اور آیندہ کے واسطے

تصنیف کرنے پر توجہ نہیں کرتے تھے اور کتابت کی بھی قدر کم کرتے تھے اور مسیح کی باتونکو
جو اونکی منتہائے آرزو تھی اور جسکو بادلوں میں پھر آتے دیکھنے کے بڑے منتظر تھے صرف اپنے
دل میں محفوظ رکھتے تھے اور زبانی روایتوں کو کتابت پر ترجیح دیتے تھے جب زمانہ ممتد گذر گیا
اور لوگوں کو اپنی آرزو اور مقصد سے یاس ہوئی اور زبانی روایتوں میں بھی ضعف آگیا
اوس وقت لوگوں نے تحریری تذکروں پر توجہ شروع کی اِس عرصے تک بہت سی جھوٹی
تحریریں انجیلوں اور حواریوں کے خطوں کے نام سے جمع ہوکر ایک انبار ہو گئیں تھیں
پس جمہور کی مصروفیت تو اِس خواب و خیال میں تھی اسلیے مسیح کے کلمات اور حالات کے
حفظ اور ضبط پر توجہ تام اور اہتمام نہیں ہوا اور زبانی روایتوں کی تنقیح اور تنقید اور اُنکے
مخرج اور ماخذ پر نظر اور قصہ کہانیوں اور واقعات تاریخی میں تمیز نہیں کی گئی چنانچہ ابتداً
اہل شوق نے عوامائی زبان میں مسیح کے مواعظ کو علیحدہ علیحدہ مثلاً کسی نے تمثیلوں کو کسی نے
اور کلمات کو اپنی یاد اور سماعت کے موافق قلم بند کیا تو وہ رسالے مانگے جاتے اور
عاریت کے طور پر بعض مومنین میں متداول رہتے تھے اور یہ لوگ انمیں قصص اور
روایات کے درج کرنیمیں کچھ باک نکرتے تھے اور جداگانہ تصنیفوں کی ایک دوسرے سے
تکمیل کرتے تھے مگر مسیح کی انجیل کا کوئی مستقل متن یا ایک مسلّم کتاب جو عامہ مومنین
اور جماعت مسیحین کی ہدایت اور ارشاد اور دین کے خادموں اور عالموں کا مرجع
اور متمسک ہو نہ تھی انتہٰے - اس عبارت کے سمجھنے میں پادری صاحب متحیر ہیں
چنانچہ صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں -

قولہ (منشی صاحب) ایسی عبارت بولتے ہیں جس سے کچھ معلوم نہیں ہوتا آیا
حدیث کی نسبت کہتے ہیں یا کلام آلہی کی نسبت ایسی گول گول بات لکھتے ہیں جس
سے جاہلوں کو کلام کی نسبت شک پڑ جائے - اگر احادیث مسیحیہ کی نسبت ایسا
بولتے ہیں تو سچ ہے اور اگر کلام آلہی کی نسبت ایسا خیال کرتے ہیں تو بالکل ناواقف

ہیں انتہے ملخصاً۔

جواب - افسوس ہے کہ پادریصاحب اردو عبارت کا مطلب بھی نہیں سمجھتے اچھا جناب ہمسے سنئے اگر منشی صاحب نے گول گول کہاہے تو ہم کھول کھول کر کہتے ہیں منشی صاحب کا اصلی مطلب یہ ہے کہ جس طرح سرور انبیا پیغمبر اسلام نے اس جہان سے سفر فرمانے کے وقت ایک ایسی کتاب تمام مومنین کی ہدایت کے لیے چھوڑی جسکی طرف ہر خاص وعام رجوع کر سکتے تھے اسیواسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقت انتقال آنحضرت صلعم کے فرمایا حسبُنا کتابُ اللہِ۔ یعنی ہمکو اللہ کی کتاب کافی ہی اِس طرح مسیح علیہ السلام نے کوئی کتاب ایسی نہیں چھوڑی جو مسیحی مومنین کے لیے مرجع اور متمسک ہوتی اور نہ ابتدائی ملت مسیحیہ میں مومنین مسیحیہ نے تعلیمات اور حالات حضرت مسیح کو بخوبی حفظ اور ضبط کیا اسکی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت جمہور مسیحی بسبب اعتقاد قرب قیامت کے تصنیف اور تحریر کیطرف توجہ نہیں کرتے تھے اور دین کی باتوں کو زبانی یاد رکھنا کافی جانتے تھے (اگرچہ بعض نے کچھ تصنیف کیا ہو مگر جمہور کو اون بعض کی تصانیف پر کچھ توجہ نہ تھی اور نہ اونکی کچھ قدر کرتے تھے اس میں کل تحریریں آگئیں) جب دوسری صدی قریب بہ ختم آئی اور لوگ اپنی امید سے مایوس ہوئے اوسوقت تحریری تذکروں پر توجہ شروع ہوئی اس عرصہ دراز میں جعلی تحریریں بھی بہت رائج ہو چکی تھیں جو حواریوں کی طرف منسوب تھیں اسی وجہ سے مسیحیوں کو سچی تحریروں کے دریافت کرنے میں سخت دشواری ہوئی اور ہر ایک گروہ نے اپنے قیاسات اور گمانات سے ایک تحریر کو سچا اور دوسری کو جھوٹا قرار دیا مگر ہرگز ہرگز کوئی یقینی اور قطعی دلیل نہیں کہ جو تحریر اونہوں نے سچی قرار دی وہی سچی تھی اسیواسطے ابتدا ہی میں بہت کچھ اختلاف ہوا چنانچہ فرقہ ابیونی جو پہلی صدی میں تھا اناجیل مروجہ میں سے صرف انجیل متی کو مانتا تھا اور وہ بھی انجیل مروجہ متی سے

بہت کچھ مختلف تھی اور پہلے دو باب تو اوسمیں بالکل ہی نہ تھے اور فرقہ مارسیونی صرف
لوقا کی انجیل اور پولوس کے دس خطوط کو مانتا تھا اور اونکی انجیل لوقا بھی مروجہ انجیل
لوقا سے مختلف تھی (دیکھو اظہار الحق) پارکر اپنی کتاب میں ثابت کرتا ہے کہ قبل
تیسری صدی کے قدماے مسیحیہ اون انجیلوں کو مانتے تھے جنکو اب اپاکریفل انجیل
کہتے ہیں۔ علاوہ اسکے جو کتابیں کہ متعدد کونسلوں کے ذریعے سے کتب الہامی میں
شامل کی گئیں تھیں اور سینکڑوں برس تمام کلیسا اوسے بالاتفاق واجب التسلیم
جانتی رہی اون میں سے بعض کتابیں مثل جوڈتھ اور وزڈم وغیرہما کے پندرہویں
صدی میں کتب الہامیہ سے خارج کی گئیں اب فرمایئے کہ اگر اون کونسلوں کی راے کا
مبنی کسی امر یقینی پر ہوتا تو اس مدت دراز کے بعد وہ کتابیں کتب الہامیہ سے کیوں
خارج کی جاتیں نہایت غور کا مقام ہے کہ جب ایسی بڑی بڑی کونسلوں کی راے
جسے تمام دنیا کی کلیسیا نے سینکڑوں برس واجب التسلیم جانا غلط نکلی پھر اب کس
فرقے اور کس کلیسیا کی راے کتابوں کی نسبت قابل اطمینان ہو سکتی ہے اس امر سے
یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ عیسائیوں کے پاس کتب مقدسہ کی کوئی کامل
سند نہیں ہے ہر ایک گروہ اپنے قیاس سے ایک کتاب کو مان رہا ہے اور یہ
امر بھی ثابت ہوا کہ کلیسیا کا ماننا قابل سند نہیں ہے۔ منشی صاحب نے اپنے
قول کی سند میں ایک فاضل عیسائی ارنسطرنیاں کا قول تذکرۂ عیسیٰ کے مقدمہ مطبوعہ
۱۸۶۳ء سے نقل کیا ہے اوسے بھی میں یہاں لکھنا مناسب سمجھتا ہوں وہ یہ ہے۔
بہر حال یہ یقینی ہے کہ ابتدا ہی میں عیسے کے کلمات عرامائی زبان میں لکھے گئے تھے اور
شروع ہی میں اون کے افعال بھی قلم بند ہوئے تھے یہ ایسی تحریریں نہ تھیں کہ تشخیص
کرکے یقیناً لکھی گئی ہوں علاوہ ان انجیلوں کے جو ہم تک آئی ہیں اور بھی کئی ایک تھیں
جنمیں مشاہدین کی روایتیں تھیں ایسی تحریروں کی قدر کم ہوتی تھی اور حفاظ

مثل پے پیاس کے زبانی روایتوں کو بڑی ترجیح دیتے تھے کیونکہ ہنوز لوگوں کا یہ اعتقاد تھا
کہ دنیا قریب ختم ہونیکے ہے تو آیندہ کی کتابیں تصنیف کرنیکی پروا کم کرتے تھے صرف
اپنے دلوں میں اوسکی زندہ تمثال رکھنا کافی جانتے تھے اسی سبب سے انجیل کی
کتابوں کا ایک سو پچاس برس تک کم اعتبار ہوا اور اون میں اور باتیں درج کرنے
اور کسی طور پر تطبیق دینے اور بعض کو بعض سے تکمیل کرنے میں کچھ باک نکرتے تھے
جس بیچارے کے پاس ایک ہی کتاب ہے وہ چاہتا ہے کہ جو کچھ اسکے دل کو عزیز ہی
وہ اسمیں سب ہووے یہ چھوٹے چھوٹے رسالے مستعار جاتے تھے تو ہر ایک شخص
اپنے نسخے کے حاشیہ پر جو الفاظ اور تمثیلیں کہیں پاتا اور اوسکے دل کو بھلی لگتیں نقل
کرلیتا کوئی مستقل لایق اعتبار کتاب نہ تھی - یوسطینوس جو اکثر اوس کتاب پر حوالہ کرتا ہی
جسے وہ حواریوں کے تذکرے کہتا ہے اسکے علم میں انجیل کی تحریریں ایسی تھیں جو
ہمارے پاس کی انجیلوں کے نسبت اور ہی طرح پر تھیں اور وہ انکا کبھی متن مستند کے
طور پر حوالہ نہیں دیتا اور کلیمنٹ کی موضوعی تحریروں میں جو فرقہ ابیونی کی اصل ہیں
انجیلوں کے حوالوں کی یہی صورت ہے مضمون سب کچھ تھا مگر عبارت کچھ نہ تھی
دوسری صدی کی نصف ثانی میں جبکہ روایتیں ضعیف ہوگئیں تو وہ کتابیں جنپر
حواریوں کا نام تھا قطعی الحکم ہوگئیں اور شرع کے حکم میں ہوگئیں انتہے -

اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ اناجیل کے باب میں خود علماے مسیحیہ کیا کہتے ہیں میرے
کہنے کی کوئی حاجت نہیں - الغرض منشی صاحب کا مطلب تو مع دلیل کے معلوم ہوا
پادری صاحب طیش میں آکر اسکے جواب میں منشی صاحب کو ناواقف بتاتے ہیں اور چند
باطل دعوؤں کو بلا دلیل پیش کرتے ہیں اور کچھ اونسے نہیں ہوسکتا - میں اونکے ہر ایک
دعوے کو مع اوسکے بطلان کے بیان کرتا ہوں -

پہلا دعوی حواریوں نے حدیثیں جمع کرکے یا روایتوں کے ضعف اور سلسلے تلاش

کر کے اناجیل اور خطوط نہیں لکھے بلکہ وہ پیغمبر تھے اور خدا اونمیں بسا تھا اونہوں نے
اپنی دید و شنید روح سے انجیلیں وغیرہ لکھیں انتہے جواب پہلے یہ تو فرمائیے کہ حواریوں کی
تحریریں کہاں ہیں اسکی سند تو پیش کیجئے ابھی تو اسمیں گفتگو ہو رہی ہے دیکھئے تو
پادری صاحب بات کو کیسا اوڑاتے ہیں منشی صاحب کی تو یہی غرض ہے کہ حواریوں کی
کوئی تحریر یقینی طور پر ثابت نہیں ہوتی اور پادری صاحب بے دلیل لکھ رہے ہیں
کہ حواری ایسے تھے اور ایسے تھے اور اون کی تحریر اس طرح کی تھی اور اوس طرح کی
نہ تھی۔ اے جناب اِن زٹل قافیوں سے کچھ کام نہیں چلتا حواریوں کی تحریر کی قطعی
سند پیش کیجیے مگر اس سے آپ بالکل عاجز ہیں کیونکہ آپ نے عیسائی ہونیکے بعد
بہت دفتر سیاہ کئے ہیں مگر کسی مقام پر آپ نے اپنی کتب مقدسہ کی سند پیش نہیں کی
علاوہ اسکے جو دعوی یہاں کیا ہے وہ بھی غلط ہے کیونکہ مرقس اور لوقا نے جو انجیلیں
لکھی ہیں وہ تو بالیقین حدیثیں ہی جمع کر کے لکھی ہیں کیونکہ اسکے تو آپ بھی قائل ہیں
کہ اونہوں نے ہر ایک سے دریافت کر کے اور حالات کو پوچھ پوچھ کر لکھا ہے
اور اسی کو حدیثیں جمع کر کے لکھنا کہتے ہیں۔ اب رہیں متی اور یوحنا کی انجیلیں اونکا
بھی یہی حال ہے اور میں نہیں کہتا خود پادری صاحب اور اون کے ہم مشرب کہتے
ہیں کیونکہ ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۶۸ء کے صفحہ ۱۷۷ میں نسب نامہ متی اور
لوقا کی نسبت خود لکھتے ہیں یہ کچھ الہامی بات نہیں ہے خاندانی نسب ناموں میں سے
اور کچھ بائبل میں سے نام لیکر لکھدئے انتہے۔ کہئے جناب اگر حدیثیں جمع کر کے
حواریوں نے اناجیل نہیں لکھی تو یہود کے کاغذات جمع کر کے تو لکھیں پھر یہ تو حدیثوں کے
جمع کرنے سے بھی بدتر ہو گیا اگر کہئے کہ یہ امر خاص نسب نامہ میں ہوا ہے اور جگہ نہیں ہے
تو اسکی دلیل ارشاد ہو کہ انجیل کے ایک باب لکھتے وقت وہ خدا جو اونمیں سمایا ہوا
تھا کہیں چلا گیا تھا باقی کل کتاب لکھتے وقت موجود رہا جس طرح یہ باب باوجود انجیل کا

جز ہونے کے الہام سے نہیں لکھا گیا اسی طرح اگر انجیل کے اور باب بھی الہام سے نہ لکھے گئے ہوں تو کیا محال لازم آئیگا بیان فرمائیے۔

یہاں پادری صاحب نے ایک بات بہت صحیح کہی ہے ہم بھی اوسپر صاد کرتے ہیں یعنے حواریوں نے روایتوں کے ضعف اور سلسلے تلاش کر کے اناجیل اور خطوط نہیں لکھے بلکہ جو غلط سلط سُنا یا یہود کے کاغذات میں پایا جو کچھ اپنے فہم میں آیا گو وہ غلط ہی کیوں نہو وہی لکھدیا۔ اگر روایتوں کے ضعف اور قوت کو دریافت کرتے اور اُنکے سلسلے تلاش کر کے اون کی تنقیح کرتے تو اونکی تحریر کا ایسا ابتر حال نہوتا کہ بیسیوں غلطیاں اور اختلافات موجود ہیں کہ خود اونکے ماننے والوں کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔

دوسرا دعویٰ حواریوں نے اپنی دید و شنید روح سے انجیلیں اور خطوط لکھے۔

یہاں اول تو وہی کلام ہے کہ اونکی دید و شنید لکھی ہوئی کہاں ہے مدت سے ہم اسی امر کی سند آپ سے مانگ رہے ہیں اور آپ نہیں دیتے اس سے قطع نظر اسکا کیا ثبوت ہے کہ جو کچھ اونہوں نے انجیلوں اور خطوط میں لکھا وہ روح کی مدد سے لکھا دیکھئے آپ ہی کے علما کو مجبوراً ماننا پڑا ہے کہ انجیلیں الہام سے نہیں لکھی گئیں۔ پھر بعض تو من اولہ الی آخرہ انجیلوں کو غیر الہامی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حواریوں نے دیکھ اور سنکر لکھا ہے اُسمیں الہام کی کچھ حاجت نہیں جیسا کہ میکالس قائل ہے چنانچہ ابراہام ریس نے سائیکلوپیڈیا کی اونیسویں جلد میں لکھا ہے کہ لوگوں نے کتب مقدسہ کے تماما الہامی ہونیکی نسبت گفتگو کی ہے اور وے کہتے ہیں اون لوگوں یعنی مؤلفین کے افعال اور ملفوظات میں غلطیاں اور اختلاف ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حواری لوگ ایک دوسرے کو صاحب وحی نہیں سمجھتے تھے (مگر اسوقت کے مشنری اپنے پیٹ پالنے کے لئے اونہیں صاحب وحی ظاہر کرتے ہیں) جیسا کہ یروشلم کی کونسل کے آپس کی بحث اور پولوس کے پطرس کو الزام دینے سے ظاہر ہے

اور ہم نہیں پاتے ہیں کہ حواری لوگ ایسے طور پر گفتگو شروع کرتے ہیں جیسے پیغمبر لوگ شروع کرتے تھے (پھر لکھا ہے) کہ میکالس نے اوس ہوشیاری اور خیال سے جو ایسے بڑے مطلب کے واسطے ضرور تھا طرفین کے دلائل تول کر اس اعتراض کا یوں فیصلہ کرنا مناسب جانا کہ ناموں کے لئے تو الہام البتہ مفید ہے لیکن تاریخی کتابوں کیواسطے مثلاً انجیلیں اور اعمال اگر الہام سے بالکل قطع نظر کی جائے تو کچھ نقصان نہیں بلکہ کچھ فائدہ ہی ہوگا الخ۔

اور بعض صرف تعلیمات کو الہامی کہتے ہیں اور باقی کو غیر الہامی مؤلفین انسائیکلو پیڈیا برٹینکا نے گیارہویں جلد میں الہام کے بیان میں لکھا ہے کہ اس امر میں اختلاف واقع ہوا ہے کہ کتب مقدسہ کے کل اقوال الہامی ہیں یا نہیں جیروم اور ارازمس اور پیرو کوپیس اور بہت سے دوسرے علما یہ کہتے ہیں کہ کتب مقدسہ کا ہر قول الہامی نہیں ہے اور پہر جلد اونیس میں لکھا ہے کہ اگر کوئی ہمسے تحقیق کی راہ سے دریافت کرے کہ تم عہد جدید کے کونسے جز کو الہامی مانتے ہو تو ہم کہینگے کہ مسائل اور احکام اور آئندہ کی خبریں جو ملت مسیحیہ کی جڑ ہیں اون سے الہام جدا نہیں ہو سکتا اور دوسرے حالات کے لیئے حواریوں کی یاد کافی تھی انتہے۔

اور ڈاکٹر پیلی لکھتے ہیں کہ اناجیل کے نفس مسئلے اور نتیجے تو الہامی ہیں اور اون کے دلائل اور مقدمات غیر الہامی چنانچہ وہ اپنی کتاب کے صفحہ ۳۲۳ میں لکھتے ہیں حواریوں کے ملفوظات میں اونکے مسئلوں اور دلیلوں میں امتیاز کرنا چاہئے اونکے مسئلے تو الہامی ہیں لیکن وے لوگ اپنے ملفوظات اور گفتگو میں اون مسائل کی توضیح اور تقویت کے لیے مناسبتیں اور دلیلیں ذکر کرتے ہیں لیکن حمایت دین عیسوی میں حواریوں کی ہر دلیل کی صحت اور ہر تشبیہ کے درست ہونیکا حامی ہونا ضرور نہیں میری راے میں یہ بات خوب مضبوط ہے کہ جب ربانی لوگ کسی بات پر اتفاق رکھیں تو جو اون کے مقدمات سی

نتیجہ نکلے وہ ہم پر واجب التسلیم ہے لیکن ہمپر واجب نہیں کہ تمام مقدمات کو قبول کریں انتہی ملخصاً
بشپ مارش واکھارن وغیرہما کہتے ہیں کہ مسیح کے حالات میں ابتدا ایک تحریر تھی جس کی
نقلیں مبتدلہ مؤلفین اناجیل کے پاس تھیں اونہیں نقول سے ان لوگوں نے اناجیل
ترتیب دیں اور کچھ اپنی طرفسے اضافہ کیا چنانچہ فاضل نورٹن اپنی کتاب کی جلد اول کے
دیباچے میں لکھتا ہے کہ اکھارن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابتداً مسیح کے حالات میں
ایک چھوٹا سا رسالہ تھا ممکن ہے کہ اوسیکو اصل انجیل کہا جاے اور غالباً یہ رسالہ اون
مریدوں کے لیے بنایا گیا تھا جنھوں نے مسیح کی باتیں اپنے کانونسے نہیں سنی تھیں اور نہ
اون کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ اور یہ رسالہ بمنزلہ قالب کے تھا اور اوس میں
مسیح کے حالات ترتیب وار نہیں لکھے تھے (اب فاضل نورٹن لکھتا ہے) اکھارن کے
قول کے بموجب یہ رسالہ اناجیل مروجہ کے بہت مخالف تھا اور یہ رسالہ تمام اون انجیلونکا
ماخذ تھا جو پہلی اور دوسری صدی میں رائج تھیں اور انجیل متی اور لوقا اور مرقس کیلیے
بھی ماخذ تھیں الخ۔ چمبرس نے اکھارن کے قول کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے
اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تو اصلی تحریر تھی اور اسکی پہلی نقل سنٹ متی کے
استعمال میں تھی اور دوسری نقل متغیرہ سنٹ لوقا کے استعمال میں تھی اور تیسری
وہ نقل جو دونوں نقول مذکورہ سے لی گئی تھی اور سنٹ مرقس کے استعمال میں تھی
اور چوتھی وہ نقل جو سنٹ متی اور لوقا دونوں کے استعمال میں تھی (چمبرس انسائیکلو
پیڈیا جلد ۵ مطبوعہ ۱۸۶۸ء لندن بیان گاسپل)۔

ان شدید اختلافوں سے دو باتیں ثابت ہوئیں اول یہ کہ جس طرح عیسائیوں کے
پاس انجیل کے وجود کی کوئی یقینی سند نہیں ہے اسی طرح اون کے الہام یعنی روح سے
لکھے جانیکی بھی اون کے پاس کوئی قطعی دلیل نہیں ہے ہر ایک اپنے گمان سے جس
جزو کو چاہتا ہے الہامی قرار دیتا ہے اور جس جزو کو چاہتا ہے غیر الہامی کہتا ہے۔ دوسرے

یہ کہ بعض کے نزدیک تو چاروں انجیلیں غیر الہامی ہیں اس قول پر تو یہ انجیلیں محض تاریخ
کی کتابوں کے مرتبہ میں رہینگی - لہذا جس قدر تاریخ کی کتابوں کو اعتبار ہوتا ہے اوسی قدر
اون کا بھی ہوگا اور بعض کے نزدیک انمیں الہامی کلام ملا ہوا ہے اس تقدیر پر بھی
ان انجیلوں کو الہامی نہیں کہہ سکتے اور جو فائدے اور ثمرات الہامی کلام پر ہو سکتے ہیں
وہ ان پر نہوں گے ظاہر ہے کہ جب گیہوں میں جو اور چنے ملا دیئے جائیں تو پھر اوسے
گیہوں نہ کہینگے بلکہ اوسکا نام بجھڑا ہوگا اور جو فائدے خالص گیہوں پر مرتب ہوتے
تھے وہ بجھڑے پر ہرگز نہونگے جس محل پر گیہوں کا استعمال ضروری ہے وہاں بجھڑے
کا استعمال نہیں ہو سکتا اسی طرح جن باتوں کے ثبوت کے لیے الہامی کلام ضرور ہے
وہ انجیلوں سے ثابت نہونگی - اب ناظرین حق پسند غور فرمائیں کہ عیسائیوں کے
مذہب کی بنیاد کس قدر ضعیف ہے اون کی کتاب جسپر تمام دین کا دار و مدار ہے وہی
اس قدر مشتبہ اور بے وقعت ثابت ہوتی ہے کہ اوس سے کوئی امر یقینی ثابت نہیں
ہو سکتا - آے حق کے طالبو قرآن ہی خدا کی سچی کتاب ہے کہ اوسکے ماننے والے
گرچہ فروعات میں مختلف ہوئے مگر اُسکے الہامی ہونے میں کسی فرقے کو ادنی شبہہ
بھی نہیں ہوا سب کے سب بالاتفاق اوسے کلام آلہی اور وحی ربانی ابتدا سے مانتے
چلے آئے فنعم الوفاق وحبذا الاتفاق - الغرض منشی صاحب نے جو اناجیل پر قدح
اجمالی کی تھی اوسکی تفصیل تو معلوم ہوئی اب پادری صاحب کی لن ترانی سنیے صفحہ ۵
میں لکھتے ہیں کیا خوب قدح اجمالی ہے کہ جسکا سر ہے نہ پیر الخ - اب میں ناظرین ہی کے
انصاف پے چھوڑتا ہوں وہی فرمائیں کہ منشی صاحب کی قدح بے سر پیر ہے یا پادری صاحب
کی باتیں بے ٹھکانے ہیں - ملاحظہ کریں کہ ہمنے کس طرح ہر ایک اپنے دعوی کی دلیل
پیش کردی ہے بھلا پادری صاحب نے بھی کہیں اپنے دعوی کو دلیل سے ثابت کیا ہی
جہاں دیکھئے بے دلیل اپنے فاسد گمانات بڑے زور شور سے ظاہر کرتے ہیں بیچارے

کیا کریں دین عیسوی میں کوئی دلیل لانا جانتا ہی نہیں کیونکہ اونکا کل دین ہی بے دلیل ہی
پھر وہ دلیل کہاں سے لائیں اور سنئے پادریصاحب جب تعلیقات کی مدلل باتوں کا
جواب ندیسکے تو غصہ میں آکر قرآن شریف پر جھوٹی طنز کرنے لگے (جنھیں خود بھی وہ
جھوٹا اور بے بنیاد سمجھتے ہیں) چنانچہ صفحہ ۵۳ میں لکھتے ہیں۔

قولہ منشی صاحب محمدی قرآن تو قبول کرتے ہیں جسے عثمان نے لکھا جو خود پیغمبر نہ تھا
اور جسنے محمد صاحب کے زمانے کا لکھا ہوا قرآن اور ابو بکر کا جمع کیا ہوا دوسرا قرآن اور
بعض متفرق اوراق جلا دیئے الخ۔

اقول پادریصاحب کو نہ خوف خدا ہے نہ دنیا کی شرم وحیا ہے کس بیباکی سے
لکھتے ہیں کہ قرآن محمدی جسے عثمان نے لکھا۔ اور جسنے محمد صاحب کے زمانے کا
لکھا ہوا قرآن اور ابو بکر کا جمع کیا ہوا دوسرا قرآن جلا دیا۔ اسکے جواب میں اس قدر
کہتا ہوں کہ اگر پادری صاحب سچے ہیں تو ثابت کریں ورنہ ایسی افتراپردازیوں سے
باز آویں۔ ناظرین نے تحریر سابق سے دریافت کیا ہوگا کہ حضرت عثمان رضؓ نے نہ کوئی
نیا قرآن لکھا اور نہ کوئی قرآن جلایا بلکہ اُوسی قرآن کو جسکے اجزا سرور انبیاء نے اپنے سامنے
لکھوائے تھے اور جنکی نقل حضرت ابو بکر صدیق نے بالہام ربانی حضرت زید بن ثابت
کاتب وحی سے جمع کرا کر نقل کرائی تھی اوسی قرآن کی چند نقلیں حضرت عثمان رضؓ نے کرا کے
مشتہر کر دیں اسکی تفصیل ہمنے پیغام محمدی میں اچھی طرح کی ہے اور صیانۃ الانسان میں
بھی پادری صاحب کے شبہات کا جواب کافی طور سے موجود ہے مگر پادریصاحب
ایسے باحیا ہیں کہ وہی مردود باتیں بڑی سرخروئی سے بار بار پیش کرتی ہیں اور یہ جو
حضرت عثمان رضؓ کی نسبت کہا کہ خود پیغمبر نہ تھے اسے ہم مانتے ہیں ہمارا یہ دستور نہیں کہ
عیسائیوں کی طرح خواہ مخواہ بے دلیل کسی کو پیغمبر یا خدا بناویں مگر اتنا کہتے ہیں کہ حواریان
مسیح سے کہیں زیادہ رتبہ رکھتے تھے پادری صاحب یہ تو فرمائیں کہ اُنھیں پیغمبر ہونے کی

کیا ضرورت تھی وہ تو اوس قرآن مجید کی جو سرورانبیا کے سامنے لکھا ہوا تھا نقل کرانے والے تھے اور یہ جو بعض متفرق اوراق جلا دینے کی نسبت طعن کیا ہے یہ بھی غلط ہے کسی مقام پر ثابت نہیں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک ورق بھی قرآن کا جلایا ہو۔

واضح ہو کہ متفرق اوراق جلانیکا طعن پادریصاحب نے کئی جگہ کیا ہے مگر ہم نہیں جانتے کہ وہ اپنے یہاں کی تحریروں کے ناپید کرنے کا کیا جواب رکھتے ہیں وہ اصلی تحریر جو ان انجیلوں کی ماخذ تھی جسکا اقرار بشپ مارش وغیرہ کرتے ہیں کہاں ہے متی کی عبرانی انجیل کہاں ہے اِن تحریروں کو گم کرکے اون متفرق اوراق کے جلانے پر طعن کرتے ہیں جو مثل ردی کے ہو گئے تھے یہ عیسائیوں کا انصاف ہے آب ہیں اس بحث کو طول نہیں دیتا کیونکہ جو کچھ قدح اجمالی اونہوں نے یہاں کی ہے اوسے وہ خود لغو خیال کرتے ہیں اور قرآن مجید کے مضر نہیں سمجھتے (دیکھو صفحہ ۸۵ تقلیعات) پھر مجھے تفصیلی جواب کی کیا حاجت ہے۔

منشی صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ عیسائیوں کی غفلت کے زمانے میں یعنی ڈیڑھ سو پونے دو سو برس کے عرصے میں بہت سی جھوٹی تحریریں انجیلوں کے نام سے جمع ہو کر انبار ہو گئیں تھیں اس سے غرض منشی صاحب کی یہ تھی کہ اصلی اور صحیح تحریروں کی تنقیح اس عرصے میں بسبب غفلت کے نہونے پائی تھی کہ جعلی تحرروں کے انبار ہو گئے اس صورت میں اصلی اور جعلی تحریروں میں تمیز کرنا سخت دشوار ہو گیا اور محض اٹکلوں سے ایک کو صحیح اور دوسریکو غیر صحیح ماننا پڑا اور بقول فاضل پپّس کے تو کونسل نائس نے عجیب و غریب قاعدہ کتب الہامی و غیر الہامی دریافت کرنے کے لئے مقرر کیا تھا فاضل مذکور اپنی کتاب سائیوڈیکین میں لکھتا ہے کہ جب بہت سی انجیلیں مجتمع ہو گئیں تو اس کونسل نے اون کے الہامی اور غیر الہامی کے تمیز کرنیکے لیے یہ تصفیہ کیا کہ گرجا میں میز کے نیچے کل کتابیں گڈ کر کے رکھدی جائیں اور تمام بشپ اس طرح دعا کریں کہ اے خداوند جو کتابیں

الہامی ہیں وہ میز پر چڑھ جائیں اور جو غیر الہامی ہیں وہ نیچے پڑی رہ جائیں اور اسی کے موافق واقع ہوا تھا۔ (آئیسس انویلڈ صفحہ ۲۵۱ جلد دوم مطبوعہ نیویارک ۱۸۷۷ء مؤلفہ ایچ پی بلاوٹسکی) اب پادری صاحب فرمائیں کہ اُنکی کتابیں رسولوں کے ذریعے سے کلیسیا کو دست بدست ملی ہیں یا کرشموں کے ذریعے سے پادری صاحب اسکے جواب میں صفحہ ۵۶ میں لکھتے ہیں۔ ہزار انبار ہو جائیں کچھ پروا نہیں ہے دیکھو جب موسےٰ اور محمدؐ صاحب دنیا سے چلے گئے تو اون کی حدیثوں کے کیسے انبار ہو گئے مگر اس سے توریت اور قرآن مجید کے اعتبار میں فرق نہیں آیا صاحب جو کتابیں رسولوں سے کلیسیا نے دست بدست پائی تھیں اون کی حفاظت قدیم سے نسلاً بعد نسل جماعتیں کرتی آئیں وہ انبار کبھی کلام الٰہی نہ سمجھے گئے اور ہمیشہ جدا رہی انتہی ملخصاً

جواب۔ کئی طور پر یہ کلام مردود ہے اوّل یہ کہ اناجیل کو توریت اور قرآن مجید پر قیاس کرنا نہایت نادانی یا سخت تلبیس ہے کیونکہ توریت میں گرچہ بعد حضرت موسےٰ کے بوجوہ چند خلط ملط ہوا مگر پھر بھی وہ ابتدا میں ممیز اور ممتاز تھی کیونکہ حضرت موسےٰ نے اوسے اپنے سامنے لکھوا کر بنی اسرائیل کے حوالے کر دیا تھا اور کاہنوں کو اوسکے سنانے اور بنی اسرائیل کو اوسکے سننے کا حکم دیدیا تھا یہ امر اناجیل میں ہرگز نہیں پایا جاتا۔ اور قرآن مجید کا امتیاز اور اشتہار تو اسقدر ہے کہ جہان میں کسی کتاب آسمانی کو میسر ہی نہیں ہوا کیونکہ وہ برگزیدہ نبی جسپر یہ کلام مقدس نازل کیا گیا خود اوسی نے اپنے روبرو من اولہ الی آخرہ اسے لکھوا دیا اور بہت صحابیوں کو زبانی یاد کرا دیا اور پھر اوسکی تعلیم اور تعلّم کی نہایت ترغیبیں اور سخت تاکیدیں فرمائیں اور کسی قدر یاد کرنا تو ہر کسومہ پر فرض ٹھہرا دیا اسیواسطے ابتدا سے یہ بات شائع ہو گئی کہ ہر ایک مسلمان اپنے چھوٹے بچوں کو پہلے قرآن شریف ہی کی تعلیم کرنے لگے چنانچہ ابتک بھی دستور اہل اسلام میں جاری ہے پھر صحابۂ کرام زمانے میں جو حواریوں سے

مرتبے میں ہر طرح بلند تھے اسکی نقلیں ہوکر مشتہر کی گئیں اور پھر اسکے اشتہار اور امتیاز
کا ایک اور عمدہ دستور یہ نکالا گیا کہ ہر سال ہر شہر اور قصبے اور دیہات میں ایک مہینہ
برابر جماعت عامہ کے روبرو پڑھا جایا کرے چنانچہ یہ دستور بھی اوسی وقت سے لیکر
اب تک جاری ہے جس کتاب کے امتیاز اور شہرت کا یہ حال ہو اوس پر اناجیل کو
قیاس کرنا سخت ناانصافی اور ہٹ دھرمی ہے پہلی اور دوسری صدی میں تو اناجیل
کے شہرت اور امتیاز کی کوئی سبیل ہی نہیں پائی جاتی نہ قطعی طور سے حواریوں کا لکھنا
ثابت اور نہ اونکا مشتہر کرانا اور نہ کلیسیا کو دینا پھر ایسی حالت میں جھوٹی تحریروں کا
انبار کیونکر مضر نہوگا اس صورت میں سچی اور جھوٹی تحریروں میں کیونکر امتیاز ہو
ذرا پادری صاحب بیان تو فرمائیں یہ کہنا کہ کلیسیا کی حفاظت قدیم سے نسلاً بعد نسل
جماعتیں کرتی آئیں محض غلط ہے پہلی صدی اور دوسری صدی میں کس جماعت نے
انکی حفاظت کی اور کن کے پاس یہ کتابیں تھیں قطعی ثبوت دیجئے (مگر یہ غیر ممکن ہے)
دوسرے یہ بھی غلط ہے کہ وہ انبار کلام آلہی نہ سمجھے گئے اور ہمیشہ جدا رہے کیونکہ ابتدای
میں بعض جماعتوں نے اون انجیلوں کو تسلیم کیا جنھیں اب آپ انبار میں شامل کرتے
ہیں چنانچہ اوپر مذکور ہوا۔ علاوہ اسکے وہ متعدد کتابیں جنھیں آپ کلام آلہی نہیں
سمجھتے چوتھی صدی سے آپ کی تمام کلیسیا نے اونھیں کلام آلہی سمجھا اور ہمیشہ بائبل میں
اونھیں شامل رکھا اور رومن کاتھلک کی بائبل میں اب تک شامل ہیں پھر اگر وہ کتابیں
سچی تھیں تو آپ کے مرشدوں نے کیوں اونھیں بائبل سے علیحدہ کیا اور اگر جھوٹی تھیں
تو آپ کی کلیسیا بموجب آپ کے قول کے قابل اعتبار نہ رہی پھر آپ کیا اپنی کلیسیا کی
حفاظت کو لیے پھرتے ہیں آپ نے تو خود اوسکا اعتبار کھو دیا کیونکہ سینکڑوں برس تک
جسپر تمام کلیسیا متفق تھے اوسے آپکے مقتداؤں نے غیر معتبر ٹھہرا دیا یہانتک انجیل کی
اجمالی قدح کا ذکر کیا گیا اس کے بعد منشی صاحب نے مختصر طور سے ہر ایک انجیل پر علیحدہ علیحدہ قدح کی ہے

انجیل لوقا کا بیان

تعلیق صفحہ ۳۰۔ لوک کے نسبت ظاہر ہے کہ اوسنے جو واقعات لکھے ہیں وہ اپنے مشاہدہ سے نہیں لکھے کیونکہ یہ حواریوں میں شامل نہ تھا اور دیباچہ انجیل سے ظاہر ہے کہ اسکی کتاب اور رسالوں سے مستفاد ہے پس اسکے اخبار کے قطعی الصدور اور صحیح النسبت ہونے پر تو کسی طرح یقین نہیں ہو سکتا اور چونکہ یہ انجیل بعد محاصرہ یروشلم کے لکھی گئی ہے اور اس میں اپنے ماخذ کا ذکر اور واسطونکی کیفیت نہیں لکھی اور وہ خود حواریوں کے طبقہ ثانی کا آدمی تھا اسلیے اسکے اخبار اور قصوں پر ایسا وثوق نہیں ہو سکتا جیساکہ سمیعات کے ثبوت کے لیے عقلاً درکار ہے انتہے۔ اسکا جواب پادری صاحب صفحہ ۸۵ میں اس طرح دیتے ہیں۔

تقلیعات ہم کب کہتے ہیں کہ لوقا حواری تھا مگر اوسنے کوشش کے ساتھ ان باتوں کو دریافت کر کے لکھا ہے وہ آپ کہتا ہے کہ کلام کے خادموں سے یعنی حواریوں سے اور واقعات کے دیکھنے والوں سے مینے کوشش کے ساتھ دریافت کر کے لکھا ہے انتہے ملخصًا۔

جواب بہت اچھا جناب ہمنے مانا کہ لوقا نے بڑی کوشش سے یہ کتاب لکھی مگر آپ کے اقرار سے یہ ثابت ہوا کہ الہامی نہیں ہے لہذا ایک تاریخ کی کتاب ٹھہری کیونکہ بہت مورخ اسی طرح تاریخ کی کتابیں لکھا کرتے ہیں۔ خوب یاد رہے کہ عیسائیونکے نزدیک نبیوں کی کل تحریریں الہامی نہیں ہوتیں پھر اون کے شاگردوں کی تحریریں اگرچہ اونسے پوچھہ ہی کر لکھی ہوں کیونکر الہامی ہو سکتی ہیں اور یہاں تو یہی ثابت نہیں کہ جو کچھ لوقا نے لکھا وہ رسولوں ہی سے دریافت کر کے لکھا کیونکہ اول تو وہ خود دیباچہ میں لکھتا ہے کہ جو کچھ مینے کلام کے خادموں سے سُنا اوسے لکھتا ہوں اور کلام کے خادم خاص رسولوں ہی کو نہیں کہتے بلکہ کل بزرگ اور خادم دین اس میں شامل ہیں

دوسرے یہ کہ بعض علمائے مسیحیہ نے اسی انجیل کے دیباچے کی شرح میں لکھا ہے اِس انجیل میں بہت باتیں ہیں جو باقی انجیلوں میں نہیں پائی جاتیں انمیں سے پہلے (۱) اون احوال کا بیان ہے جو یسوع کی پیدایش سے آگے اور عین اُسی وقت میں تھے اِس بیان کے واسطے معلوم ہوتا ہے کہ لوقا نے کوئی نوشتہ رکہا جسکا مضمون اغلب ہی کہ یسوع کی ماں کی طرف سے ملا ہوگا کہ بعضے احوال ہیں جو فقط وہی بتا سکی (دیکھو مشرح فقرہ بائبل رومن مطبوعہ ۱۸۷۰ع نارتھ ٹراکٹ سوسائٹی الہ آباد) اِس سے معلوم ہوا کہ لوقا نی بعض مضامین تحریروں سے بھی لیے جنکے معتبر ہونے کی کوئی سند نہیں مل سکتی پھر لوقا کی تحریر کیونکر قابل اعتبار ہوگی۔ منشی صاحب نے انجیل لوقا کی غیر معتبر ہونیکی دلیل اوسکے نفس مضامین کو بھی بتایا تھا مثلاً بعض عجائبات میں لوقا نے بہت مبالغہ کیا ہے چنانچہ باب ۲۳ ورس ۴۴ میں ہے کہ حضرت مسیح کے صلیب دیئے جانے کے وقت ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا الخ۔ اب ناظرین ملاحظہ کریں کہ کسقدر مبالغہ ہے اور بعض مقام پر تاریخی واقعات میں غلطی کی ہے مثلاً حضرت مسیح کی پیدایش قورنیوس کے عہد میں بتاتا ہے (لوقا ۲) حالانکہ وہ ہیرودیس کے وقت میں پیدا ہوئے ہیں اور لسانیاس کو ابیلینی کے چوتھائی کا حاکم ہیرود اور فلپ کے ہم عہد بتاتا ہے (لوقا باب ۳) حالانکہ اوس وقت اس نام کا کوئی حاکم نہ تھا دیکھو اعجاز عیسوی کا شاہد سوم و پنجم اور جواب طلب گفتگو) ان باتوں کو پادری صاحب توجہ کے لائق نہیں بتاتے اور عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ مہمل عبارت میں لکھی گئی ہیں اور اصلی بات نہین کہتے کہ ہم جواب سے عاجز ہیں یہ اون کی ایمانداری کا تقاضا ہے۔

انجیل یوحنّا کا بیان

تعلیق ۔ یوحنا کی انجیل کا آخر باب اس پر دلالت کرتا ہے (اگر الحاقی نہو) کہ وہ کتاب

یوحنا کی تصنیف سے نہیں ہے۔ دوسری صدی کے نصف اوّل میں ہیراپولس کا اسقف پے پیاس گذرا ہے وہ بقول ارینیوس یوحنا کا شاگرد ہے اور حالات مسیح کے اخبار کے جمع کرنے میں بھی بہت سرگرم تھا مگر کہیں پر تذکرہ مسیح کے نسبت جو یوحنا حواری نے لکھا ہو ایک لفظ بھی نہیں لکھتا اگر اسکی کتاب میں ایسا کوئی ذکر پایا جاتا تو یوسی بئیس مؤرخ جو ایسے امور کی تائید میں ہر ایک بات تلاش کرکے لکھتا ہے ضرور لکھتا (دیکھو تذکرہ رینان صفحہ ۱۳)

پولیکارپ بھی یوحنا کا شاگرد تھا اوسکے کلام میں بھی یوحنا کی انجیل یوحنا سے منسوب نہیں یہ کہا گیا ہے (مگر یہ قول ضعیف ہے) کہ ارینیوس کے کلام میں اس انجیل کی نسبت یوحنا کی طرف ہے مگر ارینیوس پولیکارپ کا شاگرد تھا اور پولیکارپ کے کلام میں کہیں اسکی اسناد نہیں ہے تو ارینیوس کی سند ناتمام رہی اور سلسلے میں اتصال نہ پایا گیا انتہے ملخصاً۔

پادری صاحب نے اسکے جواب میں صفحہ ۶۰ - ۶۲ میں کئی باتیں لکھی ہیں میں ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کرکے جواب دیتا ہوں ناظرین بنظر انصاف اور غور ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی بات - عیسائیوں میں سے ارینیوس اور تھیوفلس اور ٹرٹولین اور کلیمنٹ اور ہیپولیس اور ارجن اور ڈیونیسیوس اور یوسی بی اس اور مخالفین میں سی جولین اور پورفری نے یوحنا کی انجیل پر گواہی دی ہے۔

جواب - پادری صاحب نے یہاں کئی گواہوں کے نام تو بیان کئے مگر یہ خیال نکیا کہ بموجب اونھیں کے اقرار کے یہ گواہ لائق سماعت نہیں ہوسکتے کیونکہ صفحہ ۲۰ میں خود لکھ آئے ہیں کہ یہاں معتبر گواہوں کی دید وشنید بلا واسطہ درکار ہے انتہے۔ پھر یہاں تو جتنے گواہ پیش کیے گئے ہیں اونمیں سے کوئی بھی اپنی دید اور شنید بلا واسطہ بیان نہیں کرتا اسواسطے کہ ارینیوس کی پیدائش ۱۴۰ء میں ہے اور ڈاکٹر لانگس اسکی شہادت ۱۷۶ء میں

بیان کرتا ہے اور تھیوفیلس دوسری صدی کا شخص ہے پہلے بت پرست تھا ڈاکٹر انگلس اسکی شہادت میں سنہ ۱۸۰ع قائم کرتا ہے غرضکہ اخیر دوسری صدی میں شہادت بیان کیجاتی ہے اور ٹرٹولین کی پیدائش سنہ ۱۶۰ع میں اور وفات سنہ ۲۴۵ع میں ہے اسکی شہادت کے بیان میں ڈاکٹر انگس سنہ ۱۹۴ع قائم کرتا ہے اور کلیمنٹ اسکندریہ تیسری صدی کا شخص ہے ڈاکٹر مذکور نے سنہ ۲۱۰ع میں اسکی شہادت قائم کی ہے اور جولیس[ف۱] سنہ ۲۱۰ع کا شخص ہے اور اریجن بھی تیسری صدی کا ہے اسکا انتقال سنہ ۲۵۴ میں ہوا۔ دیونیشی اس سنہ ۲۴۳ع میں بشپ ہوا اور سنہ ۲۶۵ع میں اسکا انتقال ہوا۔ اور یوسی بی اس سنہ ۳۱۰ع میں روم کا بشپ ہوا اور اسی سنہ میں اوسنے انتقال کیا۔ اور پورفری کی پیدائش سنہ ۲۳۳ع کی اور وفات سنہ ۳۰۴ع کی ہے اس نے ایک کتاب کتب مقدسہ کے رد میں لکھی تھی جسکو تھیودوسیس اعظم نے جلوادیا بھلا یہ کیا گواہی دے گا خدا جانے کس کس طرح سے اُسنے دھجیاں اوڑائی ہونگی۔

اب خیال کرنا چاہیے کہ انجیل یوحنا کی تالیف پہلی صدی کے آخر میں بیان کیجاتی ہے (یعنی سنہ ۶۸ع یا سنہ ۹۶ع یا سنہ ۹۷ع یا سنہ ۹۸ع میں) پھر ان دوسری اور تیسری اور چوتھی صدی کے گواہوں سے اوسکی تصدیق کیسے ہوسکتی ہے جنھوں نے نہ یوحنا کو دیکھا نہ یوحنا نے انسے کہا کہ مینے انجیل لکھی واضح ہو کہ ان گواہوں کی شہادت میں بہت کچھ بحث ہی جس سے

ف۱ پادری صاحب نے جو ہیولیس نام لکھا ہی اوسکا پتہ نہیں چلتا نہ یہ شخص ایسا مشہور ہی کہ ہر واقف جانتا ہو نہ پادری صاحب کو علم انگریزی ہے کہ صحیح تلفظ کرکے اوسکا املا لکھیں ڈاکٹر انگس نے ایک گواہ جولیس نامی سنہ ۲۱۰ کا لکھا ہے اس لیئے میں نے اوسی کو لکھدیا کیا عجب ہی کہ پادری صاحب نے اوسی کو غلطی سے ہیولیس لکھا ہو اور اگر کوئی ہیولیس ہے تو خود بیان کریں کہ وہ کب تھا اور کسنے اوسکی گواہی لکھی ہی اسی طرح جولین کا بھی حال اونھیں لکھنا چاہیے البتہ ایک جولین تیسری صدی میں ہوا ہے جسنے تین برس یعنی سنہ ۳۶۱ع سے سنہ ۳۶۳ع تک قسطنطنین کو لوگوں کے جبرًا عیسائی بنانے سے روکا اور اسکے عہد میں ہزاروں عیسائی اپنے مذہب سے پھر گئے مگر اوسکی گواہی کا حال معلوم نہیں ہوتا پادری صاحب کو چاہیئے۔ کہ اُسکی مفصل کیفیت لکھیں ۱۲۔

اون کی گواہی ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے مگر مینے اختصار کی وجہ سے صرف اوسی امر پہ کفایت کی جس کے پادری صاحب مقر ہیں اور ہر ایک شخص بآسانی اوسے سمجھہ سکتا ہی ظاہر ہے کہ جس واقعہ کو سو برس یا کچھ کم وبیش گذرے ہوں اور اس عرصے کے بعد کوئی اوسکا شاہد پیدا ہوا اور وہ یہ بھی بیان نہ کرے کہ اس واقعہ کی خبر ہمیں فلان راویوں کے سلسلے سے پہونچی ہے تو کسی عاقل کے نزدیک اوسکی گواہی قابل سماعت نہیں ہو سکتی۔

دوسری بات۔ کلیسیا میں اس انجیل کا دست بدست آنا اور اتنے معتبر اشخاص کی گواہیاں اسکے حق میں کافی دلیل نہیں ہے تو اس سے زیادہ ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔

جواب۔ ان کلمات سے ہر ایک عاقل سمجھ سکتا ہے کہ پادری صاحب اس انجیل کی کافی سند دینے سے عاجز ہیں اور گواہوں کا ذکر کرنا فضول ہے کیونکہ گواہ تو وہ ہونا چاہئیں جو واقعہ کو اپنی چشم دید بیان کریں نہ کہ سو دو سو برس کے بعد گواہی دینے کو موجود ہوں اور پادری صاحب کے سب گواہ دوسری قبیل کے ہیں کلیسیا میں دست بدست آنا بھی مسلّم نہیں یہ کہنا اوسوقت صحیح ہو سکتا ہے کہ یوحنا نے اس انجیل کو لکھکر کلیسیا کے حوالے کیا ہو اور وہ گواہی دیتی ہو کہ یوحنا حواری سے یہ انجیل ہمیں ملی مگر اسکا کہیں نشان بھی نہیں ملتا پھر کہئے کہ کلیسیا میں دست بدست آنا چہ معنی دارد اور اگر یہ کہئے کہ گرچہ پہلی اور دوسری صدی میں کلیسیا میں دست بدست ہونا ثابت نہیں مگر بعد کو ہے تو جناب ایسی بے اصل بات پر وہی ایمان لائیگا جسے عقل سے کچھ بہرہ نہو گا۔

تیسری بات گرچہ پاپیاس اور پولیکارپ اور برناس اور کلیمنٹ روم اور اگناشیس اس انجیل کا ذکر نہیں کرتے تو بھی سلسلہ متصل ہے گو مسلمانوں کے قاعدی کی رو سے نہو سارا جہان اصول حدیث کا غلام نہیں۔

جواب واضح ہو کہ یہ پانچ اشخاص جنکا ذکر پادری صاحب نے کیا یوحنا کے ہمعصر ہیں اور انمیں سے پاپیاس اور پولیکارپ اور اگناشیس خاص اوسکے شاگرد اور اوس کے ساتھی ہیں ان کے کلام میں تو ضرور تہا کہ انجیل یوحنا کا ذکر ہوتا خصوصًا اونکے شاگردوں کے کلام میں پہر جب انکے کلام میں سند نہ ملے اور اونکے کلام سے سند لائی جائے جو یوحنا کی موت کے بہت دنوں بعد پیدا ہوئے ہوں تو کیونکر وہ کتاب مشتبہ نہو گی صاحبو تمھیں اس امر میں انصاف کرو ہمیں اس سے بحث نہیں کہ پادری صاحب اوسے سلسلہ متصل کہیں یا نہ کہیں اگر وہ دن کا نام رات رکھ لیں تو ہمیں کیا غرض ہے۔

چوتھی بات۔ پاپیاس کی کتاب دنیا میں موجود نہیں ہے جس سے اوسکا لکھنا اور نہ لکھنا ثابت ہو ہاں یوسی بی اس نے پاپیاس کی باتوں کا انتخاب کیا ہے اور پولیکارپ کی بھی کوئی کتاب موجود نہیں ہے جس سے لکھنا یا نہ لکھنا ثابت ہو صرف اوسکا ایک چھوٹا سا خط ہے اور خط میں ہر بات کے ذکر کا موقع نہیں ہوتا۔

جواب یہ مانا کہ پاپیاس کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے مگر اسے تو آپ بھی مانتے ہیں کہ یوسی بی اس نے اوسکے اقوال کا انتخاب کیا مگر اس بات پر نظر نہیں کرتے کہ یوسی بی اس ایسے امور کی تائید میں ہر ایک بات تلاش کر کے لکھتا ہے یعنی جو مواقع کہ سند کے ہیں اونھیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ ڈھونڈھکر لکھتا ہے پہر اگر پاپیاس کے قول میں کسی مقام پر انجیل یوحنا کی سند پاتا تو ضرور نقل کرتا ایسی صورت میں جب اُسنے پاپیاس سے کچھ نقل نہ کیا تو ثابت ہوا کہ پاپیاس کی تصانیف میں انجیل یوحنا کی کچھ سند نہیں ملتی علاوہ اسکے یہ تمام عذرات آپ کے لچر ہیں۔ اے جناب ہمارا مدعا کہ انجیل یوحنا کی سند اون کے معاصرین کے کلام سے ثابت نہیں ہوتی ہر طرح ثابت ہے خواہ آپ یہ وجہ قرار دیں کہ اُون کی کتاب ناپید ہے یا اونکی ذرا سی تحریر ہے جسمیں ہر ایک بات کے لکھنے کا موقع نہیں ہے یا اور کوئی وجہ سمجھیں۔ تحریر کے موجود نہونے سے کسی مدعی کا

دعوی ثابت نہین ہوسکتا اگر کوئی مدعی حاکم کے روبرو یہ بیان کرے کہ میرا گواہ مرگیا ہی یا مدعا علیہ کی دستخطی دستاویز میرے پاس سے گم ہوگئی ہے تو اس عذر سے حاکم مدعی کو ڈگری نہیں دے سکتا بلکہ دعوی کو ڈسمس کردے گا۔ حاصل یہ کہ انجیل یوحنا کی ابتدا مین کوئی سند نہیں ملتی نہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ انجیل یوحنا نے لکھہ کر کسی کو دی ہو اور نہ کوئی یہ کہتا ہے کہ ہمارے روبرو یوحنا نے یہ انجیل لکھی اور مشتہر کرائی تیسری چوتھی صدی مین عیسائیون نے محض اٹکلوں سے اوسے تسلیم کرلیا ہے۔

انجیل متی اور مرقس کا بیان

تعلیق۔ متی اور مرقس کی انجیلوں کا حال سند کے نہ پائے جانے مین ویسا ہی ہے جیسے پہلی دو انجیلوں کا حال مذکور ہوا بلکہ اونسے بھی کچھ بدتر ہے ان کی تصنیف کا زمانہ گرچہ محض قیاس کے طور پر پہلی صدی کے درمیان قرار دیا گیا ہے مگر اوس وقت سے لیکر تیسری صدی کے نصف تک یعنی دو سو برس تک حواریوں اور دینداروں اور عالموں اور اون کے شاگردوں کی گواہیاں برابر نہیں پائی جاتیں جنسے یہ ثابت ہو کہ یہ انجیلیں متی اور مرقس نے لکھیں اور فلاں فلاں اپنے رفیق اور اپنے شاگرد کے حوالے کیں اور اون کے ذریعے سے دست بدست رائج ہوتی چلی آئیں جو بزرگ اس دو سو برس کے عرصے مین گذرے ہیں مثلاً برناباس اور کلیمنس اور اگناشس اور پولیکارپ وغیرہم انکے کلام مین ان اناجیل کی کوئی سند نہیں پائی جاتی پھر اسکے بعد کی شہرت اور مقبولیت اگلے فقدان اسناد کے نقصان کو پورا نہین کرسکتی انتہی محصلہ۔ واضح ہو کہ یہ بیان ایسا صاف و صریح ہے جسمیں کسی عاقل خداترس کو تامل نہیں ہوسکتا غور کرنے کا مقام ہے کہ انجیل متی کا لکھا جانا سنہ ۳۷ء یا سنہ ۳۸ء یا سنہ ۴۱ء وغیرہ مین بیان کیا جاتا ہے اور انجیل یوحنا کا لکھا جانا بقول معتبر سنہ ۹۷ء یا سنہ ۹۸ء میں اس سے ظاہر ہی

کہ متی کی انجیل کو لکھے ہوے پچاس ساٹھ برس ہوے تھے اوس وقت یوحنا نے انجیل
لکھی ہے ایسی صورت میں اگر متی کی انجیل کا وجود ہوتا تو یوحنا اپنی انجیل میں اوسکا ذکر کرتا
اور پولوس اور پطرس بھی بیس یا تیس برس تک اس انجیل کے تالیف ہونیکے بعد
زندہ رہے یہ بھی کہیں اپنی تحریروں میں ذکر نہیں کرتے اسی طرح یوحنا نے مرقس کی انجیل کا
بھی ذکر نہیں کیا باوجودیکہ عرصہ دراز کے بعد یوحنا نے انجیل لکھی اس کے علاوہ اوس وقت
کے کسی اور بزرگ نے بھی ذکر نہیں کیا غرضکہ جو لوگ اوس وقت موجود تھے اونکی گواہی سے
انکا وجود ثابت نہیں ہوتا لہذا باقرار پادری صاحب یہ انجیلیں غیر معتبر ٹھہریں کیونکہ وہ
لکھ آئے ہیں کہ امر دینی کے ثبوت کے لئے معتبر گواہونکی دید اور شنید بلا واسطہ درکار ہے
اور اناجیل کے نسبت کوئی گواہ اپنی دید و شنید بلا واسطہ بیان نہیں کرتا اسوجہ سے
وہ غیر معتبر ٹھہریں اسکے جواب سے پادری صاحب بالکل عاجز ہیں صرف دو باتیں
فضول اسکے جواب میں پیش کرتے ہیں جنکو جواب سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

اوّل منشی صاحب خود تو اولہ اربعہ میں قیاس کو شمار کرتے ہیں مگر انجیل کے زمانہ
تحریر میں قیاس سے کچھ کہنے کو بُرا جانتے ہیں کیونکہ انجیل کے لیے ذرا ذرا سی باتیں
بھی کتاب اللہ سے ثابت ہونی چاہئیں۔

اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ منشی صاحب قیاس کو دلیل نہیں قرار دیتے لہذا اونکے
سامنے یہ تقریر لغو و بیکار ہے علاوہ اسکے مسلمانوں کے یہاں اخبار دینیہ قیاس سے
ثابت نہیں کیے جاتے احکام میں قیاس کیا جاتا ہے جو نہایت عمدہ اور ضروری ہے
مگر اوس کے لیے بھی بہت سے شرائط و ضوابط ہیں یہ نہیں کہ بے تک جہان چاہا قیاس کر لیا
اور یہ جو کہا کہ انجیل کے لیے ذرا ذرا سی باتیں کتاب اللہ سے ثابت ہونی چاہئیں یہ
محض افترا ہے ہم یہ نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ عقلا کے نزدیک دنیا میں جس طرح
واقعات کا ثبوت ہوتا ہو اوس طرح آپ انجیل کا ثبوت دیجئے اور تمام دنیا کو جانے دیجئے

صفحہ ۲۰۸ میں جو طریقہ آپ نے امور دینیہ کے ثبوت کا بیان کیا ہے اوسی طریقے سے اِس بڑے امر دینی کا ثبوت دیجیے یعنی معتبر گواہوں کی دید و شنید بلا واسطہ سے پہلی اور دوسری صدی میں اناجیل کا وجود ثابت کر دیجیے مگر آپ سے نہیں ہو سکتا پھر آپ کیوں ادہر اودھر کی باتیں بنا کر عوام کو فریب دیتے ہیں۔

دوم اگرچہ اصطلاح محدثین کے موافق سلسلہ متصل نہو مگر عقل و انصاف کے نزدیک تو ہے جو معنی محدثین نے تصنیف کیے ہیں اونمیں سقم ہے انتہے۔ اے جناب وہ کونسی عقل و انصاف ہے ذرا عقلاے منصفین کے سامنے تو لائیے۔ اے صاحبو ہم یہ کہتے ہیں کہ جس زمانے میں انجیلیں لکھی گئیں اوس وقت کے لوگ اپنی دید و شنید بیان کریں یعنی پہلی صدی میں اسکی گواہی ہونا چاہیے پھر دوسری صدی کے اوّل و آخر میں اوس کے وجود بلکہ شیوع کی گواہی ہونا چاہیے اسی طرح علی التواتر گواہیاں چلی آئیں اسی کا نام ہمارے یہاں سلسلہ متصل ہے پادری صاحب ان معنی میں سقم بتاتے ہیں مگر سقیم کی کوئی وجہ بیان نہیں کرتے اور عند العقل بجز اسکے اور کوئی وجہ ہو بھی نہیں سکتی کہ ان معنی سے انجیل پر سقم عاید ہوتا ہے یعنی غیر معتبر ٹھہرتی ہے غرضکہ اون کے نزدیک غیر سقم معنی وہ ہیں جنسے انجیل کا پردہ ڈہکا رہے اور اوسکا سقم ظاہر نہو وہ یہ کہ گرچہ سو دو سو برس تک سلسلہ گاؤخورد رہا ہو اور اس عرصہ دراز تک ایک گواہ کا بھی نشان نملے مگر یہی کہا جاے کہ ہمیشہ گواہ چلے آئے ہیں اور سلسلہ قائم رہا ہے ان معنی میں کوئی سقم نہیں (گو جھوٹے ہوں) کیونکہ انجیل کا پردہ اس سے ڈھکا رہتا ہے آب اہل انصاف خود غور فرمالیں کہ محدثین کے معنی میں سقم ہے یا پادریصاحب کے دماغ میں آب میں ناظرین کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اصل اعتراض کو ملاحظہ کریں اور پھر دیکھیں کہ پادری صاحب اوسکے جواب کو کیسا اوڑا گئے اور فضول باتیں بنا کر دفع الوقتی کر دی۔

یہاں یہ امر بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ عیسائیوں سے جب اسناد کے بارے میں دار و گیر

کیجاتی ہے اور پہلی اور دوسری صدی کے گواہ طلب کئے جاتے ہیں تو اوس وقت کے بعض بزرگوں کی تحریریں پیش کرتے ہیں جنکا کوئی کوئی جملہ یا کوئی مضمون اناجیل مروجہ کے کسی جملہ اور مضمون سے ملجاتا ہے اور کہتے ہیں کہ دیکھو یہ جملہ یا یہ مضمون اس انجیل سے لیا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ اوس وقت میں یہ انجیل تھی اسکا جواب منشی صاحب نے تین طور سے دیا ہے ۔

اوّل یہ کہ وہ جملے یا مضمون انکے تصنیفوں میں اس طرح پر نقل نہیں ہوئے جس سے ثابت ہو کہ انجیلوں سے نقل کئے گئے ہیں یعنی اُون تحریروں میں یہ نہیں ہے کہ شلاً متی کی انجیل میں یوں لکھا ہے یا لوک کی انجیل میں اس طرح ہے بلکہ عموماً مسیح کی طرف منسوب کرکے نقل کیا ہے یعنی یہ لکھا ہے کہ مسیح نے یہ فرمایا اس سے یہ بھی ثابت نہین ہوتا کہ یہ کتابیں اون کے پیش نظر تھیں چہ جا اسکے کہ یہ کتابیں جنکی طرف منسوب ہیں اوھیں کی تصنیف ہیں ۔

دوم کیونکہ حواریوں کی تعلیم زبانی ہوا کرتی تھی اور اُوس وقت میں روایتین بہت مشہور تھیں اور پے پیاس کے قول (مندرجہ تاریخ یوسی بیئس) سے ظاہر ہے کہ اوسوقت زبانی

---

۵۱ پادری صاحب نے اس وجہ کے خلاصہ کرنیمیں خوب ہی اقتداے محرفین کیا ہی اسوجہ کا خلاصہ صرف اسقدر ہی کہ مشائخ نے وہ جملے یا مضمون اسطرح نہیں لکھے جس سے ثابت ہو کہ متی و مرقس وغیرہما سے نقل کرتے ہیں۔ پادری صاحب نے جو اس وجہ کا خلاصہ کیا ہے اوسمیں یہ جملہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہی معلوم نہیں کہ وہ کہاں سے کہتے ہیں ۔ لہذا دوسری وجہ کے جواب میں جو کچھ اعتراض منشی صاحب پر کیا ہی وہ محض بیجا ہے کیونکہ اوسکا منشاو ہی زیادتی ہے جو پادری صاحب نے اپنی طرف سے کی ہی منشی صاحب کی تحریر اس اعتراض سے پاک وصاف ہی ۔ ناظرین پادری صاحب کی دیانت پر غور فرمائیں کہ مخالف کی مشہور کتاب میں تحریف کرکے بڑی دلیری سے اوس پر اعتراض کرتے ہیں یہ وہی مثل ہے کہ چہ دلاور ست دزدی کہ بکف چراغ دارد ۱۲ چودھری مولی بخش عفی عنہ ۔

روایتوں کو ترجیح دیجاتی تھی اور مسیح کے بعض کلمات اعمال حواریین اور مشائخ قدیم کی تحریروں میں ایسے منقول ہیں جو ان چاروں انجیلوں میں نہیں ہیں اسی طرح وہ اقوال بھی کلیمنس یا اگناشیس وغیرہ تک زبانی روایت کے ذریعے سے پہونچے نہ یہ کہ کسی کتاب سے اونہوں نے نقل کئے۔

سوم بعض تحریریں ان مشایخ اور معلموں کی بھی تو موضوعی ہیں پس اگر انمیں صریح حوالہ بھی ہو تو بھی لائق اعتبار نہیں ہوسکتا انتہے۔

پادری صاحب پہلی وجہ کے جواب میں کہتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ اون کتابوں میں سے کہتے ہیں جو اون کی پیدایش سے پہلے لکھی گئیں انتہے۔ سبحان اللہ کیا جواب ہے ہمیں معلوم کی بھی خوب ٹھہری اے جناب یہ مناظرہ ہے من مانی بات نہیں یہاں اپنے معلوم کو مشن کی میز پر رکھدیجئے اور دلیل پیش کیجئے مگر یہ آپ سے غیر ممکن ہے اسلیئے تبرعًا میں بیان کیے دیتا ہوں اُون کے علم کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ پادری صاحب کسی اگلے جنم میں (پہلی اور دوسری صدی میں) اون لوگوں کے پاس موجود ہوں گے اور اونکو نقل کرتے ہوئے دیکھا ہوگا۔

دوسرے یہ کہ پادری صاحب کی خاطر سے اون بزرگوں نے اسوقت جنم لیکر اُونکے کان میں کہدیا ہوگا کہ ہمنے انہیں اناجیل سے نقل کیا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ پادریصاحب کے مقتدا جنم لینے کے قائل نہیں پھر اب تو پادری صاحب کے علم کی کوئی سبیل نہیں معلوم ہوتی لہذا منشی صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ ٹھیک ہے۔

دوسری وجہ کا جواب پادری صاحب اس طرح دیتے ہیں۔ بالفرض اگر زبانی اقول سے کہتے ہیں تو کیسی خوبی کی بات ہے کہ تحریری اقوال زمانہ قدیم کے زبانی اقوال کی بعینہ مطابق ہیں انتہے۔

پادری صاحب ذرا ہوش کیجئے آپ خوبی لیے پھرتے ہیں یہاں تو اناجیل کا وجود ہی نداردہ

ہو گیا کیونکہ پہلی اور دوسری صدی میں ان کے وجود کی دلیل یہی قرار دی گئی تھی کہ
اوسوقت کے مشایخ نے انسے نقل کیا ہے اور جب آپ نے یہ مان لیا کہ اونہوں نے
زبانی روایت سے لیا ہے تو اناجیل کے وجود پر کوئی دلیل باقی نہ رہی۔ پھر اگر کسی بعد کی تحریر کو
اون مشایخ کے کلام سے کسی جگہ مطابقت ہو جائے جیسے اناجیل مروجہ میں ہو گئی تو
اس سے یہ ثابت نہو جائے گا کہ یہ تحریر حواریونکی ہے بلکہ یہ ثابت ہو گا کہ وہ بعض مواعظ
اور کلمات جو زبان زد تھے اور اگلے مشایخ نے اپنی تحریروں میں داخل کیے تھے وہ
مواعظ انجیل کے مؤلفوں نے بھی اپنی تالیف میں داخل کر دیے اس سے خوبی یا عدم
خوبی جو کچھ پادری صاحب ثابت کریں مگر اناجیل کا بے سند ہونا تو بخوبی ثابت ہو گیا۔
تیسری وجہ کا جواب پادری صاحب یہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی شریر آدمی ایک حدیث بناکر
ابو ہریرہ صحابی کی طرف منسوب کر دے اور علمائے محمدیہ کہیں کہ فلاں فلاں وجہ سے یہ
حدیث اوسکی نہیں تو اس سے ابو ہریرہ کی اور صحیح حدیثیں غیر معتبر نہیں ہو سکتیں انتہی
مشایخ مسیحیہ کی موضوع تحریر کو حدیث موضوع پر قیاس کرنا ناواقفی یا تلبیس پر مبنی ہے کیونکہ
عیسائیوں کے یہاں تو موضوع اور اصلی تحریریں خلط مبحث کر دیا ہے جس طرح اپنی طرف سے
تحریر کر کے بزرگوں کے نام لگا دینا ابتدا سے عیسائیوں میں رائج تھا اسی طرح سے بزرگونکی
تحریریں دخل در معقول کرنا اور اپنی طرف سے اوسمیں کچھ ملا دینا بھی رائج تھا اور پھر ایسی
مخلوط تحریریں مقبول اور رائج رہتی تھیں مثلاً اگناشس کی تحریرات کے نسبت گرچہ خود
عیسائیوں میں بہت کچھ گفتگو ہے اور اسکے خطوں کے دو نسخے قرار دیئے گئے ہیں ایک بڑا
دوسرا چھوٹا بڑے نسخے میں چونکہ بہت سی زائد عبارتیں بعد کو ملائی گئیں ہیں اس لیے
وہ غیر معتبر ٹھہرا ہے اور چھوٹا نسخہ معتبر گنا جاتا ہے حالانکہ وہ بھی الحاق سے خالی نہیں چنانچہ
فاضل برکس نے پیلی کی کتاب الاسناد کے حاشیہ پر (صفحہ ۵ النسخہ مطبوعہ ۱۸۵۳ء)
لکھا ہے کہ ایک سُریانی ترجمہ ان خطوں کا حال میں ظاہر ہوا اور مسٹر کیورٹن نے اسے چھپوایا

اسی نسخے سے یہ بات قریب بہ یقین ہوگئی کہ نسخہ صغیر یونانی میں بھی جسے آسٹر نے درست کیا تھا الحاق ہوا ہے انتہے۔ مگر با اینہمہ وقت بیان سند کے دونوں نسخوں سے استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ متی کے باب ۳ ورس ۱۵ و باب ۱۰ ورس ۱۶۔ اور انجیل یوحنا کا باب ۳ ورس ۸ و باب ۱۰ ورس ۹ کے فقروں سے اگناشس کے چند فقرے کسیقدر ملتے ہیں اس سے یہ بات ثابت کیجاتی ہے کہ اگناشس نے انجیل متی اور یوحنا سے نقل کیا۔ آب دیکھئے کہ یہاں چار حوالوں سے استدلال کیا ہے مگر چھوٹے نسخے میں صرف ایک ہی حوالہ یعنی متی کے باب ۱۰ ورس ۱۶ کا ملتا ہے اور دوسرے حوالے نہیں ملتے چنانچہ فاضل برکس کتاب پیلی کے حاشیہ پر لکھتا ہے کہ دوسرا فقرہ جو متن میں نقل ہوا ہی سریانی نسخے میں ہے الا اور فقرے اون خطوں سے ہیں جو سمرنا اور فلاڈلفیا کو لکھے گئے اور اونکا سریانی نسخے میں نپایا جانا انکے اعتبار کو بہت ہی شتبہ کرڈالتا ہے انتہے۔ اب ناظرین ملاحظہ کریں کہ عیسائی خود ہی خلط ملط اور الحاق کے قائل ہیں اور اوس سے سند بھی لیے جاتے ہیں بڑے نسخے کو غیر معتبر ٹھہرایا مگر وقت بیان سند کے پھر معتبر ہو جاتا ہے چھوٹے نسخے میں الحاق مانتے ہیں مگر پھر بھی معتبر جانتے ہیں ہمارے یہاں حدیث موضوع کا یہ حال نہیں ہے بلکہ جب حدیث میں جھوٹ کا احتمال بھی پایا گیا وہ اوسی وقت ساقط الاعتبار کردی گئی یہاں تک کہ اوسکا ذکر کرنا بھی حرام ہے پھر بھلا حدیث موضوع پر عیسائیوں کی تحریر موضوع کو قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ الغرض منشی صاحب نے ابطال سند میں جو تین وجہیں قائم کی تھیں اونکی صحت اظہر من الشمس ہوگئی اب میں دو باتیں اور عرض کیا چاہتا ہوں ایک یہ اگر مضمون ملجانے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک نے دوسرے سے نقل کیا ہے تو انجیل کی عمدہ اخلاقی تعلیم کا حکما اور بودھشٹ کی کتابوں سے منقول ہونا ثابت ہوگا کیونکہ مربدیت اور السیہومو وغیرہما نے دونوں کی تعلیموں کو ملاکر دکھا دیا ہے اور اناجیل سے ان لوگوں کی کتابیں

بہت پہلے ہیں لہذا عیسائیوں کو ماننا پڑے گا کہ اناجیل کی تعلیم انھیں کتابوں سے ماخوذ ہی
دوسرے یہ کہ جن مشایخ کے کلام سے اناجیل مسلمہ کے بعض مضمون ملجاتے ہیں اسی طرح
جعلی انجیلوں کے بھی بعض مضمون اون کی تحریروں سے ملجاتے ہیں مثلاً جسٹن شہید
کے کلام سے اناجیل مسلمہ پر سند پکڑی جاتی ہے وہ ایک جگہ اپنی تصنیف میں لکھتا ہی
کہ جب مسیح اصطباغ کے واسطے یردن میں آئے تھے تو ایک آگ روشن ہو گئی تھی۔
یہ قصہ اناجیل مروجہ میں نہیں ہے اپی فانیس کہتا ہے کہ عبرانیوں کی انجیل میں یہ
قصہ ہے۔ آپ فرمائیے کہ عبرانیوں کی انجیل کو کیوں جعلی قرار دیا جاتا ہے غرض یہ کہ
اگر مشایخ کے بعض کلام کی مطابقت سے اناجیل مسلمہ مستند ہو گئیں تو اون انجیلوں کو
بھی مستند ہونا چاہیئے جنھیں جعلی کہا جاتا ہے کیونکہ مطابقت دونوں میں ہے اور اگر
مطابقت سے مستند نہوں گی تو اناجیل مسلمہ کو بھی جعلی اناجیل میں داخل کرنا چاہیئے
کیونکہ پہلی اور دوسری صدی میں کوئی سند اون کی نہیں ملتی۔ اب میں اس بحث کو
ختم کرتا ہوں **پیغام محمدی** میں ہینے انجیل کی سند کو زیادہ تفصیل سے
بیان کیا ہے شایقین وہاں ملاحظہ کرسکتے ہیں یہانتک تقلیعات کے ضروری مباحث
کا جواب دیا گیا اور شروع میں جو چند ورق اونھوں نے لکھے ہیں اونکے جواب میں
مصروف ہونا اوقات کو ضایع کرنا ہے مگر صفحہ ۶ میں جو چند فقرے لکھے ہیں اونسے
تعرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے لہذا مختصر طور سے کچھ لکھا جاتا ہے۔
واضح ہو کہ منشی صاحب نے محققین علمائے مسیحیہ کے اقوال سے ثابت کیا تھا کہ مذہب
اسلام ایک زندگی بخش چیز ہے اور ہزاروں سودمند جواہروں سے بھرا ہوا ہے پادری
صاحب کو اسے دیکھکر کچھ بن تو نہ پڑا آپے سے باہر ہو گئے اور غصے میں آکر کہنے لگے کہ اہل
اسلام نے تو کبھی زندگی کا منہ بھی نہیں دیکھا۔ چونکہ غصے میں انسان کی عقل درست
نہیں رہتی اسلیئے وہ منشی صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ میں آپ ہی کو منصف بناکر

پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بات صحیح ہے اور آپ کی تمیز اسے قبول کرتی ہے کہ اسلام ایک زندگی بخش چیز ہے اہل اسلام میں کچھ زندگی آپکو نظر آتی ہے عرب ۔ ترک ۔ ایران ۔ وغیرہ ممالک اسلام کا کیا حال ہے ہندوستان میں مشائخ و علماے محمدیہ کا کیا حال ہے (صفحہ ۶ تقلیعات)

آپ میں پادری صاحب کو اون کے خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا یہ استفسار عوام کے فریب دینے کو تجاہل عارفانہ ہے یا واقعی آپ چمگادڑ کی طرح آفتاب کو دیکھ نہیں سکتے یا مشن کے روپوؤں کی چمک اور جھنکار نے آپ کی بصارت اور سماعت دونوں کو کھو دیا ۔ اور حضرت مسیح کے اوس قول کا مصداق بنا دیا کہ دیکھتے ہوے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوے نہیں سنتے خیر جو وجہ ہو اللہ آپ کو ہدایت کرے خوب یاد رکھیے کہ ایک دن مرنا ہے اور خدا کو منہ دکھانا ہے آپ اتنا بھی خیال نہیں کرتے کہ اگر منشی صاحب کو زندگی نظر نہ آتی تو اوسکے پابند کیوں ہوتے اور یہ تائید کیوں کرتے مگر ہاں سچ ہے المرء یقیس علی نفسہ پادری صاحب اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں کہ باوجودیکہ عیسائی مذہب میں کچھ زندگی نہیں دیکھتے مگر طمع دنیاوی کی وجہ سے اوسے نہیں چھوڑتے بلکہ اوروں کو اوس تاریکی میں ڈالنا چاہتے ہیں پھر یہ تو سوچیے کہ یہاں اسلام کی تعریف منشی صاحب نے اپنی زبان سے نہیں کی تھی بلکہ محققین علماے مسیحیہ کی زبان سے آپ کو سنائی تھی جو آپ کے پیر مرشد ہیں جب اسلام کی خوبی تو اس مرتبے کو پہونچی کہ انھوں نے بکشادہ پیشانی اوسکا اقرار کر لیا اب اگر ایک بندہ درہم و دینار اقرار نکرے اور چاند پر خاک ڈالے تو کیا ہوتا ہے ممالک اسلام اور علماے اسلام کا حال دکھا کر اسلام پر حرف گیری کرنا کسی عاقل کا کام نہیں ہے دیکھو تین سو برس گذشتہ تمام دنیا کے عیسائی رومن کاتھلک تھے جنھیں پادری صاحب بت پرست اور مکار و فریبی جانتے ہیں اور اب بھی اکثر دنیا میں وہی ہیں

پھر کیا پادری صاحب یہ کہینگے کہ پندرہویں صدی تک تو دین عیسوی زندگی بخش نہ تھا
بعد کو ہو گیا یا یہ کہ کسی مقام پر تو یہ مذہب زندگی بخش ہے اور کسی مقام پر نہیں ہے
یہ سب خام خیالیاں ہیں مذہب کے ماننے والوں کی بُرائی یا تنزل سے مذہب میں
بُرائی نہیں آسکتی علاوہ اسکے بہت سے علمائے محمدیہ کا تو وہی حال ہے جو حضرت
مسیح اور حواریوں کا تھا کہ اون کو خدا ہی سے واسطہ ہے دنیا سے کچھ مطلب نہیں ہے
بعض نوکری کرکے اپنی گذراوقات کرتے ہیں اور اگر کسی میں کوئی بُرائی بھی ہو تو انسان ہیں
فرشتے نہیں ہیں پھر آپ حال کیا دریافت کرتے ہیں یہ فرمائیے کہ پادریوں میں کونسی بات
نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب اہل اسلام کی حالت تنزل اور عیسائیونکی
دنیاوی عروج کو دکھاکر اسلام پر حرف گیری کرتے ہیں اے جناب یہ تو ہم بالیقین جانتے
ہیں کہ عیسائیوں کی دنیاوی جاہ و ثروت اور ظاہری شان و شوکت نے آپ کو فریفتہ
کر رکھا ہے چونکہ آپ علمائے عیسائیہ کو دیکھتے ہیں کہ عمدہ عمدہ اور ہوادار مکلف بنگلوں
میں رہتے ہیں ہر روز انڈا مرغی وغیرہ عمدہ غذائیں تناول فرماتے ہیں جو نفسانی
خواہشوں کو برانگیختہ کرنیوالی ہیں اور میم صاحب کے ہمراہ دونوں وقت فٹن پر ہوا کھانے
تشریف لے جاتے ہیں اور یہ زندگی علمائے محمدیہ میں نہیں پاتے اس لیے علمائے محمدیہ
پر طعن کرتے ہیں مگر خوب یاد رکھیں کہ جس طرح آپ مسلمانوں کی حالت تنزل دکھا کر
مذہب اسلام پر حرف گیری کرتے ہیں اسی طرح یہود حضرت مسیح اور اون کے حواریونکی
مسکینیت دیکھکر کیا کرتے تھے افسوس ہے کہ حضرت مسیح تو دولتمند کی نجات کو محال
بتاتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گذر جانا اوس سے آسان ہے
کہ ایک دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو (دیکھو متی ۱۹/۲۴) اور پادری صاحب
عیسائیوں کی دولت دکھاکر اہل اسلام پر فخر کرتے ہیں خوب یاد رکھیں کہ ان دولتمندوں
کی نجات تو حضرت مسیح محال بتا چکے ہیں جو کچھ اس دنیائے چند روزہ میں چین کرتا ہو کرلیں

پھر تو اون کے لیے وہ دن آتا ہے کہ حضرت مسیح ان سے فرمائیں گے کہ اے بدکارو میرے
پاس سے دور ہو۔ (متی ۲۳) اسی قسم کی تحریرات پادری صاحب کی اصلی حالت کو ظاہر
کر دیتی ہیں گو وہ کیسا ہی چھپائیں اون کا عیسائی ہونا اور اسلام کے مقابلے میں کتابیں لکھنا
سب حصول دنیا کی غرض سے ہے اون کی تصانیف اس امر کی خود شاہد ہیں اور میرا
کہنا تو شاید کوئی مخالفت پر محمول کرے خود اونکے ہم مشرب اون کے برادر اون کے
ہمراز جو کچھ اونہیں اور اونکی تالیفات کو کہتے ہیں اوسے ناظرین ملاحظہ کریں۔

پادری رجب علی صاحب کی منصفانہ رائے ہدایت المسلمین پر

۱۸۶۸ء کے درمیان ہمارے معزز اور بزرگ برادر مولوی پادری عماد الدین لاہز نے
اعجاز عیسوی کا جواب دیا جسکا نام مولوی صاحب نے ہدایت المسلمین رکھا ہے ہمنے اپنے
بزرگ بھائی کا شکریہ ادا کیا تھا جنھوں نے کسی نہ کسی نیت سے جس کا تذکرہ ہم یہاں
مناسب نہیں سمجھتے (اس مجمل جملے کو ناظرین ملاحظہ کریں کہ پادری صاحب کی
کس حالت پر شہادت دیتا ہے) اپنا ولولہ تو دکھایا اگرچہ ہمارے مولوی صاحب نے
انگریزی زبان سے نابلد محض ہونے کی وجہ سے بعض انگریزی داں کششوں سے
بھی اوس میں مدد لی تسپر بھی قطع نظر اہل انصاف اور صاحب نظر اہل اسلام کے
خود مسیحی محققوں کے نزدیک الزامی جوابوں کے سوا تحقیقی جوابوں کا اوس میں پتہ تک
نہیں ہے علاوہ اسکے ہمارے لاہز برادر نے جہاں کہیں تحقیقی جواب کے لیے قلم اوٹھایا ہے
وہاں بجائے تحقیقی جواب کے غلط جواب (جسکو بے سروپا کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہوسکتا)
دیئے ہیں جو لوگ حکیمانہ مزاج رکھتے ہیں وہ ہدایت المسلمین کے شاندار نام کو الیثانی گپ سے
کچھ زیادہ نہیں سمجھتے (دیکھو مقدمہ اظہار عیسوی میں پادری رجب علی صاحب کا بیان گیا)
اور پادری کریونصاحب کے اہتمام سے جو شمس الاخبار نکلتا تھا اوسمیں پادری صاحب کی

تصانیف کو صاف نفرتی لکھا ہے جسمیں گالیاں لکھی ہوئیں ہیں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر
۱۸۵۷ء کے مانند پھر غدر ہو تو اسی شخص کی بدزبانیوں اور بیہودہ گوئیوں سے ہوگا جب
اون کو باہر پندرہ روپیہ کو بھی کوئی نہ پوچھے اور مشن میں ستر روپیہ ماہواری (اور اب
ڈیڑھ سو روپیہ ماہواری) اور کوٹھی ملے جسکے احاطے کے اندر چاہیں تو تیل نکالنے کا کولھو بھی
بنالیں ایسے لالچیوں کو کیا کہنا چاہیے (دیکھو شمس الاخبار لکھنؤ مطبوعہ امریکن مشن پریس ۱۵
اکتوبر ۱۸۸۱ء نمبر ۱۵ جلد ۲) ان منصف مسیحیوں کے کلام سے جو کچھ پادری صاحب
اور اون کے تصانیف کی حالت معلوم ہوتی ہے اوسے ناظرین خود دریافت کر سکتے
ہیں میرے بیان کی حاجت نہیں خیال کرنے کا مقام ہے کہ جب اون کے ہم مشربوں
نے اون کی تصانیف کو نفرتی اور غلط اور بے سر پیر بتایا تو واقع میں اونکا کیا حال ہوگا
الغرض جو کچھ اونہوں نے تقلیعات میں لکھا ہے وہ محض غلط اور بے سر پیر اور ناکارہ ہی
اور جو کچھ منشی صاحب نے اثبات نبوت محمدی اور ابطال سند انجیل میں
لکھا ہے وہ نہایت صحیح اور درست ہے جیسا کہ ناظرین کو اس رسالے کے دیکھنے
سے ظاہر ہو گیا ہو گا مگر چونکہ پادری صاحب کو حق جوئی منظور نہیں ہے اس لیے
بے فائدہ جھگڑا کر کے حق بات کو چھپاتے ہیں۔ دیکھیے ہدایت المسلمین میں اونہوں
نے جسقدر اعتراض قرآن مجید پر کیے تھے اون کا جواب مولوی سید محمد صاحب
نے **تنزیہ الفرقان** میں کس عمدگی سے دیا ہے کہ پادری صاحب سے
اوسکے جواب الجواب میں کچھ نہیں ہو سکا بجز اسکے کہ کہیں کہیں آئیں بائیں شائیں
کر دی ہے جسکا جی چاہے دونوں کتابوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لے مگر پھر بھی عنوان
کتاب میں جواب دینے کا جھوٹا دعوی کرتے ہیں۔ حافظ ولی اللہ صاحب نے
صیانۃ الانسان میں اون کی **تحقیق الایمان** کا جواب کس شد و مد
سے دیا ہے جسکے جواب میں آجتک پادری صاحب قلم نہیں اوٹھا سکے مگر پھر

وہی مردود باتیں جا بجا اسطرح لاتے ہیں کہ گویا ان کا جواب ہی نہیں ہوا۔ مجتہد لکھنوی
صاحب سے آپ نے چند سوالات کیے جب دیکھا کہ انکے جوابات ضعیف ہیں اور
مناظرہ کے فن سے مجتہد صاحب ناواقف ہیں تو اون کا جواب لکھکر جھٹ پٹ
چھپوا دیا اور جب اون سوالوں کا جواب بینے اور مولوی غلام دستگیر صاحب نے
لکھا تو کانوں میں تیل ڈال کر بیٹھ رہے میرا رسالہ جسکا نام **ترانہ حجازی** ہے
سنہ ۱۲۹۵ ہجری میں طبع ہوا ہے اور مولوی غلام دستگیر صاحب کا رسالہ جسکا نام
مخرج عقائد نوری ہے سنہ ۱۲۹۴ ہجری میں چھپا ہے مگر اس وقت تک کسی کا
نہ جواب ہے نہ تسلیم ہے حالانکہ یہی کام کیا کرتے ہیں پھر یہ حق پوشی نہیں تو کیا ہے
اگر اونھیں سچائی منظور ہے اور جھگڑا انہیں چاہتے تو مجمع عام میں بیٹھکر اپنے سب
شکوک رفع کرلیں میں موجود ہوں یہ کیا کہ عوام کے فریب دینے کو اوراق سیاہ
کیئے اور خاموش ہو رہے اور سمجھ لیا کہ کوئی تو انھیں دیکھکر بہکے ہی گا ورنہ مشن میں
ہماری سرخروئی تو کسی طرح نہیں گئی۔ اب میں طالبین حق کی خدمت میں عرض کرتا ہوں
اے حیات ابدی کے طالبو ہوشیار رہو اور ان پھیروں اور پادریوں کی ابلہ فریب
باتوں پر ہرگز کان نہ دہرو یہ اپنا دوزخ بھرنے کے لیے خلقت کو جہنم میں دھکیلتے ہیں
اور ہر وقت انکو یہی خیال رہتا ہے کہ جس فن و فریب سے ہو کسی نہ کسی کو جال میں
پھانسیئے تاکہ کمیٹی میں کارکن اور لائق مشہور ہوں ترقی تنخواہ اور انعام کے مستحق ٹھہریں
خیال کرو جسے کوئی پندرہ روپیہ کو نہ پوچھتا ہو اوسے ڈیڑھ سو روپے ماہوار ملے
وہ کیا کچھ نہ جال بچھاتا ہوگا جس کسی کو اوس دہکتی آگ سے بچنا منظور ہے جسکے روبرو
انسان کا جسم مثل ایک تنکے کے ہے وہ بلالحاظ طرفداری اول تو دین محمدی اور دین
عیسوی کے اصول کو بنظر انصاف خوب دل میں غور کرے اسی سے اوسکو حق
بات کا سراغ لگ جائے گا اور اگر فروعات میں مقابلہ کیا چاہے تو میرے رسالہ

پیغام محمدی کو ملاحظہ کرے یہ میری عرض اس لیے ہے کہ بالیقین دین محمدی خدا کی طرف سے ہے اور خداتعالے نے اسے تمام ادیان سابقہ کا مکمل ٹھہرایا ہے بغیر اسے اختیار کیے نجات غیر ممکن ہے ایسا نہو کہ کوئی شیطانی وسوسہ تمھارے دل میں ڈال کر سیدھی راہ سے پھیر دے اور حیات ابدی سے محروم رکھے۔

اب میں اس حصہ اول کو دعا پر ختم کرتا ہوں اے ارحم الراحمین تو تمام سامعین اور ناظرین رسالہ ہذا پر اپنا فضل کر اور اپنے سچے مذہب کی حقیّت کو اون پر منکشف اور اون کے دل میں راسخ کر دے اور پادری صاحب کے دل سے تعصب کی تاریکی دور کر اور اسلام کی روشنی سے اُون کے سینے کو منور کر دے۔ آمین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم بحرمة سید الاولین والاخرین محمد و آله واصحابه اجمعین

واٰخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العلمین

ایں گلِ دیگر شگفت

(یہ نیا گل کھلا)

اس نازک وقت میں سخت ضرورت تھی کہ جتنے مسلمان کلمہ کے شریک ہیں متفق ہوکر اسلام کی حفاظت کرتے اور باہم شیر وشکر ہوکر ایک دوسرے کی مدد کرتے مگر افسوس ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اختلاف سابق سے بھی زیادہ اختلاف کو چمکا دیا۔ اور باہمی جھگڑے اور مجادلے کی روح پھونک دی۔ مگر مخصوص علمانے انھیں لائق خطاب نہیں سمجھا اسلئے اُن کی طرف توجہ نہیں کی اور اُنکی جماعت کو ترقی ہوگئی۔ اسی طرح نویں صدی میں سید محمد جونپوری کو اور تیرھویں صدی میں علی محمد بابی ایرانی مہدویت کو ترقی ہوئی تھی۔ ابتداءً میں بعض اہل علم پنجاب کے اس طرف متوجہ ہوئے تھے جن سے مرزا صاحب کی واقعی حالت معلوم ہوئی۔ کئی برس ہوئے کہ احاطہ بنگال میں بعض مقامات پر جو حضرات مرزا صاحب کو اپنی غلطی سے مان چکے تھے اُنھوں نے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہا اس لئے بعض علمائے دیندار مجبوری اس طرف متوجہ ہوئے۔ اور مسلمانوں کو راہ مستقیم پر پہنچانے کے لئے چند رسالے لکھے جن کی فہرست ذیل میں درج ہے۔

(۱) فیصلہ آسمانی حصہ ۱ و ۲ و ۳ پہلے دو حصوں میں مرزا صاحب کے عظیم الشان پیشگوئی کا غلط ہونا دکھایا ہے اور ان کی واقعی حالت مسلمانوں پر ظاہر کی ہے اور تیسرے حصہ میں [illegible] دلیلیں بیان کی ہیں۔

(۲) حقیقۃ المسیح (۳) شہادت آسمانی (۴) تنزیہ ربانی (۵) [illegible] صداقت
یہ پانچوں رسالے نہایت محققانہ طور سے لکھے گئے ہیں۔ [illegible]

یہ رسالے

شہر مونگیر محلہ مخصوص پور حاجی لیاقت حسین صاحب کے ہاں ملتے ہیں

اسلام کے دردمندوں سے گزارش

نہایت بدقسمتی کہ باوجود تیئیس[۲۳] کروڑ مسلمانوں کے آفتاب اسلام برلب بام نظر آتا ہے ہندوستان کے
بہت شہروں میں جوش اسلامی دیکھکر اور ان دنوں لشکر اسلامیہ کی فتوح سنکر نہایت مسرت ہوتی ہے ایسے ہی
دردمندوں سے یہ عاجز کہتا ہے کہ مخالفین اسلام ایکطرف تو سلطنت ظاہری اسلام کی تباہی کے درپے
ہو رہے ہیں دوسری طرف روحانی بادشاہت یعنی ہمارے مقدس مذہب کے لئے تدبیریں کر رہے ہیں۔
بہت تدبیریں ہیں۔ انمیں ایک تدبیر یہ ہے کہ جابجا پادری وعظ کے حیلہ سے اسلام پر حملہ کرتے ہیں حضرت
سید الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام پر زور شور سے اعتراضات ہو رہے ہیں اور ہمارے بھائی بالکل غافل
ہیں خیال نہیں کرتے کہ اول تو انکی دنیاوی ترقی اہل دنیا کو اسطرف دلی کشش کر رہی ہے پھر انکی
تبلیغ و اشاعت مجبور کرتی ہے کہ پادریوں کے بیہودہ اعتراضات کو اپنے دلمیں جگہ دیں اسلئے جس طرح سلطنت
اسلامی کی مدد کرنا آپکا مذہبی فرض ہے اسی طرح یہ بھی فرض ہے کہ پورے طور سے اپنے مذہب سے کامل واقفیت حاصل
کرکے اپنی روحانی سلطنت کو محفوظ رکھیں مگر اسقدر واقفیت قرآن وحدیث کے ذریعہ سے ہر ایک مسلمان کو
بہت دشوار ہے۔ اسکے لئے بڑے علم کی ضرورت ہے البتہ ان رسالوں اور تحریروں کے ذریعہ سے آسان ہے جو حقیقت
سے دشمنان اسلام کے مقابلہ میں لکھے گئے ہیں اور انکے ہر ایک اعتراض کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔
جسکی نسبت پر آپ یہ مضمون دیکھ رہے ہیں پادریوں کے جواب کے لئے بہت کافی ہے آپ اسے ضرور دیکھیں
اور آپکا فرض ہے کہ اسکی اشاعت میں کامل کوشش کریں اسوقت کے لحاظ سے یہ بڑی دینی
اعانت ہے۔ کہ جسقدر ہو سکے آپ خرید کرکے مسلمانوں کو دیں۔ اور مسلمان اسے دیکھکر اسکی باتیں
دل میں محفوظ رکھیں۔ اسوقت دین کی حفاظت کا یہ نہایت عمدہ ذریعہ ہے آپکی اس اعانت سے اور رسالے
جو چھپکر شائع ہونگے اور آپکی اعانت اور ثواب کا سلسلہ بہت دیر تک قایم رہیگا۔

آپکا بہی خواہ

محمد علی کانپوری مونگیری